غرائب الجمل

شمس العلماء نواب عزیز جنگ ولاؔ

نظرثانی اور ترتیب

ڈاکٹر حسن الدین احمد

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان

وزارت ترقی انسانی وسائل

حکومت ہند

ویسٹ بلاک ۔ I، آر ۔ کے ۔ پورم، نئی دہلی ۔ 110066

غرائب الجمل

شمس العلماء نواب عزیز جنگ ولاؔ

نظرِ ثانی اور ترتیب

ڈاکٹر حسن الدین احمد

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان
وزارت ترقی انسانی وسائل
حکومت ہند
ویسٹ بلاک۔ I، آر۔ کے۔ پورم، نئی دہلی۔110066

Gharaibul Jamal

Edited by

Dr. Hasanuddin Ahmad

سنہ اشاعت : اکتوبر، دسمبر 1998 شک 1920

پہلا اڈیشن : 1100

قیمت : =/76

سلسلہ مطبوعات : 827

ناشر : ڈائرکٹر، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان،

ویسٹ بلاک 1، آر۔ کے۔ پورم، نئی دہلی 110066

طابع : جے۔ کے۔ آفسیٹ پرنٹرس، جامع مسجد دہلی۔ 6

پیش لفظ

"ابتدا میں لفظ تھا۔ اور لفظ ہی خدا ہے"

پہلے جمادات تھے۔ ان میں نمو پیدا ہوئی تو نباتات آئے۔ نباتات میں جبلت پیدا ہوئی تو حیوانات پیدا ہوئے۔ ان میں شعور پیدا ہوا تو بنی نوع انسان کا وجود ہوا۔ اسی لیے فرمایا گیا ہے کہ کائنات میں جو سب سے اچھا ہے اس سے انسان کی تخلیق ہوئی۔

انسان اور حیوان میں صرف نطق اور شعور کا فرق ہے۔ یہ شعور ایک جگہ پر ٹھہر نہیں سکتا۔ اگر ٹھہر جائے تو پھر ذہنی ترقی، روحانی ترقی اور انسان کی ترقی رک جائے۔ تحریر کی ایجاد سے پہلے انسان کو ہر بات یاد رکھنا پڑتی تھی، علم سینہ بہ سینہ اگلی نسلوں کو پہنچتا تھا، بہت سا حصہ ضائع ہو جاتا تھا۔ تحریر سے لفظ اور علم کی عمر میں اضافہ ہوا۔ زیادہ لوگ اس میں شریک ہوئے اور انھوں نے نہ صرف علم حاصل کیا بلکہ اس کے ذخیرے میں اضافہ بھی کیا۔

لفظ حقیقت اور صداقت کے اظہار کے لیے تھا، اس لیے مقدس تھا۔ لکھے ہوئے لفظ کی، اور اس کی وجہ سے قلم اور کاغذ کی تقدیس ہوئی۔ بولا ہوا لفظ، آئندہ نسلوں کے لیے محفوظ ہوا تو علم و دانش کے خزانے محفوظ ہو گئے۔ جو کچھ نہ لکھا جا سکا، وہ بالآخر ضائع ہو گیا۔

پہلے کتابیں ہاتھ سے نقل کی جاتی تھیں اور علم سے صرف کچھ لوگوں کے ذہن ہی سیراب ہوتے تھے۔ علم حاصل کرنے کے لیے دور دور کا سفر کرنا پڑتا تھا، جہاں کتب خانے ہوں اور ان کا درس دینے والے عالم ہوں۔ چھاپہ خانے کی ایجاد کے بعد علم کے پھیلاؤ میں وسعت آئی کیونکہ وہ کتابیں جو نادر تھیں اور وہ کتابیں جو مفید تھیں آسانی سے فراہم ہوئیں۔

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان کا بنیادی مقصد اچھی کتابیں، کم سے کم قیمت پر مہیا کرنا ہے تاکہ اردو کا دائرہ نہ صرف وسیع ہو بلکہ سارے ملک میں سمجھی جانے والی، بولی جانے والی اور پڑھی جانے والی اس زبان کی ضرورتیں پوری کی جائیں اور نصابی اور غیر نصابی کتابیں آسانی سے مناسب قیمت پر سب تک پہنچیں۔ زبان صرف ادب نہیں، سماجی اور طبعی علوم کی کتابوں کی اہمیت ادبی کتابوں سے کم نہیں، کیونکہ ادب زندگی کا آئینہ ہے، زندگی سماج سے جڑی ہوئی ہے اور سماجی ارتقاء اور ذہن انسانی کی نشوونما طبعی، انسانی علوم اور ٹکنالوجی کے بغیر ممکن نہیں۔

اب تک بیورو نے اور اب تشکیل کے بعد قومی اردو کونسل نے مختلف علوم اور فنون کی کتابیں شائع کی ہیں اور ایک مرتب پروگرام کے تحت بنیادی اہمیت کی کتابیں چھاپنے کا سلسلہ شروع کیا ہے۔ یہ کتاب اس سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ امید ہے یہ اہم علمی ضرورت کو پورا کرے گی۔ میں ماہرین سے یہ گذارش بھی کروں گا کہ اگر کوئی بات ان کو نادرست نظر آئے تو ہمیں لکھیں تاکہ اگلے ایڈیشن میں نظر ثانی کے وقت خامی دور کر دی جائے۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہ بھٹ
ڈائریکٹر
قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان
وزارت ترقی انسانی وسائل، حکومت ہند، نئی دہلی

فہرست مضامین کتاب غرائب الجمل

دوسرا باب عمل یعنی فروغ جمل کے متعلق

پہلی فصل تاریخ کے متعلق

دوسری فصل ترقیم کے متعلق

خاتمہ کتاب ہذا

حصہ اول تاریخ سنین کے بیان میں

دوسرا حصہ متقدمین ومتاخرین ومعاصرین کا تاریخی کلام

ابتدائی باتیں

تاریخ گوئی اردو شاعری کی ایسی صنف ہے جس کی طرف آج کل توجہ بہت کم دی جاتی ہے۔ شمس العلماء نواب عزیز جنگ ولاؔ کی مایہ ناز تصنیف غرائب الجمل کی دوسری بار اشاعت کا مقصد اس مشکل فن کے اصولوں اور قاعدوں کو پھر ایک بار اہل اردو کے سامنے لانا اور اس صنف کی جانب اہل اردو کو متوجہ کرنا ہے اور ساتھ ہی اس وقت تک جو قیمتی تاریخی قطعات اور جواہر پارے عام نظروں سے اوجھل رہے ہیں ان کو محفوظ کرنا اور تفریح طبع کے لیے پیش کرنا ہے۔

کسی واقعہ کی تاریخ وقوع کو الفاظ میں اس طرح بیان کرنے کو کہ حروف کے اعداد سے سنہ وقوع ظاہر ہو اصطلاح میں تاریخ گوئی کہتے ہیں۔ تاریخ گوئی ایک فن ہے جو تخصیص چاہتا ہے۔ اس فن میں مہارت اور مشق دونوں ضروری ہیں اس فن کو برتنے کے لیے فطری ذہانت، خداداد تخلیقی صلاحیت اور ملکہ یعنی طبیعت کی موزونی بنیادی شرط ہے۔ فن کے اصولوں اور قواعد سے واقفیت بھی لازم ہے۔ اچھی تاریخ برآمد کرنے کے لیے آورد اور آمد دونوں ساتھ ساتھ ضروری ہیں۔ تب ہی ہنرمندی اور بازی گری کا اظہار ہوتا ہے فن تاریخ میں بڑی سردردی اور ذہنی کاوش کرنی پڑتی ہے۔ بعض تاریخیں ایسی ہوتی ہیں جنھیں الہامی کہا جاسکتا ہے اور جنھیں دیکھ کر عقل انسانی دنگ رہ جاتی ہے۔

یہاں آمد اور آورد کو واضح کرنے سے تاریخ گو کی ذہنی کاوش کی نوعیت کا اندازہ ہوگا۔ شاعری دانستہ اور شعوری طور پر نہیں کی جاتی۔ شعری اظہار ایک ناقابل توجیہہ

تخلیقی عمل ہے۔ جب احساسات اور تاثرات کی فراوانی ہوتی ہے تو شاعر غیر اختیاری طور پر ان کو موزوں الفاظ کا جامہ پہناتا ہے اور افکار مناسب سانچوں میں ڈھلتے ہیں۔ اور شعر کی تخلیق ہوتی ہے۔ یہی آمد ہے۔" [1]

لیکن تاریخ گوئی کے لیے بڑی حد تک دانستہ اور شعوری طور پر ذہنی کاوش اور کوشش کرنی ہوتی ہے۔ متبادل الفاظ اور متبادل طریقہ اظہار پر اعداد کی پابندی کے ساتھ غور کرنا ہوتا ہے۔ ایسے میں خاص مہارت۔ ذہن رسا اور حسابی قابلیت کام آتی ہے مگر اچھی تاریخ کے لیے محض ذہنی کاوش ہی کافی نہیں۔ بعض اوقات ذاتی صلاحیت۔ انہماک اور مشق کے امتزاج سے جو نتیجہ سامنے آتا ہے اُس کے تعلق سے صرف یہ کہا جا سکتا ہے کہ تاریخ کہی نہیں جاتی ہو جاتی ہے جس کو خوشگوار حادثہ کہہ سکتے ہیں۔

تنگنائے تاریخ گوئی میں طبع آزمائی ہر ایک کے بس کی بات نہیں۔ لیکن جب ہم اس مخصوص اور محدود صنف شاعری کی مشکلات کی بات کرتے ہیں تو روئے سخن ان مشکلات کی طرف ہوتا ہے جو اس فن کو برتنے والے محسوس کرتے ہیں۔

ایک بار نواب علاءالدین خاں مرحوم نے اپنے بیٹے کی ولادت کی تاریخ اور اس کا تاریخی نام نکالنے کی فرمائش کی تو غالب نے جواب میں لکھا۔

"شیر اپنے بچوں کو شکار کا گوشت کھلاتا ہے۔ طریق صید افگنی سکھاتا ہے۔ جب بچے جوان ہو جاتے ہیں آپ خود شکار کر کے کھاتے ہیں۔ تم سخن ور ہو گئے ہو۔ حسن طبع خداداد رکھتے ہو۔ ولادت فرزند کی تاریخ کیوں نہ کہو؟ ایسی تاریخ کیوں نہ نکالو؟ کہ مجھ غم زدہ دل مردہ کو تکلیف دو۔ علاءالدین خاں میری جان کی قسم میں نے پہلے لڑکے کا اسم تاریخی نظم کر دیا تھا اور وہ لڑکا نہ جیا۔ مجھ کو اس وہم نے گھیرا ہے کہ وہ میرے نحوست طالع کی تاثیر تھی میرا ممدوح جیتا نہیں۔ نصیرالدین حیدر اور امجد علی شاہ ایک قصیدے میں چل دیے۔ واجد علی شاہ تین قصیدوں کے متحمل ہوئے پھر نہ سنبھل سکے جس کی مدح میں دس بیس قصیدے کہے گئے وہ عدم سے پرے پہنچا۔ نا صاحب دہائی خدا کی۔ نہ میں تاریخ ولادت کہوں گا نہ

---

[1] انگریزی شاعری کے منظوم اردو ترجموں کا تحقیقی و تنقیدی مطالعہ از ڈاکٹر حسن الدین احمد ولا اکیڈمی ۱۹۸۸ء صفحہ ۴۰

تاریخی نام ڈھونڈوں گا۔"

تکلیف کی بات اور فرمائش کی تکمیل سے صاف انکار کرنا دراصل مشکلات ہی کا خوبصورت اظہار ہے۔ ویسے غالب نے غزل گوئی میں اظہار خیال کے لیے مشکل راستہ ہی کو اپنایا لیکن حقیقت یہ ہے کہ تاریخ گوئی سے ان کو زیادہ شغف نہیں رہا۔

مشکل پسندی ہمیشہ سے فارسی اور اردو شاعروں کا شعار رہا۔ انھوں نے شاعری میں ایسے معیار مقرر کیے جن کی پابندی ہر کس و ناکس کے بس کی بات نہیں۔ پھر قافیہ اور ردیف کی پابندی بجائے خود مشکل کام ہے۔ فارسی اور اردو شاعروں نے اپنے قلم کو جنبش دی تو بے شمار زنجیروں کو اس کے پاؤں میں ڈال کر انھی زنجیروں میں ایک تاریخ گوئی بھی ہے۔

جس طرح نثر میں جذبات کے اظہار کے لیے موزوں الفاظ ضروری ہوتے ہیں شاعری میں الفاظ کی موزونیت کے علاوہ ان کا صوتی انتخاب بھی ضروری ہے۔ جو بحر سے ہم آہنگ ہو۔ تاریخ گوئی میں اس موزونیت اور ہم آہنگی کے ساتھ ساتھ اس بات کی بھی ضرورت ہے کہ ان کے حروف کے اعداد متعین ہوں۔

تاریخ گوئی میں شاعر کا کام واقعہ کے اظہار کے لیے ایسا لفظی پیراہن فراہم کرنا ہوتا ہے جس کے حروف کی عددی قیمت واقعہ کے سنہ تاریخی کے برابر ہو۔ یہ کوئی آسان بات نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بسا اوقات قادر الکلام شاعروں کو بھی خاطر خواہ کامیابی نہیں ہوتی۔

تاریخ گوئی میں اظہار واقعہ کے متبادل طریقوں اور الفاظ کے انتخاب کو ان کی عددی قیمت کے تابع کرنا ہوتا ہے۔ اس طریقہ اظہار کو اپنایا جائے گا جس میں اعداد قابو میں رہ سکیں اور انھی الفاظ کو استعمال کیا جائے گا جن کی عددی قیمت سنہ واقعہ کے برابر ہو۔ ایک کامیاب مصرع تاریخ کے لیے جو ذہنی کاوش کرنی پڑتی ہے۔ اس میں ایک بلکہ ایک سے زائد غزلیں کہی جا سکتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ایک کامیاب مصرع تاریخ کی قدر و منزلت اور خود کہنے والے کو خوشی اسی تناسب سے ہوتی ہے۔

دنیا کی زبانوں میں صرف فارسی اور اردو کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ ان میں تاریخ گوئی کی صنف موجود ہے۔ یہ بات تعجب خیز ہے کہ عربی میں تاریخ گوئی کے قدیم نمونے دستیاب نہیں ہیں۔ یا تو عربوں نے تاریخ گوئی کی طرف ابتدا سے توجہ نہیں کی یا اگر توجہ کی تو ان کی برآمد کی ہوئی تاریخیں ہم تک نہیں پہنچیں۔ غالباً عربوں نے فن جمل کو تاریخی ناموں کے

تجویز کرنے تک محدود رکھا۔

فن تاریخ گوئی کی بنیاد ابجد پر ہے۔ جو عربی الاصل ہے۔ جو حروف اپنی اصل کے اعتبار سے ایرانی الاصل یا ہندی الاصل ہیں ان کے لیے الگ قیمتیں مقرر نہیں کی گئیں بلکہ فارسی اور اردو میں تاریخ گوئی کی بنیاد ابجد پر قائم ہے۔ قرآن مجید کی اعدادی تشکیل کے بارے میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ علیہا تسعۃ عشر (۴۷: ۳۰) کے بموجب قرآن مجید میں ۱۹ کے عدد کو اہمیت حاصل ہے۔ راشد خلیفہ نے اپنے مایہ ناز مقالوں[له] میں زائد از پچاس واضح مثالوں کے ذریعہ اپنے دعویٰ کو ثابت کیا ہے۔ مثلاً بسم اللہ الرحمٰن الرحیم میں ۱۹ حروف ہیں اور اس کے چار الفاظ اسم اللہ۔ رحمٰن اور رحیم کی تکرار قرآن مجید میں علی الترتیب ۱۹۔ ۲۶۹۸ ۵۷۔ اور ۱۱۴ ہے۔ یعنی ہر لفظ کی تکرار ۱۹ کے مضروب Multiple میں ہے۔

اس بات کو آگے بڑھاتے ہوئے ڈاکٹر قیصر ادیب ماجل نے اپنے رسالہ میں یہ ادعا کیا ہے کہ قرآن مجید میں ۱۹ کے عدد کی اہمیت حروف کی تعداد کے لحاظ سے بھی ہے اور اللہ کے بعض ناموں کی عددی قیمت کے لحاظ سے بھی انھوں نے مثالیں دی ہیں کہ ابجد کے حساب سے واحد کے عدد ۱۹ ذوالفضل العظیم کے ۲۶۹۸۔ مجید کے ۵۷ اور جامع کے ۱۱۴ برآمد ہوتے ہیں جو نہ صرف ۱۹ کے مضروب میں ہیں بلکہ علی الترتیب بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے چاروں الفاظ کی تکرار کے عین برابر ہیں۔ اس طرح بسم اللہ کے اعداد ذی الطول (۴۰: ۳) کے اعداد کے برابر ہیں۔ ان تحقیقات کی بنیاد اس ایقان پر ہے کہ حروف کی قیمت نہ عقلی ہے اور نہ وصفی بلکہ الہامی ہے۔

فارسی زبان کے لئے عربی رسم الخط کو اختیار کیا گیا تو چار جدید حروف پ چ۔ ژ اور گ کا اضافہ کیا گیا۔ لیکن ان حروف کی علحدہ قیمتیں مقرر نہیں کی گئیں بلکہ

له ڈاکٹر راشد خلیفہ امام مسجد ٹوسان اریزونا امریکہ

علی الترتیب ان کو ان کی مشابہ عربی حروف ب ۔ ج ۔ ز اور ک کے متبادل اور مساوی قرار دیا گیا ۔ یعنی فارسی حروف پ چ ژ اور گ کی قیمت علی الترتیب وہی مقرر کی گئی جو حساب ابجد میں مشابہ عربی حروف ب ۔ ج ۔ ز اور ک کی پہلے سے موجود تھی

ہندوستان میں اردو کے لئے فارسی رسم الخط کو اپنایا گیا تو ہندی الاصل الفاظ کی رعایت سے مزید تین حروف ٹ ۔ ڈ ۔ ڑ کا اضافہ کیا گیا ۔ ان حروف کی بھی علحدہ قیمتیں مقرر نہیں کی گئیں بلکہ علی الترتیب مشابہ عربی حروف ت ۔ د اور ر کے اعداد ہی ان کے اعداد قرار پائے ۔

تاریخ گوئی کی ابتداء فارسی شاعری سے ہوتی ہے ۔ تاریخ گوئی کے بالکل ابتدائی نمونے ایران کے فارسی شاعروں کے کلام میں ملتے ہیں ۔ ہندوستان کے فارسی شاعروں نے اس روایت کو آگے بڑھایا ۔ برصغیر میں اس فن کی ترقی امیر تیمور کے عہد میں ہوئی ۔ دور تیموری کے بعد عہد مغلیہ کے وسط میں یہ فن معراج کمال پر پہنچ گیا ۔ اردو شاعری کی ابتداء ہوئی تو تاریخ گوئی کی روایت فارسی کے توسط سے اردو شاعری میں داخل ہوئی

ریاضی کی ایک شاخ جبر و مقابلہ میں ہندسوں کے علاوہ حروف استعمال ہوتے ہیں ۔ اور ہندسوں اور حروف کی مطابقت بھی قائم کی جاتی ہے ۔ لیکن یہ مطابقت ابجد کے مطابق نہیں ہوتی ۔ بعض زبانوں میں حروف کی قیمت مقرر تھی ۔ لیکن ان زبانوں میں بھی تاریخ گوئی کا پایا جانا پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچا ۔

یونانی تہذیب افریقہ میں پھیلی تو افریقی اور یونانی زبانوں کے سنگم سے قبطی COPTIC زبان ظہور میں آئی ۔ قبطی حروف تہجی میں حروف کی قیمت مقرر تھی ۔ حسب ذیل قبطی حروف ابجد سے مطابقت رکھتے ہیں گو بعض صورتوں میں ان کی قیمتیں ابجد سے مختلف ہیں ۔

ا ب ج د — ۱ ۲ ۳ ۴ ۔ ہ و ز — ۸ ۷ ۷ ۷ (ذ ۔ ض اور ظ کی قیمت بھی یہی ہے)

ح ط ی — ۸ ۳۰۰ ۱۰ ۔ ک ل م ن — ۲۰ ۳۰ ۴۰ ۵۰ ۔ س ع ف ص — ۲۰۰ × ۹۰۰ ۲۰۰ ۔ ق ر ش ت — ۲۰ ۱۰۰ ۹۰۰ ۳۰۰ ۔ ث — ۲۰۰ ۔ خ — × ۔ ذ — ۷

ض ظ غ — ۷ ۷ ×

سلافی قوم میں جو جزیرہ نمائے بلقان میں رہتی ہے ۔ نویں صدی عیسوی میں سرامک نامی ایک رسم الخط جاری تھا جو اب متروک ہے ۔ یہ رسم الخط یونانی سے مشابہ تھا ۔ سرامک رسم الخط میں بھی حروف کی قیمت مقرر تھی ۔ جو حروف ابجد سے مطابقت رکھتے ہیں ۔ ان کی قیمت حسب ذیل تھی

اب ج د ہ و ز ح ط ی ک ل م ن س ع ف ص

مشرق والوں کا بالعموم اور مسلمانوں کا بالخصوص یہ نظریہ ہے کہ جملہ علوم کی طرح فن جمل بھی انسان کو ذات باری کی طرف سے ودیعت کیا گیا ہے اس لئے ہمارے لئے فن تاریخ گوئی محض تفریحی مشغلہ نہیں ہو سکتا۔ اس کے برخلاف اہل مغرب نے یہ علوم مشرق سے مستعار لئے اس لئے سنجیدگی کے ساتھ ان پر توجہ نہ کی۔

اہلِ مشرق نے ان علوم کو جس طریقہ پر ترقی دی وہ محیر العقول ہے۔ تاریخ معنوی میں بے شمار تکلفات اور صنائع ممکن الوقوع ہیں۔ یہ ایسا دشت امکان ہے جس کا حصر ناممکن ہے۔

فن تاریخ گوئی پر اردو زبان میں بہت کم لکھا گیا ہے۔ اس سلسلے میں جب بھی حوالے دیئے جاتے ہیں۔ تو ان کتابوں کو بھی شامل کر لیا جاتا ہے۔ جو بنیادی طور پر فن تاریخ گوئی سے متعلق نہیں ہیں۔ مثلاً مساوی الاعداد مولفہ میر محمد حسین حیدر آبادی مطبوعہ ۱۲۸۵ ہجری م ۱۸۶۸ء آئینہ تواریخ (تحفہ شائق) مولفہ الٰہی بخش شائق مطبوعہ ۱۲۹۵ ہجری م ۱۸۷۸ء نصیحت مختصر مولفہ شاہ محمد علیم الہ آبادی مطبوعہ ۱۸۸۸ء عدد التاریخ مولفہ منشی انوار حسین تسلیم سہسوانی مطبوعہ ۱۳۲۰ ہجری م ۱۹۰۲ء

متدرجہ بالا کتابوں کو لغات الاعداد کہہ سکتے ہیں۔ الفاظ کو حروف تہجی کے تحت نہیں۔ بلکہ اعداد وار جمع کیا گیا ہے۔ مثلاً جن الفاظ کے حروف کا مجموعہ ابجد کے حساب سے تین ہوا ان سب کو تین کے تحت۔ جن کے حروف کا مجموعہ چار ہوا ان سب کو چار کے تحت اس طرح سلسلہ وار ۱۹۰۰ تک یا ۲۰۰۰ تک ہر عدد کے مقابل ان الفاظ کو درج کیا گیا ہے جن کے حروف کا مجموعہ اس عدد کے مساوی ہو۔ یہ کتابیں تاریخ گوئی میں معاون ہوتی ہیں۔ ان میں بعض کتابوں میں فن تاریخ گوئی پر بھی ضمناً کچھ باتیں شامل کر لی گئی ہیں۔ لیکن ان کا اصل مقصود فوری حوالہ REFRENCE کے طور پر تاریخ گوئی کے لئے الفاظ کی اعداد وار فہرست مہیا کرنا ہے۔

بعض کتابیں قطعات تاریخی کے انتخاب پر مشتمل ہیں۔ مثلاً مخبر الواصلین مرتبہ ابوعبداللہ محمد فاضل مطبوعہ ۱۲۴۹ ہجری م ۱۸۳۳ء سرو دغیبی (خیابان تاریخ) مولفہ سید محمد علی جو یا مرادآبادی مطبوعہ ۱۸۸۰ تاریخوں کے پھول مرتبہ اسداللہ حسینی مطبوعہ ۱۳۴۹ ہجری م ۱۹۳۰ء رہنمائے تاریخ اردو مولفہ حاجی محمد عبدالقادر مطبوعہ ۱۹۳۸ء مخزن التاریخ مطبوعہ ۱۹۲۹ء احسن التواریخ مرتبہ سید دلدار حسین اطہر الہ آبادی مطبوعہ ۱۳۶۷ ہجری م ۱۹۴۸ء تواریخ مبین مرتبہ سید محمد مہدی کمال ابن جلال لکھنوی معیار التواریخ مرتبہ محمد جعفر علی خاں مطبوعہ ۱۹۲۴ء تاریخ لطیف مرتبہ مہدی علی خاں ممتاز رامپوری[1] جامع التواریخ مرتبہ سید دلدار حسین اطہر الہ آبادی مطبوعہ ۱۹۶۰۔ ان میں سے کچھ کتابوں میں ضمناً فن تاریخ گوئی پر کچھ باتیں کی گئی ہیں لیکن بنیادی طور پر یہ کتابیں بھی فن تاریخ گوئی سے متعلق نہیں ہیں

اس طرح بعض کتابوں میں تاریخی نام درج ہیں مثلاً تاریخ الاسماء مولفہ سید ابرار حسین ہاشمی۔ تاریخ خزانہ مرتبہ حافظ فیروز الدین ککے زی مطبوعہ ۱۹۰۸ء موجد التواریخ مرتبہ محمد حسین علی فرحت مطبوعہ ۱۳۰۲ ہجری

بعض دوسری کتابوں مثلاً بحر الفصاحت مخزن الفوائد وغیرہ میں ضمناً فن تاریخ گوئی کا تذکرہ شامل ہے۔ چند رسالوں مثلاً افادہ تاریخ مصنفہ ضامن علی جلال لکھنوی ملخص تسلیم (فارسی) مصنفہ منشی انوار حسین تسلیم سہسوانی ملہم تاریخ (ملخص تسلیم کا اردو ترجمہ) از سید افتخار احمد ساحر مطبوعہ مطلع العلوم پریس مراد آباد ۱۹۱۲ء۔ ان صفحات کو چھوڑ کر جنھیں فن تاریخ گوئی سے متعلق کیا جا سکتا ہے فارسی اور اردو میں فن تاریخ گوئی پر واحد کتاب عزائب الجمل ہے

ص[1] یہ کتاب ۱۹۳۱ء میں تمام ہوئی اور نگار جولائی ۱۹۶۲ء کے تاریخ نمبر میں شائع ہوئی

سبب تالیف

اما بعد۔ بندہ ہیچمداں احمد عبدالعزیز و[1] طالبین شائقین فن جمل کی خدمت میں عرض پرواز ہے کہ ہندوستان نے فن جمل کو متقدمین عجم سے لیا اور عجم نے عرب سے لیکن زبان فارسی میں اس فن پر کوئی مبسوط کتاب پائی جاتی ہے اور نہ زبان اردو میں کوئی جامع رسالہ۔ شاید کہ عربوں کے لٹریچر میں اس فن پر لکھا گیا ہو لیکن زمانہ کی بے قدری نے اس کو پردہ خفا میں جگہ دی یا لیل ونہار کی گردش نے اس کو صفحہ روزگار سے مٹا دیا۔ جو کچھ چیدہ چیدہ معلومات ہم تک پہنچی ہیں وہ بعض علمائے عرب کی دلچسپی کا نتیجہ ہے انھوں نے اپنی تصانیف میں کہیں نہ کہیں کچھ نہ کچھ اس فن کا ذکر ضمناً کر دیا ہے۔ بعض اصحاب نے اختصار کے ساتھ کہیں کچھ قواعد بھی لکھ دیئے ہیں اور بعض نے کسی موقع پر اس فن کے اصطلاحات کی تعریف بھی کر دی ہے۔ اور بعض نے کسی بحث کے ضمن میں فن جمل کے دبستانوں کے اختلافی مسائل سے بحث کی ہے۔ غرض خال خال جو کچھ ہے وہ اتنا مختصر ہے کہ گویا کچھ نہیں ہے۔

فارسی کے بعض متقدمین نے اگرچہ اس فن کو عملی طور پر برتا ہے اور متاخرین کی تاریخ گوئی سے ان کی خاص دلچسپی کا اندازہ ہوتا ہے لیکن فن تاریخ گوئی پر انھوں نے کچھ نہیں لکھا فارسی علماء کے مقابلہ میں ہندوستان نے اس فن کی قدر اور حفاظت کی۔ میر غلام علی آزاد بلگرامی نے اپنی متعدد تصانیف میں اس فن کے متعلق عرب علماء کی پیروی کی یعنی خال خال مضامین

[1] حالاتِ زندگی کے لئے دیکھئے "انجمن" (سوانحی مضامین کا مجموعہ) صفحہ ۶۴ اور "تاریخ النوائط" (اشاعت دوم) صفحہ ۱۷

کو اپنی مختلف تصانیف میں ضمناً بیان کیا۔ جلال لکھنوی[1] نے ایک مستقل رسالہ افادہ تاریخ کے نام سے لکھا جو ۱۲۹۲ ہجری میں طبع ہوا اور ۳۲ صفحات پر مشتمل ہے[2]۔ یہ رسالہ مختصر مفید کا حکم رکھتا ہے۔ لیکن اختصار کی وجہ سے اکثر چیزیں اس میں قابل اضافہ ہیں۔ نیز اس کی تخصیص صرف تاریخ گوئی سے ہے۔ لائق مصنف نے اصول فن سے قطع نظر کیا ہے۔ منشی انوار حسین تسلیم سہسوانی نے[3] فارسی زبان میں ایک کتاب ملخص تسلیم[4] ۱۳۰۰ ہجری میں لکھی جو ۱۳۱۴ ہجری میں شائع ہوئی[5]۔ یہ کتاب بہ نسبت کتاب اول الذکر کسی قدر مبسوط ہے اور منشی صاحب نے اصول فن کے بیان کی بہت کوشش کی ہے لیکن اس وجہ سے کہ غالباً ان کو عربی کتابوں کا ذخیرہ بہت کم ملا ہے وہ اپنے مقصد میں کم کامیاب ہوئے اگر یہ کتاب زبان اردو میں ہوتی تو بلاشک اس سے اہل اردو کو بہت فائدہ ہوتا اور اب بھی جس قدر امداد شائقین فن اور ہند کے فارسی دانوں کو اس کتاب سے ملی وہ بہت قیمتی ہے۔ طرز بیان اور ترتیب کی شان مولف کے مذاق طبیعت کے موافق ہے۔ منشی صاحب کی طباعی نے بعض اختراعات کا اضافہ بھی کیا ہے۔ اس کتاب کا ایک حصہ جلال لکھنوی کی تردید کی نذر ہوا ہے اور یہ فن جمل کے دبستانوں کے اختلافات کا نتیجہ ہے۔

امیر مینائی نے بھی اس فن پر ایک رسالہ لکھا تھا جو ان کے فرزند اختر احمد مینائی کے پاس تھا لیکن اس کی طباعت کی نوبت نہیں آئی۔ میرے استاد مولانا نجم الدین حسن مدراسی افضل تخلص نے بھی ایک جامع رسالہ معدن الجواہر کے نام سے لکھنا شروع کیا تھا اس کے پہلے حصہ حقیقت حروف کو ختم فرما کر دوسرے حصہ فن جمل کو نصف سے زائد لکھنے نہ پائے تھے کہ دنیا سے چل بسے ان کا یہ ادھورا کام بھی آج اول الذکر کتابوں پر فائق ہے۔

---

[1] متوفی ۲۰ اکتوبر ۱۹۰۹ء بمقام لکھنو،

[2] وفات ۲۳ مئی ۱۸۹۲ء بعمر ۷۰ سال بمقام مراد آباد

[3] اکبر علی خاں عرشی زادہ نے اس رسالہ کو نگار جولائی ۱۹۶۳ میں بارہ[12] صفحات پر شائع کیا ہے

[4] ملخص تسلیم کا اردو ترجمہ سید اقتدار احمد ساحر نے ملہم تاریخ کے نام سے کیا جو مطلع العلوم پریس مراد آباد سے ۱۹۱۲ء میں شائع ہوا۔ ملہم تاریخ نام ہے اس سے سنہ اشاعت ہجری ۱۳۲۶ برآمد ہوتا ہے۔

[5] کتاب خانہ انجمن ترقی اردو کراچی میں ایک نسخہ موجود ہے

اگر حیات مستعار وفا کرتی اور یہ رسالہ مکمل ہو کر شائع ہو جاتا تو بے شک اس کا مرتبہ ما قبل الذکر رسائل سے فائق ہوتا۔ مولانا نے اصول فن جمل کی تحقیق میں بڑی جانکاہی کی ہے۔ بعض دوستوں نے مشورہ دیا کہ ہم اس کتاب کو مکمل کردیں۔ یہ بات گو آسان تھی ہم نے اس وجہ سے اختلاف کیا کہ طرز ترتیب اور طرز بیان میں ہر ایک مولف کا مذاق جدا ہوتا ہے۔ مسائل مختلفہ جمل میں لائق مولف کی رائے سے اکثر مقامات پر ہم کو اختلاف ہے نیز مولانا نے اس کا آغاز زبان فارسی میں کیا ہے ہم کو اس کی تکمیل کے بعد اس کا ترجمہ بھی اردو زبان میں کرنا پڑتا ورنہ اہل اردو کو اس سے چنداں فائدہ نہ ہوتا۔ انہی تمام وجوہ سے ہم نے یہی مناسب خیال کیا کہ اس مضمون پر علیحدہ کتاب لکھیں اور لائق مولفین کی آراء سے استناد اور اپنی رائے کا بھی اظہار کریں۔

حقیقت یہ ہے کہ عجمیوں کے مقابلہ میں جنھوں نے اس فن پر کچھ نہیں لکھا اہل ہند نے جو کچھ لکھا وہ بہت ہے۔ لیکن جو کام ہوا ہے اس کے سوا اور بہت کچھ درکار ہے۔

ہم نے ان کتابوں کے مطالعہ سے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ لائق مولفین نے ان کتابوں میں اجمال سے زیادہ کام لیا ہے اور تعریفات میں نظائر کی پابندی بہت کم کی ہے اور صنائع تاریخ میں بھی انتخاب اور اختصار کو ملحوظ رکھا ہے فن جمل کے دبستانوں کے اختلاف میں فریقین کے دلائل کے ساتھ اپنی قطعی رائے کے اظہار میں احتیاط کی ہے ترقیم سے بالکل قطع نظر فرمائی ہے جو جمل کا ایک شعبہ ہے اور ہر ایک بیان میں امامانِ جمل اور محققین سلف کے اقوال سے بہت کم استفادہ فرمایا ہے۔

انہی وجوہ کی بناء پر ہم نے اس مستقل تالیف کی ضرورت کو محسوس کیا اور اس مہتم بالشان کام کا بیڑا اٹھایا۔ ہم بخوبی واقف ہیں کہ ہندوستان کی موجودہ حالت اور اس فن کے ساتھ اس کی دلچسپی کم ہے کہیں ہم نے اپنی ہمت کو پست ہونے نہ دیا۔ ہماری خوش قسمتی ہے کہ ہم ایک ایسے فرماں رواؔ[1] کے سایہ عاطفت میں ہیں جن کی تمام تر توجہ اشاعت علوم و فنون کی جانب مبذول ہے۔ سچ یہ ہے اس کی ذات ستودہ صفات ہی کا طفیل ہے کہ مصنفین و مولفین اس درجہ میں آچکے ہیں کہ اپنی معیشت سے بے فکر ہو کر علمی خدمات کے ذریعہ سے سب کو فائدہ پہنچائیں اور ذخیرہ علوم کی تکمیل کریں

---

[1] اعلیٰ حضرت نواب میر محبوب علی خاں آصفی، سادس فرمانروائے دکن (۱۸۶۹ - ۱۹۱۱ء) حالات زندگی کے لئے دیکھئے سوانحی خاکہ اکیلا محفل از ڈاکٹر حسن الدین احمد ولا اکیڈمی حیدرآباد ۱۹۸۲ء

ہم نے اس کتاب کو **عزائب الجمل** سے موسوم کیا ہے
یہ کتاب دو باب اور ایک خاتمہ پر شامل ہے۔ اور ہر ایک باب میں دو فصل ہیں
باب اوّل ۔ علم۔ یعنی اصول فن جمل سے متعلق ہے۔ جس کی پہلی فصل میں مراتب ابتدائی کا بیان ہے یعنی (۱) جمل کی تعریف (۲) فن جمل کی تاریخ (۳) غایت جمل کا بیان۔
اور دوسری فصل متعلق بموضوع جمل ہے جس میں (۱) حروف و اعداد جمل (۲) الفاظ جمل کی کیفیت (۳) اختلافات دلبستان جمل (۴) اقسام جمل (۵) قواعد وضوابط جمل بیان ہوئے ہیں۔
باب دوم ۔ عمل یعنی فروع جمل سے متعلق ہے جس کی پہلی فصل تاریخ سے مخصوص ہے یعنی (۱) تاریخ کی تعریف (۲) تاریخ کے اقسام (۳) تاریخ کے محاسن (۴) صنائع و بدائع تاریخ اس میں ۲۹ صنعتوں کا مفصل بیان ہے اور صرف انتیسویں صنعت کے ۲۸ اقسام بیان ہوئے ہیں۔ ہر ایک صنعت کی تعریف کے ساتھ تاریخی تمثیل پیش ہوئی ہے اور ہر ایک مثال کو صفت متعلقہ کے ساتھ مطابق کر کے دکھلایا گیا ہے۔ اور حتی الامکان اس امر کی کوشش کی گئی ہے کہ صنعت کے متعلق تاریخی واقعات بھی بیان ہوں۔
دوسری فصل ترقیم سے مخصوص ہے جس میں عرب وعجم کے طریقہ عمل کا بیان اور سنسکرت کے طریقہ ترقیم کی صراحت ہے۔
خاتمہ کو بھی دو حصص پر شامل رکھا ہے۔ حصہ اول میں سنین مختلفہ کی تاریخ اور حقیقت کا بیان ہے[۱]۔ یعنی سنہ موسوی سنہ عیسوی سنہ ہجری سنہ فصلی۔
دوسرے حصہ میں متاخرین و متقدمین و معاصرین کے تاریخی کلام کو ہدیۂ ناظرین کیا ہے اور نوعیت ہائے مختلفہ کو جدا جدا عنوان کے ساتھ دکھلایا ہے جیسے قصائد نعتیہ تاریخی۔ تواریخ ولادت تواریخ بسم اللہ خوانی تواریخ تقریب ختان۔ تواریخ شادی وکتخدائی۔ تواریخ سالگرہ دجوبلی۔ تواریخ غسل صحت۔ تواریخ جلوس و فرماں روائی۔ تواریخ فتوح۔ تواریخ وزارت تواریخ تالیف وتصنیف و طبع کتب۔ تواریخ بنا و تعمیر۔ تواریخ سزا۔ تواریخ فراغ حج۔ تواریخ رہائی از قید و تواریخ وفات۔

---

[۱] حسب ذیل سنین کو اس ایڈیشن میں شامل نہیں کیا گیا۔ سنہ آدمی سنہ ابراہیمی سنہ داؤدی سنہ محمدی سنہ مہدی سنہ ترکی سنہ الٰہی سنہ جلالی سنہ فارسی سنہ رومی سنہ نوروز۔

ہماری تمام تالیفات میں اس کتاب کو ایک امتیاز حاصل ہے کہ اولوالعزم فرماں رواؔ[1] نے بکمال شفقت و مہربانی ہم کو اس بات کی اجازت عطاء فرمائی کہ ہم اس کو اس قدردان علم و ہنر کے نام نامی سے معنون کریں۔

قصیدہ مدحیہ

جس کے کل اعداد یا ہر ایک شعر یا ہر ایک مصرع یا ہر لفظ ابتدائے مصرعہ یا ہر حرف آخر مصرع اول یا ہر مصرع کے حروف معجمہ یا مہملہ یا حروف مہملۂ مصرع اول و معجمہ مصرع ثانی یا معجمہ اول و مہملۂ مصرع ثانی کے اعداد مکملہ سے بصنعت عامۃ الورود تاریخ طبع کتاب حاصل ہوتی ہے بشرطیکہ ان اعداد کو ۳۰ پر ضرب دیں اور حاصل ضرب پر ۲۱ بڑھا دیں اور مجموعہ کو ۱۵ پر تقسیم کریں اور کسرات باقی ماندہ کو ۱۲۲ پر ضرب دیں۔

من در شب زیف تو ندیدم خطالب را — تا شمع رفت شانہ ترد کاکل شب را
گر آبلۂ پا بشکست آب سفر کرد — جویائے تو پرواتہ کند رنج و تعب را
ہر تشنہ کہ جویائے خمار نگہہ تست — از جوہر تیغ تو خورد آب عنب را
تیغ نگہت در حرم خاطر عشّاق — ودیدیم کہ بر طاق نہد پاس ادب را
تشبیب تو تطویل سخن را نہ پسندد — پچید بخم کاکل پر پیچ سبب را
ہشدار کہ چشم شہ خوبان نگراں ست (گریز) جور تو بعزیاد بر و شکوہ یلب را
محبوب بنام است و لقب آصف دوراں — ترجیح بنامش بنود حسن لقب را
صبتِ نغبش گوش بدل دارد و نامش — در گوشۂ دل جلوہ دہد قدرت رب را
شاہے کہ گرانباری لطفش بتقابل — پیوستہ بیک پلّہ نشاند جدواب را
ای خسرو اقلیم دکن آصف ذیجاہ — ذات تو شرف داد حسب را و نسب را
محبوب یداللّٰہی و زمین وجہ گہہ جنگ — بر فتح تو نازست شجیعان عرب را
بر مصحف روئی تو عیاں آتش و آب ست — سیمائے تو تفسیر کند حلم و غضب را
از شربت ذوق سخن آن لب جانبخش — بیمار تو پروانہ کند حدّت تپ را

---

[1] اعلیٰحضرت نواب میر محبوب علی خاں آصف جاہ سادس (وفات ۱۹۱۱ء)

تا آینه را کرد رخنت پشت بدیوار — آیینه روئے تو کشد عکس عجب را
صنعت بتحقیق نشود مرد مقابل — اخبار تو جوهر شکند صنع حلب را
در عهد تو اقدام شود سدّ جرائم — چشم عسس ملک تو داند نقب را
حاجت به طبیبے نبرد شکوهٔ بیمار — کو بر در رنجور کشاده است مطب را
قدر تو چه دانند حریفانِ سخن ساز — جاهل چه کند منزلتے فنِّ ادب را
تو طوطی شکّر شکن باغِ کلامی — حنظل خورِ هامون چه کند ذوق رطب را
آوازِ گدا رونقِ دربار کریم است — لب بستنِ من شهره دهد شور و شغب را
یا مردیِ تو تا نزند دست بدوشم — از دامنِ دولت نه کشم دست طلب را
از وسعتِ مضمون ثنا قافیه تنگ است — آن به که ردیفم بکشد حدّ ادب را
نطقم بزبان کرده ودیعت اهل دل (دعا) دستم بدعا عرصه دهد حسن طلب را
در حیزِ حکم تو شود گنبد گردان — در رقبهٔ ملک تو بود مسکن غبرا
در ظلِ همایون تو آسوده شود خلق — زافسان که سرت چتر کشد سایهٔ رب را
هر سال بصفر گرهش عمر تو ده چند — تا گوهر مه سبحه کشد رشته شب را

(۱) جمل کی تعریف

باب اول متعلق باصول جمل

فصل اول متعلق بمراتب ابتدائی

جمّل یا جمل ج پر پیش م پر تشدید اور زبر یا م پر زبر بلا تشدید زبان عربی کا لفظ ہے جس کے معنی ۔ حروف تہجی کو اعداد کے مقابلہ میں قائم کرنے کے ہیں ۔ جیسے الف مساوی قرار دیا جائے ایک کا ۔ یا بے کو مساوی قرار دیا جاوے دو کا

صاحب فرہنگ آصفیہ نے جیم اور میم دونوں کو مضموم لکھا ہے اور فرمایا ہے کہ جُمُل سے حروف ابجد کے اعداد کا حساب مراد ہے ۔ منشی انوار حسین تسلیم سہسوانی نے بھی اپنی تالیف ملخص تسلیم میں بضم جیم تازی و میم مضموم مشدد و نیز بہ تخفیف لکھا ہے ۔ فرماتے ہیں کہ جُمَّل حساب اعداد ابجد کو کہتے ہیں ۔ صاحب غیاث اللغات کا قول ہے کہ جمل بضم جیم و تشدید میم مفتوح بمعنی حساب اعداد حروف ابجد و یا بمعنی بہ تخفیف میم نیز آمدہ منتخب اللغات شاہجہانی میں مذکور ہے کہ جمل بضم جیم و فتح میم جملہا و بہ تشدید میم حساب ابجد و بہ تخفیف نیز آمدہ چنانکہ مشہور است و بقول منتہی الارب فی لغات العرب الجمل کسکّر و قد مخفف حساب ابجد است اور صاحب قاموس کا بھی یہی قول ہے لیکن اس کی شرح تاج العروس من جواہر القاموس میں کسی قدر صراحت کے ساتھ اس کا بیان ہے ماحصل لفظ جمل کے اعراب میں اتفاق اسی بات پر ہے کہ میم مفتوح ہے خواہ مشدد ہو یا غیر مشدد صاحب فرہنگ آصفیہ ۔ اور ملخص تسلیم نے غالباً صحت اعراب پر کم التفات فرمایا ہے ۔ ص ۱

(۲) فن جمل کی تاریخ

صاحب معدن الجواہر کا قول ہے کہ فن جمل عربوں کے ہاں اسلام سے پیشتر ہی سے مستعمل تھا[۲] جیسا کہ ایک حدیث شریف سے اس کا پتا چلتا ہے یعنی امام محمد بن اسحاق المطلبی المعروف بابن اسحٰق نے کتاب سیرۃ اور امام محمد بن اسمٰعیل البخاری نے کتاب التاریخ میں اور شیخ ابو محمد عبدالملک بن ہشام الحمیری نے کتاب سیرۃ میں نیز دوسرے محققین نے اپنی تصنیفات میں اس حدیث مبارک کا ذکر فرمایا ہے۔

قاضی بیضاوی اور نیز دوسرے مفسرین نے سورۂ بقرہ کے حروف مقطعات کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ علمائے یہود نے نبینا صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم سے سوال کیا اور آپ نے تعداد سنین کو اعداد حروف مقطعات سے مطابق فرما کر جواب دیا۔

شیخ الحدیث جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے حاشیۂ تفسیر بیضاوی میں جو شواہد الافکار سے موسوم ہے اور نیز تفسیر درّ منثور میں کتب معتبرہ حدیث کے حوالہ سے اس کا تذکرہ کیا ہے۔

عبدالرحمٰن بن خلدون نے یہی مقدمۂ تاریخ میں لکھا ہے۔

شیخ شہاب الدین احمد خفاجی نے حاشیہ تفسیر بیضاوی میں حساب جمل کی نسبت کہا ہے کہ وہ قدیم زبانوں کا (جیسے عبرانی زبان ہے) مشہور فن ہے اور توریت میں کثرت سے مستعمل ہوا ہے جیسا کہ امام غزالیؒ نے اپنی کتاب فضائح الیہود میں ذکر کیا ہے۔

ابن خلدون نے مقدمہ تاریخ میں لکھا ہے کہ دلالت ان حروف کی ان اعداد پر طبعی نہیں ہے اور نہ عقلی ہے بلکہ یہ دلالت وضعی واصطلاحی ہے جس کا اصطلاحی نام حساب جمل ہے بے شک یہ قدیم ومشہور اصطلاح ہے۔

میر غلام علی آزاد بلگرامی نے کتاب سبحۃ المرجان فی آثار ہندستان میں لکھا ہے کہ میں واقف نہیں ہوں کہ قاعدہ جمل کا واضع کون ہے اور کس نے حروف تہجی کے مقابلہ میں اعداد کو قائم کیا ہے

صاحب معدن الجواہر فرماتے ہیں کہ جمل صغیر کا واضع اللہ تعالیٰ ہے جلّ جلالہ وعم نوالہٗ جیسا کہ علی دو دھے نے کتاب محاضرہ الاوائل و مسامرۃ الاواخر میں لکھا ہے کہ پہلی تحریر جس کو اللہ تعالیٰ نے آسمان سے اتارا وہ ابجد ہیں اس کو سہیل نے ابن عباسؓ سے ذکر کیا ہے۔

اسی طرح شیخ احمد بونی نے کتاب شمس المعارف میں لکھا ہے کہ ابجد سریانی زبان کے الفاظ ہیں جو نازل ہوئے آدمؑ ادریس، نوح، موسیٰ، عیسیٰ علیہم السلام پر،

جمل صغیر کا پتا تو اسی قدر چلتا ہے جس کا ذکر اوپر ہوا۔ لیکن جمل وسیط اور جمل کبیر وغیرہ کا واضع کون ہے البتہ اس کی تحقیق نہیں ہو سکی۔ بعض متقدمین کا قول ہے کہ جمل وسیط اور جمل کبیر وغیرہ فن جمل کے اقسام فروعی ہیں اور ان سب کی اصل جمل صغیر ہے یعنی جمل صغیر ہی سے یہ سب اقسام پیدا ہوئے ہیں۔

ہم کہتے ہیں کہ جمل صغیر کو فن جمل کی ایک قسم قرار دینا چاہیئے ان اقسام کی تعریف اور ان کا باہمی فرق اور نیز یہ کہ جمل صغیر کو اصل کا قائم مقام کیوں قرار دیا گیا؟ ان تمام امور کو ہم اسی فصل کے ایک خاص بیان میں جو اقسام فن جمل سے موسوم ہو گا ذکر کریں گے۔

کتاب محاضرۃ الاوائل میں مذکور ہے کہ حکیم فیثا غورث نے جو (ہرمس اول کا شاگرد تھا) اسرار حروف واسمائے روحانیہ پر محققانہ بحث کی ہے اور طلسمات کا واضع بھی یہی شخص ہے اور علم وفق بھی (جس کی بناپر علم جمل پر قائم ہے) اسی کا وضع کیا ہوا ہے۔ اسی کے متعلق تاریخ حکماء میں ذکر ہے ہے کہ پہلا شخص جس نے علم وفق کو بنایا اور اس سے عجائبات کو پیدا کیا وہ فیثا غورث ہے اور فنون اوفاق میں جو اعدادی فن ہے عجیب چیزیں اسی سے منسوب ہیں۔

بعض رسائل میں اس کا ذکر ہے کہ زبر و بیّنات کے قاعدہ کا واضع حکیم ارسطاطالیس ہے صاحب معدن الجواہر فرماتے ہیں کہ ایسا کہنا درست نہیں ہے اس لئے کہ زبر اور جمل صغیر دونوں ایک ہیں پس اس کو ارسطاطالیس سے منسوب کرنا درست نہیں۔

ہم یہ عرض کرتے ہیں جن اہل تحقیق نے زبر و بیّنات کی ایجاد کو حکیم ارسطاطالیس سے منسوب کیا ہے وہ قابل حرف گیری نہیں ہیں۔ اگر مان لیا جائے کہ ہر ایک حرف کے مقابلہ میں عدد کے قائم کرنے کا واضع اللہ تعالیٰ ہے تو قاعدہ زبر و بینات کی ایجاد سے اس میں کوئی فرق نہیں پڑتا اس لئے کہ ہر ایک

حرف کو ملفوظی شکل یعنی اسم حرف کے اعداد کو زبر و بیّنات کہتے ہیں۔ مثلاً (ا) جس کی ملفوظی شکل (الف) ہے اس کے عدد بقاعدہ جمل (۱۱۱) ہیں پس شکل ملفوظی کے پہلے حروف کے عدد کو اصطلاح جمل میں (زبر) کہتے ہیں اور باقی کے اعداد کا نام (بیّنات) ہے یعنی (الف) میں حرف اول (ا) کا عدد (۱) زبر کہلاوے گا۔ حروف باقیہ۔ ل۔ ف۔ کے اعداد (۱۱۰) بیّنات سے موسوم ہوں گے اسی طرح (ب) کا ملفوظ (با) ہے جس میں (ب) کا عدد (۲) زبر ہے اور (۱) کا عدد (۱) بیّنات ہے اور واضعان اقسام جمل نے (زبر) ہی کو جمل صغیر کہا ہے۔ اور بیّنات کو جمل وسیط سے موسوم کیا ہے۔ اسی حالت میں اگر ہم قاعدہ زبر و بیّنات کی وضع کو کسی حکیم سے منسوب کریں تو ہمارا یہ کہنا اس امر مسلمہ کے مغائر نہیں ہے کہ جمل کا واضع حکیم مطلق ہے اس لئے کہ جمل اصل ہے اور اس کے تمام اقسام اس کے فروع۔ ہماری تحقیق اور رائے میں حکیم مطلق کو واضع جمل صغیر کہنا بھی من وجہ درست نہیں ہے جیساکہ معدن الجواہر نے فرمایا ہے بلکہ اس کو مطلقاً جمل کا واضع کہنا چاہیئے لائق مصنف موصوف کے ذہن مبارک میں یہ اشکال اسی لئے پیدا ہوئی ہے کہ آپ نے حکیم مطلق کو واضع جمل صغیر تسلیم کرنے میں زیادہ غور نہیں فرمایا ہم بلحاظ تعریفات اقسام و اقوال صاحبان تحقیق یوں کہہ سکتے ہیں کہ جمل کا واضع حکیم مطلق ہے اور واضع جمل صغیر و کبیر (یعنی زبر و بیّنات) حکیم ارسطاطالیس واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

اسی طرح بعض اہل تحقیق نے لکھا ہے کہ جمل کبیر کا واضع بھی حکیم ارسطاطالیس ہے اور صاحب معدن الجواہر نے اس تحقیق پر بھی اپنا اختلاف ظاہر فرمایا ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ اس کے تصفیہ کے لئے بھی ہمارا وہ بیان کافی ہے جو گزرا جس کے بعد کوئی محل اشکال باقی نہیں رہتا۔

علمائے سنسکرت کا قول ہے کہ واضع حروف مقطعات ہی واضع جمل ہے اس فن کے متعلق سنسکرت میں متعدد کتابیں ہیں۔ اور خاص خاص علوم کو متقدمین نے قاعدہ ترقیم میں لکھا ہے (قاعدہ ترقیم کا ذکر ہم نے اس کتاب کی فصل دوم متعلقہ باب دوم میں کیا ہے) سنسکرت میں ایک لاکھ اسّی ہزار الفاظ ایسے ہیں جن کے لئے اعداد مقرر ہیں۔ یعنی اعداد حروف کے سوا اعداد الفاظ کا بھی قاعدہ مقرر ہے اعداد حروف میں سنسکرت نے عدد ہزار پر قناعت نہیں کی ہے بلکہ مرتبۂ الوف کے بعد ایک حرف کا عدد لاکھ ہے اسی طرح ایک حرف کا عدد کروڑ ہے اور یہ سلسلہ ختم تعداد حروف تک مسلسل چلا گیا ہے۔ کیونکہ سنسکرت میں حروف تہجی کی تعداد ۲۸ سے زیادہ ہے لہٰذا اعداد کے مراتب بھی زیادہ ہیں اور اعداد الفاظ کا قاعدہ اختصار کے لئے قائم ہوا ہے اور

دنیا میں اس پر عمل سات ہزار سال سے بیان ہوا ہے۔ اور اس کی وضع کا سہرہ کسی مخلوق کے سر نہیں ہے یعنی ان کے پاس بھی خلاق اکبر جل جلالہٗ واضع جمل ہے۔

فن جمل کو سنسکرت میں سنکیت ودیا کہتے ہیں۔ اور اس کا رتبہ حروف سے مقدم مانا گیا ہے یعنی حروف سے دنیا کی حاجتیں اس قدر نہیں پوری ہوتیں جس قدر قاعدہ ترقیم سے اور اعلیٰ علوم کی اکثر کتابیں قاعدہ ترقیم میں لکھی گئی ہیں۔ مگر نقل نویسی نے قاعدہ ترقیم میں غلطیوں کا طومار باندھ دیا۔ اور غلط نگاروں کی بدولت ہندسوں کی شکل کچھ سے کچھ ہو گئی۔ اور ترقیم میں قواعد کثیرہ کی تدوین اور ان کی تعریفات کے بخل نے صدہا کتابوں کو لاینحل قرار دیا۔ آج ہم ان کو صرف دیکھتے ہیں اور پڑھ نہیں سکتے تاڑ کے پتوں پر ایسی چیزیں بہت سی ہیں اور بعض کی نسبت یہ پتا بھی چلا ہے کہ فلاں فن میں لکھی گئی ہیں۔ لیکن کاتب نے اس تحریر کے آغاز میں قواعد ترقیم کا کوئی اشارہ نہیں کیا جس سے ہم ان کے مطالب سے فائدہ حاصل نہیں کر سکتے۔

(۳) غایت جمل کا بیان

اس فن لطیف سے اہل جفر و نجوم و تکسیر وغیرہ کی جو کچھ بھی غایت رہی ہو لیکن اہل جمل نے اس سے دو طرح پر کام لیا ہے۔

(۱) ہندسوں کا کام حروف سے (۲) حروف کا کام ہندسوں سے

نمبر (۱) کا استعمال عرب میں اس طرح پایا گیا ہے کہ ابتداء میں کل حسابی مقاصد حروف ہی سے حاصل کئے جاتے تھے۔ یعنی رقمی ہندسوں کی ایجاد سے پہلے تمام حساب کتاب حروف ہی میں بقاعدہ جمل ہوا کرتا تھا۔ اوراق کتب پر شمار کے نمبر بھی حروف ہی میں لکھے جاتے تھے بعض پرانی کتابیں ہماری نگاہ سے بھی گزری ہیں۔ جن کے صفحات پر حروف ہی سے شمار قائم تھا بقول بعض اہل تاریخ کے جب عربوں نے باغراض حسابی ہندسوں کو ایجاد کیا تو اعداد کی مختصر شکل سے ان کو تسکین نہ ہوئی اس لئے کہ اکثر ہندسوں کی شکل سہل التغیر ہے خصوصاً صفر۔ پھر عربوں نے نقدی کاروبار کے لئے رقمی ہندسے ایجاد کئے جن کی شکلیں معنی خیز اور حروف سے مرکب ہیں۔ ہم نے اپنی تالیف سیاق دکن میں ان ہندسوں کی حقیقت تفصیل کے ساتھ لکھی ہے لیکن رقمی ہندسوں کے وضع ہونے کے بعد بھی وہ حسابی کاروبار جو رقمی معاملات کے سوا تھا حروف ہی میں قائم رہا۔ ہم نے بعض عربی ایسے کتب بھی دیکھے ہیں جو سنہ چار سو ہجری کے بعد لکھے گئے ہیں جن کے صفحات کا شمار بھی حروف ہی

میں پایا گیا۔

بعض محققین نے اس کا ذکر کیا ہے کہ توریت میں بعض احوال یعقوب علیہ السلام ۱۳۶ احکام کی تعداد کو (تربیع مصوب) کے الفاظ میں بیان کیا گیا ہے اور اس میں عین کا عدد بعوض ۷۰ کے ۲ لیا گیا ہے۔ یہ عددی اختلاف دبستانوں کے اختلاف کا نتیجہ ہے جس کا بیان ہم فصل دوم کے آخر میں ایک خاص مقام پر کریں گے

بہرحال یہ امر مسلمہ ہے کہ واضع جمل کی غایت اس فن کے وضع کرنے سے یہی تھی کہ کتابت کے اغراض کے ساتھ حسابی ضرورت بھی حروف ہی سے پوری ہو اگر یہ مقصد نہ ہوتا تو واضع حروف حروف کے ساتھ ساتھ ہندسوں کے اشکال بھی وضع کرتا کیوں کہ دنیوی کاروبار میں غرض کتابت حروف و حساب ایک دوسری کی لازم ملزوم ہے۔

اہل تاریخ نے ہر ایک زبان کے ہندسوں کے وضع کی تاریخ مختلف طریقوں پر لکھی ہے لیکن کسی نے ہندسوں کی قدامت کو حروف کے ساتھ مساوی نہیں تسلیم کیا۔

جب ہر ایک زبان کے ہندسوں کا واضع کوئی نہ کوئی شخص مانا گیا ہے اور یہ کہا گیا ہے کہ اس سے پہلے ہندسوں کا وجود نہ تھا تو اس سے یہی قیاس قائم ہوتا ہے کہ ہر ایک زبان میں ہندسوں کی ایجاد سے قبل حروف ہی سے حسابی کام لیا جاتا تھا۔

پس واقعات کی یادگار کے لیے چند ایسے حروف کا تعین کردینا جن کے مجموعی اعداد سنہ واقعہ کے مساوی ہوں اسی پہلی غایت میں داخل ہے۔ ہم نے بہت کچھ تلاش کی لیکن ہم کو عربی زبان میں قدما کے کلام سے کوئی ایسے الفاظ تاریخی ہاتھ نہ آئے جو معنی دار بھی ہوں اور نفس واقعہ کے ساتھ تعلق رکھتے ہوں۔ ہم اس کا تفصیلی بیان اس کتاب کے دوسرے باب میں بعض (تاریخ) کریں گے۔

حاصل یہ ہے کہ حروف سے ہندسوں کا کام لینا فن جمل کی پہلی غایت ہے اور اس کو غایت اصلی سمجھنا چاہیئے۔

نمبر(۲) یعنی دوسری غایت کو غالباً طبّاعوں نے اپنے زور طبیعت سے پیدا کر لیا ہے اور سمجھا جاتا ہے کہ یہ طریقہ کتاب راز کے لئے بہت مفید ہے۔ اہل تکسیر و وفق و دعوت نے تو قواعد کے مطابق اس سے کام لیا ہے لیکن عموماً خط و کتابت کا ہندسوں ہی میں کرنا اختراع طبّاعان عجم کہا گیا ہے جس کو ہم اس کتاب کی فصل دوم متعلقہ باب دوم میں بیان کریں گے۔ اس موقع پر دوسری غایت کے اظہار میں ہم اسی قدر بیان پر قناعت کرتے ہیں کہ اصطلاح جمل میں اسی کا نام ترقیم ہے اور قاعدہ ترقیم سے اور زبانوں کی بہ نسبت سنسکرت نے زیادہ کام لیا ہے۔ ہندوستان میں بھی فی زمانناً اس پر عمل درآمد ہے۔ جس اصول پر ٹیلگراف یعنی تار برقی کا کام جاری ہے وہ قریب قریب اسی کے ہے۔ اگرچہ اس میں اعداد حروف جمل کی مطابقت نہیں ہے۔

فصل دوم متعلق بہ موضوع جمل

(۱) حروف و اعداد حروف کا بیان

(۱) عربی زبان کے متعلق۔ صاحب قاموس فرماتے ہیں کہ لفظ حرف کا اطلاق صرف لغوی یعنی حرف ہجا پر ہے جو کلمہ کا مادہ ہے اور نیز حرف، اصطلاحی یعنی حرف معنوی پر جو کلمہ کے اقسام سہ گانہ کی ایک قسم ہے۔ حرف کی جمع حروف آئی ہے اور یہ عربی زبان کا لفظ ہے۔

حروف ہجا کو حروف تہجی اور حروف مبانی اور حروف معجم اور حروف منفردہ اور مفردات اور حروف منفصلہ و مقطعات بھی کہتے ہیں۔

علامہ بونی نے شمس المعارف الکبریٰ میں فرمایا ہے کہ بے شک ہر ایک امت کا بھید اس کتاب میں ہے اور کتاب اللہ کا بھید حروف میں اور حروف مختلف اشکال رکھتے ہیں۔

شیخ اکبر نے فتوحات مکیہ میں ارشاد فرمایا ہے کہ بے شک حروف ائمہ ہیں الفاظ کے اور گواہی دیتی ہیں اس پر حفاظ کی زبانیں۔

کتب معتبرہ سے یہ بات ثابت ہے کہ زبان عربی کے حروف تہجی سب سے پہلے ابوالبشر آدم صفی اللہ علی نبینا و علیہ السلام پر نازل ہوئے جن کا مجموعہ الفاظ ذیل میں ہے۔ اَبتث۔ جَحخذ۔ ذِرزَس شِصط۔ ظَعغف۔ قکلم۔ نوہی

شیخ علی دوہ نے کتاب محاضرۃ الاوائل و مسامرۃ الاواخر میں تفسیر الفضول سے نقل کیا ہے کہ پہلی جو چیز آدم علیہ السلام پر ماہ رمضان کی پہلی رات میں نازل ہوئی وہ دس صحیفے ہیں۔ اور انھیں میں تھا سورہ حروف مقطعہ اور ان صحیفوں میں ۲۹ حروف تھے۔

علامہ بونی نے شمس المعارف میں بحوالہ بحر الوقوف لاحمد البونی فرمایا ہے کہ پہلی کتاب جو آدم علیہ السلام پر نازل ہوئی وہ حروف معجم ہیں۔

پھر یہ کہا ہے کہ جب سوال کیا گیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حروف معجم کا تو آپ نے فرمایا کہ حروف معجم اب ت ث (الخ) ہیں۔

پھر علامہ موصوف کا قول ہے کہ چونکہ وہ حروف عربی ہیں لہذا آپ نے ان کا نام عربی حروف رکھا اور انھیں حروف میں تمام نازل شدہ کتابوں اور صحیفوں کے اسرار ہیں اور ان کے علاوہ اور اسرار بھی ہیں۔ لیکن ابجد سریانی ہے۔

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب المنظہر میں لکھا ہے کہ عبد الملک بن حبیب نے فرمایا کہ پہلی زبان جس کے ساتھ آدم علیہ السلام جنت سے اتر آئے عربی تھی۔ زمانہ دراز کے بعد تحریف ہو کر سریانی ہو گئی اور منسوب ہے ملک سوران کی جانب۔ اور ملک سوران ایک جزیرہ تھا جس میں تھے نوح علیہ السلام اور ان کی قوم غرق ہونے سے پہلے۔

جس قدر ہم نے اوپر عرض کیا ہے اس کا ماحصل یہ ہے کہ حروف تہجی عربی کا معلم اول اور منزل خداوند کریم ہے جل جلالہ۔ اور ابو البشر آدم علیہ السلام پہلے شخص ہیں جن پر حروف عربیہ نازل ہوئے اور جن کی صراحت نبینا علیہ السلام نے فرمائی۔

ابجد آدم میں جس کے الفاظ کا ذکر اوپر ہوا ہے انھیں حروف عربیت کا سلسلہ ہے اور ابجد معروفہ ومروجہ میں حروف تو وہی ہیں۔ لیکن ان کا سلسلہ اور ان کی ترتیب اور ان کے الفاظ سریانی زبان کے ہیں اور اسی ابجد کو بعض محققین نے ابجد نوحی کہا ہے۔ جو نوح علیہ السلام سے منسوب ہے[1]۔

بعض اہل تحقیق نے حروف تہجی کی تعداد ۲۹ بیان کی ہے اور لا کو ایک حرف قرار دیا ہے۔ اور بعض نے اس سے اختلاف کیا ہے۔ اور بعض نے ہمزہ کو بھی حروف میں شمار کیا ہے اور اس طریقہ سے ۲۹ کی بھرتی کی ہے لیکن اس میں بھی بہت کچھ اختلاف رہا ہے۔ اہل جفر و رمل و دعوت و سیمیا وغیرہ کا اتفاق اس پر ہے کہ ہمزہ کو تعداد حروف تہجی میں شمار نہ کرنا چاہیئے اور حروف تہجی کو ۲۸ تسلیم کرنا چاہیئے چنانچہ جار بردی نے بھی شرح شافیہ میں لکھا ہے کہ مبرد نحوی نے حروف تہجی کو ۲۸ شمار کیا ہے اور ہمزہ کو ترک کیا ہے۔ اس لئے کہ ہمزہ کے لئے کوئی صورت نہیں ہے۔ یعنی وہ کبھی واؤ کی شکل میں ہوتا ہے اور کبھی یا کی شکل میں اور کبھی الف کی۔ لہذا ہمزہ کو ان حروف میں شمار نہیں کیا جن کی شکلیں محفوظ اور معروف ہیں۔

الحاصل واضع جمل نے ۲۸ حروف تہجی عربی سے بسلسلۂ ترتیب ابجد نوحی ہر ایک حرف کے لئے ایک عدد خاص قرار دیا ہے۔ پس اعداد کے سلسلہ اور ترتیب میں پہلا درجہ احاد کا ہے۔ یعنی اکائیوں کا اور دوسرا درجہ عشرات یعنی دہائیوں کا اور تیسرا درجہ مات کا یعنی سیکڑے۔ اور چوتھا درجہ الوف کا جس میں صرف ایک حرف کے ایک ہزار عدد ہیں۔ اس لئے کہ مجموعی تعداد حروف میں گنجائش اسی قدر تھی۔ [1]

ہم اس موقع پر ابجد آدم سے قطع نظر کرتے ہیں جو کہ متروک ہے اور اس وجہ سے کہ ابجد نوحی مقبول اور مروّج ہے۔ صرف اسی کو ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں۔ اور یہ بات تحقق نہ ہو سکی کہ ابجد آدم کو جس کے حروف

کی ترتیب، ترتیب مروجہ میں حروف تہجی کے ساتھ مطابق تھی کیوں فروغ نہ ہوا۔

الغرض واضع جمل نے ۲۸ حروف تہجی سے ۹ حروف کو احاد کے لئے مخصوص کیا اور نو کو عشرات کے لئے اور نو کو مات کے لئے اور ایک حرف کو الف کے لئے ملاحظہ ہو نقشہ ذیل جس کو ہم نے نقشہ الف سے موسوم کیا ہے جس سے یہ چاروں مدارج مع ہر ایک حرف کے عدد مقررہ کے ظاہر ہوتے ہیں۔

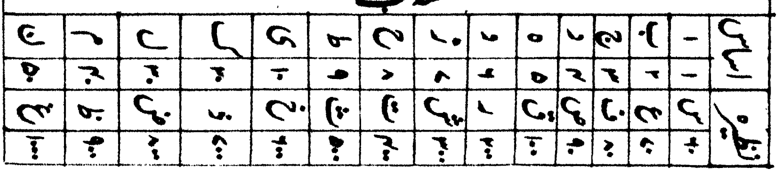
نقشہ الف

احاد	ا	ب	ج	د	ہ	و	ز	ح	ط
اعداد	۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹
عشرات	ی	ک	ل	م	ن	س	ع	ف	ص
اعداد	۱۰	۲۰	۳۰	۴۰	۵۰	۶۰	۷۰	۸۰	۹۰
مأت	ق	ر	ش	ت	ث	خ	ذ	ض	ظ
اعداد	۱۰۰	۲۰۰	۳۰۰	۴۰۰	۵۰۰	۶۰۰	۷۰۰	۸۰۰	۹۰۰
الف	غ								
عدد	۱۰۰۰								

اسمٰعیل بن محمد القنوی نے حاشیہ تفسیر بیضاوی میں انھیں چار مراتب کا ذکر کیا ہے۔ اور ہر ایک حرف کے مقابل انھیں اعداد کو قائم کیا ہے۔ جو نقشہ بالا میں لکھے گئے ہیں اور کہا گیا ہے کہ یہ طریقہ مشارقہ کا ہے۔ مغاربہ کو اس سے کسی قدر اختلاف ہے۔ جس کا تفصیلی بیان اسی فصل میں آئے گا۔

بعض اہل جمل نے لکھا ہے کہ کل حروف تہجی کو ان کے اعداد کے ساتھ دو سطروں میں لکھنا چاہیئے۔ سطر اول کا نام اصطلاح جمل میں اساس ہے اور سطر دوم کا نام نظیرہ۔ اس اعتباری عمل سے اعداد حروف میں کوئی فرق نہیں آتا ہم نقشہ ذیل میں جس کو نقشہ (ب) سے موسوم کرتے ہیں۔ اس ترتیب کو بھی ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔

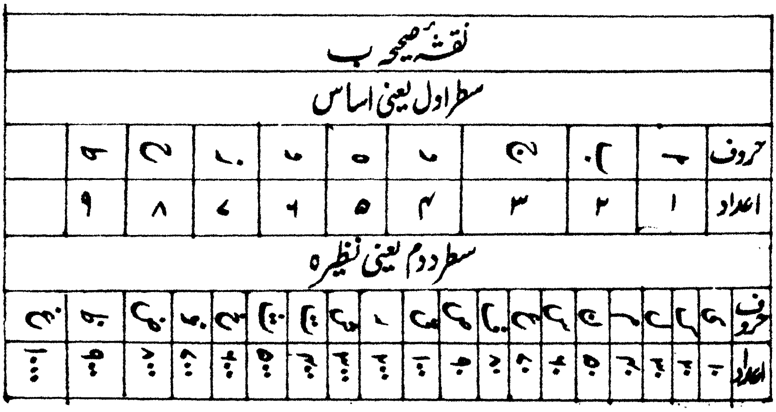
نقشۂ ب



اساس:۔ زبان عربی کا لفظ ہے بفتح اول و ثانی بمعنی بنیاد اور لفظ نظیرہ بھی عربی ہے بمعنی مہتر قوم و دیدبان و نگہبان لشکر۔ اور نظیر کے معنی مثال کے بھی ہیں۔ اور اس اصطلاح میں تائے تانیث صرف بلحاظ جمع حروف ہے۔

صاحب ملخص تیسلیم نے ان دونوں اصطلاحی ناموں کو انھیں دو سطروں کے مقابل لکھا ہے۔ جس کی نقل ہم نے نقشہ (ب) میں کی ہے۔ لیکن بعض اہل تحقیق کے قول سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ صاحب ملخص تیسلیم یا کاتب مطبع نے دوسری سطر کے بعض حروف کو صرف اصول تنصیف پر سطر اول میں شامل کر دیا ہے۔ درحقیقت (نقشہ الف) ہی کی پہلی سطر کا نام اساس ہے جس میں کل حروف متعلق بہ احاد ہیں اور ظاہر ہے کہ احاد بنیاد ہیں عشرات اور مأت اور الف کی دوسری سطر میں ان حروف کو لکھنا چاہیئے جو عشرات اور مأت و الف سے متعلق ہیں جو نظیرہ ہیں سطر اول کے

پس۔ ہماری تحقیق میں نقشہ صحیحہ (ب) حسب ذیل ہوگا۔



(۲) فارسیوں اور ہندیوں کا عمل جمل۔ صاحبان تحقیق پسند نے فرمایا ہے کہ جب فارسیوں نے اس فن کو اپنی زبان میں مروج کیا تو ان کو ضرورت پیش آئی کہ زبان فارسی کے مخصوص حروف پ چ ژ گ کے اعداد قائم کریں پس انھوں نے پ کو ب کا قائم مقام قرار دیا۔ اور چ کو ج کا قائم مقام تجویز کیا اور ژ کو ز کا عدیل اور گ کو ک کا مساوی۔

جب ہندستان میں یہ فن شائع ہوا تو ہندیوں نے فارسیوں کی پیروی کی۔ ٹ۔ ڈ کو ت د کا قائم مقام کیا اور ڑ کو ر کی جگہ دی۔ اس تصرف جائز کی تصویر ہم نقشہ ذیل میں ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں جس کو ہم نے نقشہ (ج) سے نامزد کیا ہے۔

نقشہ ج

آحاد	ا	ب پ	ج چ	د ڈ	ہ	و	ز ژ	ح	ط
	۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹

عشرات	ی	ک گ	ل	م	ن	س	ع	ف	ص
	۱۰	۲۰	۳۰	۴۰	۵۰	۶۰	۷۰	۸۰	۹۰
مئات	ق	ر ڑ	ش	ت ٹ	ث	خ	ذ	ض	ظ
	۱۰۰	۲۰۰	۳۰۰	۴۰۰	۵۰۰	۶۰۰	۷۰۰	۸۰۰	۹۰۰
الوف	غ								
	۱۰۰۰								

(۴) زبان سنسکرت کا جمل۔ سنسکرت کے بعض عالموں کا قول ہے کہ عربوں نے طریقہ جمل کو زبان سنسکرت سے اخذ کیا ہے اور اس کے متعلق ہم اپنی تحقیق کو ایک حد تک فصل اول میں بیان کر آئے ہیں۔ سنسکرت کے کل حروف مقطعات (۳۶) ہیں (پنڈت جگت پرشاد ودیا بھوشن ترکہ سرومنی۔ انتخاب ہند) نے سچ کہا ہے کہ الوف کے درجہ میں حروف سنسکرت متعدد ہیں اور عربوں نے قلت حروف کی وجہ سے صرف غ کے عدد ۱۰۰۰ پر قناعت کی ہے۔ پس سنسکرت میں کثرت حروف کی وجہ سے مرتبہ الوف بھی مثل اور مراتب کے کامل ہے۔

الغرض حروف سنسکرت اور ان کے اعداد مقررہ کی صراحت ہم نے نقشہ ذیل میں کی ہے۔ جس کو نقشہ (د) سے موسوم کرتے ہیں جس طرح ابجد نوحی میں سلسلہ حروف تہجی باغراض جمل بدلا ہے اسی طرح سنسکرت میں بھی باغراض جمل حروف کا سلسلہ اصلی قائم نہیں ہے۔ اور جس طرح ابجد آدم میں بمقابلہ ابجد نوحی اعداد مقررہ میں اختلاف ہے۔ اسی طرح سنسکرت میں کوئی ابجد بلحاظ ترتیب حروف ابجد آدم کا قائم مقام نہیں ہے۔

احاد			عشرات			مائت			الوف		
صورت حرف	تلفظ	اعداد	صورت حرف	تلفظ	اعداد	صورت حرف	تلفظ	اعداد	صورت حرف	تلفظ	اعداد
	پا	۱		نے	۱۰		تو	۱۰۰		ٹو	۱۰۰۰
	را	۲		جا	۲۰		ٹھا	۲۰۰		گا	۱۰۰۰۰
	دے	۳		گھے	۳۰		ری	۳۰۰		چھا	۱۰۰۰۰۰
	ثا	۴		آ	۴۰		مُو	۴۰۰		او	۱۰۰۰۰۰۰
	کا	۵		وا	۵۰		ڈھا	۵۰۰		وُ	۱۰۰۰۰۰۰۰
	تھا	۶		لا	۶۰		ڈا	۶۰۰		سوی	۱۰۰۰۰۰۰۰۰
	وی	۷		بھا	۷۰		ہا	۷۰۰		ئی	۱۰۰۰۰۰۰۰۰۰
	چا	۸		دھا	۸۰		ئی	۸۰۰		اوُ	۱۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰
	کھا	۹		یا	۹۰		بھا	۹۰۰		پھا	۱۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰

اور چونکہ عربی میں ابجد آدم خود متروک ہے اور ابجد نوحی ہی پر عمل ہے لہذا اسنکرت کو عربی کے ساتھ اس خاص باب میں اتحاد کامل ہے ہمارے اس بیان کو ناظرین اس وقت سمجھ سکیں گے جب کہ آئندہ بیان (الفاظ جمل) سے ابجد آدم اور ابجد نوحی کے فرق پر قادر ہوں۔

(۴) رومیوں کا جمل۔ رومیوں نے بھی اس فن کی جانب توجہ کی ہے اور اس کی غایت پر غور کر کے اپنی زبان کے صرف ۷ حروف کے لئے اعداد قرار دیئے ہیں اور انھیں سات حروف کی تکرار سے حسابی کل مراتب میں کام لیا ہے ہم کو کسی تاریخ سے اس کا پتہ نہیں ملا کہ اس کا واضع کون ہے اور کس زمانہ سے رومیوں کے پاس یہ عمل جاری ہے۔ ان کی ایجاد کے قدرداں اس وقت مغربی قومیں ہیں۔ جن میں سے ایک انگریز بھی ہیں جن کے پاس

(۱) حرف	آئی (I)	کا ایک عدد محسوب ہوتا ہے اور
(۲) حرف	وی (V)	کا عدد پانچ ہے اور
(۳) حرف	یکس (X)	کا عدد دس ہے اور
(۴) حرف	ایل (L)	کا عدد پچاس ہے اور
(۵) حرف	سی (C)	کا عدد سو ہے اور
(۶) حرف	ڈی (D)	کا عدد پانچ سو ہے اور
(۷) حرف	ایم (M)	کا عدد ہزار ہے۔

اہل تاریخ لکھتے ہیں کہ عربی ہندسوں کی ایجاد ہونے سے قبل رومی طریقے سے کام لیا جاتا تھا۔ اور یورپ کا طرز عمل یہی تھا کہ ہندسوں کے عوض انھیں حروف سے حسابی کاروبار کرتے تھے اور ہندسوں کے وضع ہونے کے بعد بھی بعض خاص کاموں میں اعداد کے عوض حروف سے کام لیا جاتا ہے[۱]

زمانہ حال کے ایک طباع انگریزی شاعر نے حافظ شیرازی کی تاریخ وفات (خاک مصلیٰ - ۷۹۱) کا انگریزی زبان میں اس خوب صورتی کے ساتھ ترجمہ کیا ہے کہ اگر اس میں صرف حروف بالا کے اعداد شمار ہوں تو ان اعداد کے مجموعہ سے سنہ وفات حاصل ہوتا ہے۔ اس سے یہ بات ظاہر ہے کہ انگریزی شعرا بھی فن جمل اور اس کی غایت نمبر (۱) سے دلچسپی رکھتے ہیں۔ حافظ شیراز علیہ الرحمۃ کا جو دیوان یورپ میں چھپا ہے اس کے خاتمہ پر تاریخ متذکرۂ بالا موجود ہے۔

اگر طباع لوگ ہر ایک زبان میں جس میں فن جمل رائج نہ ہوا ابجد آدم کے اصول پر تاریخ لکھنا چاہیں تو برابر لکھ سکتے ہیں۔ اور ان کی یہ جدت اس زبان کے لٹریچر پر احسان کرے گی کہ ایک لطیف اعداد

فن کو انھوں نے اس میں داخل کیا۔

جن زبانوں میں فن جمل نہیں ہے۔ ان میں اس فن کا دخل صرف با صول ابجد آدمؑ ہو سکتا ہے۔ ورنہ سلسلہ حروف مقطعات کو تہ و بالا کرنے کے لئے کوئی مستحکم اصول موجود نہیں ہے۔ اور نہ یہ بات پایہ تحقیق کو پہنچی ہے کہ واضع جمل عربی و سنسکرت نے حروف تہجی کے سلسلہ کو کس اصول اور کس بنیاد پر تہ و بالا کیا ہے۔ اس موقع پہ پہنچ کر ہم ابجد آدمؑ کو بہت قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اس میں بڑی خوبی ہے کہ غیر زبانوں میں جمل کو رواج دینے کے لئے ابجد آدمؑ ہی رہنما رہے۔

(۲) الفاظ جمل کا بیان

بیان عام۔ صاحب معدن الجواہر نے لکھا ہے کہ ترتیب حروف تہجی کے لئے باغراض جمل چند الفاظ موضوع اور مقرر ہیں بعض نے ان الفاظ کو الفاظ ابجدیہ کہا ہے اور ابجد باوجودیکہ سریانی زبان کا لفظ ہے لیکن عربوں کے پاس بقاعدہ عربی اس کی جمع ابوجاد آئی ہے۔ جیسا کہ شیخ علی ددہ نے کتاب محاضرۃ الاوائل میں لکھا ہے۔

سہیلی نے کہا ہے کہ ابوجاد ایک ایسے لفظ پر مستعمل ہوا ہے جس کے لئے جائز نہیں ہے۔ مگر یہ کہ وہ عربی ہو کہا جاتا ہے۔ ہذا ابوجاد۔ رأیت اباجاد۔ و مررت بابی جاد اور اس کے معنی میں اختلاف کیا گیا ہے۔

صاحب شمس اللغات نے لفظ ابوجاد کا ذکر کیا ہے کہ وہ ابجد ہے اور صاحب موید الفضلا لفظ ابوجاد پر فرماتے ہیں کہ اس سے ابجاد مراد ہے پس ابجد کی جمع ابجاد اور ابوجاد متحقق ہے بڑی حیرت اس پر ہے کہ لغات عرب اس باب میں ساکت ہیں۔

بعض محققین نے الفاظ ابجد ہوزحطی کی نسبت لکھا ہے کہ وہ معنی دار ہیں۔ جو کچھ ان کا خیال ہے ہم اس کو اسی بیان میں اس کے موقع پر ہدیہ ناظرین کریں گے۔

اہل تحقیق کا اس پر اتفاق ہے کہ مختلف اعتبارات سے الفاظ جمل کے مختلف اقسام ہیں۔ صاحب ملخص تسلیم نے بھی چند اقسام کا ذکر فرمایا ہے۔ اور صاحب معدن الجواہر نے مع شئی زاید ان کی تعریف کی ہے۔ لیکن طرز بیان میں کچھ ایسی گڑبڑ ہو گئی ہے کہ شائقین فن سمجھنے کے اشتیاق میں سر پکڑ کر رہ جاتے ہیں۔ لہٰذا ہم نے ان کی ترتیب نہ صرف بیان اقسام کے طور پر قائم کی ہے بلکہ جا بجا اس بات کے سمجھانے کی بھی کوشش کی ہے کہ کون سی قسم مورخ کے لئے کس موقع پر کام آتی ہے۔ بنیاد

اس کے لحاظ سے مقدم تو وہی ابجد نوحؑ ہے جس کو ہم نے اپنی اس ترتیب میں دوسرا نمبر دیا ہے۔ لیکن قدامت کا سہرہ باوا آدمؑ کی ابجد کے سر ہے یہی وجہ ہے کہ اس کو ہم سب سے پہلے عرض کرتے ہیں۔

(۱) ابجد آدمؑ۔ سب سے قدیم اور پرانی ابجد کے الفاظ جن کو بعض محققین نے ابجد آدمؑ کہا ہے (۷) ہیں۔

(۱) **ابتث** جس میں حروف ا ب ت ث ہیں
(۲) **جحخد** جس میں حروف ج ح خ د ہیں
(۳) **ذرزس** جس میں حروف ذ ر ز س ہیں
(۴) **شصضط** جس میں حروف ش ص ض ط ہیں
(۵) **ظعغف** جس میں حروف ظ ع غ ف ہیں
(۶) **قکلم** جس میں حروف ق ک ل م ہیں
(۷) **نوہی** جس میں حروف ن و ہ ی ہیں

ان الفاظ کے متعلق ہم کچھ زیادہ نہیں لکھیں گے اس لئے کہ ہم گزشتہ حصہ کتاب میں بیان کر آئے ہیں یہ ابجد متروک ہے اگر مروج رہتی تو اعداد مروجہ و مخصوصہ حروف ابجد نوحؑ میں کا یا پلٹ ہو جاتی اور اس کا نام بعوض ابجد ابتث رکھا جاتا اور اس کی اشاعت میں اعداد و مراتب حروف حسب نقشہ ذیل قرار پاتے۔

اکائی	ا	ب	ت	ث	ج	ح	خ	د	ذ
	۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹
دہائی	ر	ز	س	ش	ص	ض	ط	ظ	ع
	۱۰	۲۰	۳۰	۴۰	۵۰	۶۰	۷۰	۸۰	۹۰
سیکڑہ	غ	ف	ق	ک	ل	م	ن	و	ہ
	۱۰۰	۲۰۰	۳۰۰	۴۰۰	۵۰۰	۶۰۰	۷۰۰	۸۰۰	۹۰۰
ہزار	ی								
	۱۰۰۰								

بعض اہل تحقیق نے ابجد آدم کی تعریف کی ہے اس لئے کہ حروف تہجی کی مروجہ ترتیب اس میں قائم ہے۔ صاحب لطف تسلیم نے لکھا ہے کہ اس ابجد کے ہر ایک لفظ میں پہلا حرف مفتوح ہے اور دوسرا مکسور اور تیسرا مضموم اور چوتھا ساکن۔

ہم نے اس کا ذکر صرف تاریخی طریقہ پر کر دیا ہے۔ جمل مروجہ میں اس کا کچھ دخل نہیں ہے۔ لیکن اگر کوئی مورخ اس صراحت کے ساتھ کہ ہم نے ابجد آدم پر عمل کیا ہے تاریخ لکھے تو اس پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔

صاحب معدن الجواہر نے ابجد آدم کا ذکر فرمایا ہے۔ لیکن اس کے اعداد میں ان سے غالباً تسامح ہوا ہے ان کا مرتبہ نقشہ حسب ذیل ہے۔

حروف	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
اعداد	۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰ ۱۱	۱۲	۱۳	۱۴	
حروف	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	
اعداد	۱۵	۱۶	۱۷	۱۸	۱۹	۲۰	۲۱	۲۲	۲۳	۲۴	۲۵	۲۶ ۲۷	۲۸	

حروف تہجی کا سلسلہ اس کا متقاضی نہیں ہو سکتا کہ ہم اعداد میں بھی سلسلہ قائم رکھ کر مراتب کے اصلی مقصد سے قطع نظر کریں۔ اگر ابجد آدم کے آخری عدد کا خاتمہ ۲۸ پر ہو جائے تو تاریخ لکھنے میں دشواری ہو گی۔

(۲) ابجد نوحی۔ ابجد نوحی کا دوسرا درجہ اس لئے غیر موزوں نہیں ہے کہ اس کی نسبت کہا گیا ہے کہ اس کا نزول نوح علیہ السلام پر ہوا ہے۔ اہل تحقیق کا اتفاق ہے کہ اس کے الفاظ سریانی زبان کے ہیں جن کو ہم ذیل میں عرض کرتے ہیں ۲۸ حروف مقطعات یعنی حروف تہجی سے اس کے لئے آٹھ الفاظ وضع ہوئے ہیں۔ جو بقول بعض اہل لغت معنی دار ہیں۔

(۱) ابجد (۲) ہوز (۳) حطی (۴) کلمن (۵) سعفص (۶) قرشت (۷) ثخذ (۸) ضظغ

صاحب غیاث اللغات فرماتے ہیں کہ ابجد سے مراد مفرد حروف الف بے تے ثے سے آخر تک لکھنا ہے اور آٹھ مشہور کلمے فن جمل کی رو سے حروف تہجی کے اعداد کی ترتیب کے لئے مقرر کئے ہیں۔ انہی کا قول ہے کہ صاحب مدار الافاضل نے لکھا ہے کہ (۱) ابجد بمعنی بابا آدم پائے گناہ میں یعنی گناہ ان سے سرزد ہوا۔

(۲) ہوّز بمعنی آدم نے ہوائے نفسانی کی پیروی کی

(۳) حُطّی بمعنی اس کا گناہ توبہ اور استغفار کی وجہ سے محو کیا گیا

(۴) کلمن بمعنی کلام کیا ایک کلمہ سے پس اس کی توبہ پروردگار کی رحمت سے قبول ہوئی ۔

(۵) سعفص بمعنی تنگ ہوئی دنیا اس پر یعنی بہت دی گئی ۔

(۶) قرشت بمعنی اعتراف کیا اپنے گناہ کا پس مشرف بکرامت ہوا ۔

(۷) ثخذ بمعنی اللہ سے قوت حاصل کی ۔

(۸) ضظغ بمعنی اس سے شیطان کا دبائو جاتا رہا بسبب کلام حق اور توحید کے بعض محققین نے صرف اس قدر لکھا ہے کہ یہ آٹھوں الفاظ زبان سریانی کے ہیں ۔

صاحب غیاث ہی کا قول ہے کہ بقول بعض ابا جاد نام ایک بادشاہ گزرا ہے اور اسی کا مخفف ابجد ہے اور باقی سات کلمے اس کے فرزندوں کے نام ہیں ۔

پھر فرمایا ہے کہ بعض نے کہا ہے کہ مرامر نام ایک شخص کا تھا جس نے خط لکھنے کی ایجاد کی اور یہ آٹھوں لفظ اس کے آٹھ فرزندوں کے نام ہیں ۔

پھر بحوالہ ضوابط عظیم لکھا ہے کہ ان آٹھوں الفاظ کے خاص معنی ہیں ۔ یعنی (۱) ابجد آغاز کیا (۲) ہوز مل گیا (۳) حطی واقف ہوا (۴) کلمن سخن گو ہوا (۵) سعفص اس سے سیکھا (۶) قرشت ترتیب دیا (۷) ثخذ نگاہ رکھا (۸) ضظغ تمام کیا ۔

ان آٹھوں الفاظ کے متعلق صاحب معدن الجواہر کا قول ہے کہ یہ بھی ابوالبشر ہی پر اول نازل ہوئے پھر اور انبیاء علیہم السلام پر بعض علماء محققین نے ان کو با معنی خیال کیا ہے اور بعض کے پاس بے معنی ہیں بعض آخرالذکر نے ان کو شیاطین اور سلاطین کے نام سے تعبیر کیا ہے ۔ جیسا کہ صراح ومنتخب اللغات اور منتہی الارب میں مذکور ہے ۔ آخر میں فرماتے ہیں کہ جب یہ بات پایہ تحقیق کو پہنچتی ہے کہ یہ الفاظ صحف اور کتب سماویہ کے ذریعہ سے انبیاء علیہم السلام پر نازل ہوئے ہیں تو وضع اول کو بے معنی نہیں خیال کر سکتے اور وضع ثانی میں ان کو علامتوں میں داخل کر لینا اختیاری ہے اور اس وقت ہمارا ان کو بے معنی کہنا ہمارے قلت ونقص علم کے سوا کچھ نہیں الی حاصل الفاظ ابجد کے جتنے اقسام اس سلسلہ میں آنے والے ہیں ان سب کا ماخذ یہی ابجد نوحی ہے اور ان الفاظ کے حروف باعتبار عدد اسی ابجد نوحی کے تابع ہیں اہل فنون نے خصوصیات خاص اور اپنی اپنی ضرورت پر ان کے اقسام کو جدا جدا قائم کیا ہے یہ ابجد زمانے میں کچھ ایسی مرغوب ہوئی کہ اسی کو اختیار کیا گیا ۔

نقشہ ذیل میں الفاظ ابجد نوحی کے حروف کو عددوں کے ساتھ ہم نے ہدیۂ ناظرین کیا ہے۔

نقشہ ابجد نوحی

الفاظ	ابجد				ہوز			
حروف	ا	ب	ج	د	ہ	و	ز	
اعداد	۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	
الفاظ	حطی				کلمن			
حروف	ح	ط	ی		ک	ل	م	ن
اعداد	۸	۹	۱۰		۲۰	۳۰	۴۰	۵۰
الفاظ	سعفص				قرشت			
حروف	س	ع	ف	ص	ق	ر	ش	ت
اعداد	۶۰	۷۰	۸۰	۹۰	۱۰۰	۲۰۰	۳۰۰	۴۰۰
الفاظ	ثخذ			ضظغ				
حروف	ث	خ	ذ	ض	ظ	غ		
اعداد	۵۰۰	۶۰۰	۷۰۰	۸۰۰	۹۰۰	۱۰۰۰		

(۳) ابجد ترفع وتنزل ۔ الفاظ ابجد کی تیسری قسم ابجد ترفع ہے جو نو لفظوں پر شامل ہے۔ انہیں الفاظ اور ان کے اعداد سے اہلِ علم جفر وغیرہ نے بھی کام لیا ہے اور بلحاظ قواعد قبض وبسط اعداد حروف و بہ نسق مراتب احاد وعشرات اپنا مقصد حاصل کیا ہے۔ صنائع تاریخ سے صفت بسط ترفع میں اسی ابجد سے کام لیا جاتا ہے۔

(۱) ایقغ (۲) بکر (۳) جلش (۴) دمت (۵) ہنث (۶) وسخ (۷) زعذ (۸) حفض (۹) طصظ

ان لفظوں کے معنی سے کچھ سروکار نہ رکھنا چاہیئے اگر ہم لغات میں ان کے معنی ڈھونڈنے بیٹھیں اور کسی لفظ کے کچھ معنی نکل بھی آئیں تو واضع کے مقصود سے ان کو کچھ تعلق نہ ہوگا ان الفاظ کے ہر ایک حرف کے وہی عدد ہوں گے جو ابجد نوحی نمبر ۲ میں بیان ہوئے ہیں۔

ان الفاظ کا ایک نقشہ ہم نے ذیل میں دیا ہے۔ جس کے ملاحظہ سے معلوم ہوگا کہ ہر ایک لفظ میں پہلا حرف احاد کا ہے اور دوسرا حرف اسی مرتبہ کے عشرات کا اور تیسرا حرف اسی مرتبہ کے مائت کا اسی طرح صرف لفظ اول میں چوتھا حرف اسی مرتبہ کے الوف کا ہے۔

مثلاً (ایقغ) اس کے پہلے حرف کا عدد ایک ہے تو دوسرے حرف کا عدد ایک صفر کی زیادتی سے دس اور تیسرے حرف کا عدد دو صفر کی زیادتی سے سو اور چوتھے حرف کا عدد تین صفر کی زیادتی سے ہزار۔ باقی الفاظ کے ساتھ یہی عمل جاری رہے گا۔

اس ترازی ابجد کا فائدہ صنائع تاریخ میں پہنچ کر معلوم ہوگا۔ جس کو نسق مراتب اعداد اور بسط کہا گیا ہے اگر اس فن کا مبتدی اس قسم کی حقیقت سے آگاہ نہ ہوئے تو وہ صنائع تاریخ کو آسانی کے ساتھ نہیں سمجھ سکتا۔

نقشۂ ذیل کے ہر ایک خانہ کے حروف کو اوپر سے نیچے کی جانب یعنی کھڑا پڑھیئے تو ابجد ترفع حاصل ہوگی۔ اور سطروں کے اصول پر سلسلہ وار آڑا پڑھیئے تو ابجد نوری کے الفاظ حاصل ہوں گے جس کا بیان نمبر ۱ پر گزر چکا ہے کیونکہ ہر ایک لفظ میں ایک ہی عدد کے مراتب اعلیٰ کے کل حروف جمع ہوئے ہیں۔ اس کو ابجد ترفع کہنا بیجا نہیں ہے۔ اسی ابجد سے تنزل کا مقصد بھی حاصل ہوتا ہے۔ یعنی اسی ابجد کے ہر ایک لفظ کو الٹا دیں تو اس کو ابجد تنزل کہا جا سکتا ہے۔ جیسے (ایقغ) کا عکس (غقیا) اور (بکر) کا عکس (رکب) ہم نے نقشہ ابجد میں ترفع کے بعد۔ ابجد تنزل کا بھی ایک نقشہ ہدیہ ناظرین کیا ہے۔

اہل جمل نے اس ابجد کا ذکر تو کیا ہے۔ لیکن اسے کوئی نام نہیں دیا۔ کیونکہ ابجد نمبر (۱) اور (۲) کے نام ہیں۔ ہم نے ان کے سکوت کو ترک الاول بلاآخر کا مصداق سمجھا۔

واضح ہو کہ متقدمین نے ابجد تنزل کا بھی ذکر نہیں کیا ہے۔ جب کہ صنائع تاریخ میں۔ بسط تنزل حرفی بسط تنزل عددی۔ بسط تنزل طبعی۔ بسط تنزل بالطبع۔ بسط تنزل اوتار۔ بسط تنزل ازدواج کی صنعتیں موجود ہیں۔ جن سے تمام تر ابجد تنزل کا تعلق ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم نے الفاظ ابجد میں جدت کی ہے کہ ابجد ترفع کے ساتھ ابجد تنزل کا بھی بیان کر دیا ہے۔

ابجد تنزل کے الفاظ سے پہلے لفظ کا پہلا حرف الوف کا ہے۔ اور دوسرا حرف مائت کا اور تیسرا حرف عشرات کا۔ اور چوتھا حرف احاد کا۔ باقی آٹھ الفاظ سہ حرفی ہیں جن میں حرف اول متعلق بہ مائت ہے اور حرف دوم متعلق بہ عشرات اور حرف سوم متعلق بہ احاد۔

نقشہ ابجد ترفع

مراتب		مرتبہ اول	مرتبہ دوم	مرتبہ سوم	مرتبہ چہارم	مرتبہ پنجم	مرتبہ ششم	مرتبہ ہفتم	مرتبہ ہشتم	مرتبہ نہم
الفاظ ابجد ترفع		ایقغ	بکر	جلش	دمت	ہنث	وسخ	زعذ	حفض	طصظ
آحاد	حروف	ا	ب	ج	د	ہ	و	ز	ح	ط
	اعداد	۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹
عشرات	حروف	ی	ک	ل	م	ن	س	ع	ف	ص
	اعداد	۱۰	۲۰	۳۰	۴۰	۵۰	۶۰	۷۰	۸۰	۹۰
مئات	حروف	ق	ر	ش	ت	ث	خ	ذ	ض	ظ
	اعداد	۱۰۰	۲۰۰	۳۰۰	۴۰۰	۵۰۰	۶۰۰	۷۰۰	۸۰۰	۹۰۰
الوف	حروف	غ	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰
	اعداد	۱۰۰۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰

نقشہ ابجد تنزل

مراتب		مرتبہ اول	مرتبہ دوم	مرتبہ سوم	مرتبہ چہارم	مرتبہ پنجم	مرتبہ ششم	مرتبہ ہفتم	مرتبہ ہشتم	مرتبہ نہم
الفاظ ابجد تنزل		غقیا	رکب	شلج	تمد	ثنہ	خسو	ذعز	ضفح	ظصط
آحاد	حروف	ا	ب	ج	د	ہ	و	ز	ح	ط
	اعداد	۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹
عشرات	حروف	ی	ک	ل	م	ن	س	ع	ف	ص
	اعداد	۱۰	۲۰	۳۰	۴۰	۵۰	۶۰	۷۰	۸۰	۹۰
مئات	حروف	ق	ر	ش	ت	ث	خ	ذ	ض	ظ
	اعداد	۱۰۰	۲۰۰	۳۰۰	۴۰۰	۵۰۰	۶۰۰	۷۰۰	۸۰۰	۹۰۰
الوف	حروف	غ	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰
	اعداد	۱۰۰۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰

بعض محققین جمل نے نقشہ اول سے یہ بات پیدا کی ہے کہ اصطلاح جمل میں احاد و عشرات ومآت والوف کے پہلے مرتبہ کا نام (ایقغ) رکھ دیا ہے اسی طرح دوسرے مرتبہ کا نام (بکر) تیسرے مرتبہ کا نام (جلش) چوتھے مرتبہ کا نام (دمت) پانچویں مرتبہ کا نام (ہنث) چھٹے مرتبہ کا نام (وسخ) ساتویں مرتبہ کا نام (زعذ) آٹھویں مرتبہ کا نام (حفض) نویں مرتبہ کا نام (طصظ) ان الفاظ کے نہ کوئی معنی ہیں اور نہ وجہ تسمیہ کے ساتھ ان کو کوئی معنوی تعلق۔

(۲) **ابجد سبعہ :** ۔ اہل تنجیم اور دفق وتکسیر و دعوت وغیرہ نے اپنے اغراض خاص کے لحاظ سے الفاظ ابجد نوحی میں تصرف کیا ہے اور ایک خاص ابجد قرار دی ہے جس کے الفاظ (۷) ہیں

(۱) ابجد (۲) ہوزح (۳) طیکل (۴) منسع (۵) فصقر (۶) شتثخ (۷) ذضظغ

اس تغیر لفظی کا اثر اعداد مروجہ ومقررہ پر کچھ نہیں پڑتا۔ ہر ایک حرف کے لیے جو عدد بقاعدہ جمل ابجد نوحی متعین ومقرر ہے۔ وہی قائم ہے انھوں نے کل حروف کو ایام ہفتہ اور سبعہ سیارہ پر تقسیم کیا ہے اور ہر ایک دن اور ہر ایک ستارہ سے کئی کئی حروف کو مخصوص کیا ہے۔ اگر مورخین کو ان الفاظ اور ان کی حقیقت سے آگہی رہے گی تو وہ تاریخ گوئی میں صنائع وبدائع سے کام لے سکیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم نے ان الفاظ کو بھی ایک خاص نمبر پر قائم کیا ہے۔ نقشہ ذیل میں ہم نے حقیقت الفاظ کی صراحت کی ہے کیونکہ اس ابجد کا تعلق سات دن اور سبعہ سیارہ سے ہے لہذا اس کو اہل فن نے ابجد سبعہ کہا ہے۔

[illegible]	[illegible]	[illegible]		حروف	واعداد	
زحل	شنبہ	ابجد	ا ۱	ب ۲	ج ۳	د ۴
مشتری	پنجشنبہ	ہوزح	ہ ۵	و ۶	ز ۷	ح ۸
مریخ	سہ شنبہ	طیکل	ط ۹	ی ۱۰	ک ۲۰	ل ۳۰
شمس	یکشنبہ	منسع	م ۴۰	ن ۵۰	س ۶۰	ع ۷۰
زہرہ	جمعہ	فصقر	ف ۸۰	ص ۹۰	ق ۱۰۰	ر ۲۰۰
عطارد	چہارشنبہ	شتثخ	ش ۳۰۰	ت ۴۰۰	ث ۵۰۰	خ ۶۰۰
قمر	دوشنبہ	ذضظغ	ذ ۷۰۰	ض ۸۰۰	ظ ۹۰۰	غ ۱۰۰۰

(افادہ) واضح ہو کہ بقاعدۂ نجوم ہر ایک دن میں وقت طلوع سے اس کی بادشاہت کا آغاز ہوتا ہے جو اس دن کے لئے مقرر ہے۔ ایک گھنٹہ میں بادشاہ کی حکومت کے ساتھ ایک دوسرے ستارہ کی وزارت شروع ہوتی ہے۔ اس طرح ہر ایک گھنٹہ میں وزیر بدلتا رہتا ہے۔ مثلاً شنبہ کا بادشاہ زحل ہے۔ فرض کرو کہ طلوع کا وقت صبح کے ۶ بجے ہے تو ۶ سے ۷ بجے تک زحل کی بادشاہت بلا شرکت وزیر رہے۔

۷ سے ۸ تک اسی زحل کی بادشاہت اور مشتری کی وزارت
۸ سے ۹ تک اسی زحل کی بادشاہت اور مریخ کی وزارت
۹ سے ۱۰ تک اسی زحل کی بادشاہت اور آفتاب کی وزارت
۱۰ سے ۱۱ تک اسی زحل کی بادشاہت اور زہرہ کی وزارت
۱۱ سے ۱۲ تک اسی زحل کی بادشاہت اور عطارد کی وزارت
۱۲ سے ایک بجے تک اسی زحل کی بادشاہت اور قمر کی وزارت
۱ سے ۲ تک پھر پہلے گھنٹہ کی کیفیت ہوگی۔ یعنی زحل کی بادشاہت بغیر وزیر مستقل رہے گی
۲ سے ۳ تک اسی زحل کی بادشاہت اور مشتری کی وزارت
۳ سے ۴ تک اسی زحل کی بادشاہت اور مریخ کی وزارت
۴ سے ۵ تک اسی زحل کی بادشاہت اور آفتاب کی وزارت
۵ سے ۶ تک اسی زحل کی بادشاہت اور زہرہ کی وزارت
۶ سے ۷ تک اسی زحل کی بادشاہت اور عطارد کی وزارت
۷ سے ۸ بجے شب تک اسی زحل کی بادشاہت اور قمر کی وزارت
۸ سے ۹ بجے شب تک اسی زحل کی بادشاہت مستقل بدون وزیر
۹ سے ۱۰ بجے شب تک اسی زحل کی بادشاہت اور مشتری کی وزارت
۱۰ سے ۱۱ بجے شب تک اسی زحل کی بادشاہت اور مریخ کی وزارت
۱۱ سے ۱۲ بجے تک اسی زحل کی بادشاہت اور آفتاب کی وزارت
۱۲ سے ایک بجے رات تک اسی زحل کی بادشاہت اور زہرہ کی وزارت
۱ سے دو بجے شب تک اسی زحل کی بادشاہت اور عطارد کی وزارت
۲ سے ۳ بجے تک اسی زحل کی بادشاہت اور قمر کی وزارت

۳ بجے سے ۴ بجے شب تک پھر اسی زحل کی بادشاہت مستقل بلا وزیر
۴ بجے سے ۵ بجے شب تک اسی زحل کی بادشاہت اور مشتری کی وزارت
۵ بجے سے ۶ بجے صبح ثانی تک اسی زحل کی بادشاہت اور مریخ کی وزارت

۶ بجے صبح یکشنبہ سے زحل کی بادشاہت جاتی رہے گی اور سلسلہ وزارت میں چوں کہ شمس کا درجہ تھا لہذا وہی اس دن کا بادشاہ رہے گا۔ اور اسی کی بادشاہت کے لئے وزرا کا وہی دور تسلسل رہے گا جو بطور تمثیل روز شنبہ کے لئے بیان ہوا۔

اب اس قدر اور جاننا چاہیئے کہ سبعہ سیارہ میں بقاعدہ نجوم ۴ سعد مانے گئے ہیں اور ۳ نحس۔ سعد میں پہلا درجہ مشتری کا ہے۔ اور دوسرا درجہ زہرہ کا۔ اور یہ دونوں ہر حالت میں سعد ہیں اور تیسرا درجہ قمر کا جو زوال ماہ میں نحس کہلاتا ہے اور چوتھا درجہ عطارد کا ہے لیکن اس میں یہ نقص ہے کہ اگر خود بادشاہ ہے تو مسعود ہے اور باوجود زیر نحس کے اپنے مسعود اثر کو قائم رکھتا ہے۔ لیکن اگر کسی غیر مسعود بادشاہ کے دن اس کی وزارت آجائے تو غیر مسعودی میں بادشاہ کا تابع ہو جاتا ہے۔ برخلاف مشتری اور زہرہ کے یعنی یہ دونوں اگر غیر مسعود بادشاہ کی حکومت میں وزیر ہوں تو اپنے سعد اثر سے بادشاہ کی غیر مسعودی کو کم کریں گے اور خود اس کے تابع نہ ہوں گے۔

جس طرح چار سیارے سعد ہیں اسی طرح ۳ سیارے غیر سعد مانے گئے ہیں۔ اول درجہ میں زحل، دوسرے درجہ مریخ۔ تیسرے درجہ میں آفتاب۔

یہ صراحت اس لئے ضروری تھی ہر اس شخص کو جو فن جمل سے واقف ہونا چاہتا ہے باغراض خاص نجوم کے اس قدر کلیوں سے واقف ہو رہنا فائدہ سے خالی نہیں مثلاً فرض کیجئے ہم ایک لڑکے کی ولادت کی تاریخ لکھنا چاہتے ہیں جبکہ اس کی ولادت بروز شنبہ وقت ۸ ساعت صبح واقع ہوئی ہے ہم واقف ہیں کہ روز شنبہ کا بادشاہ زحل ہے۔ اور روز شنبہ اور زحل کے حروف۔ ا۔ ب۔ ج د۔ ہیں اور ۸ بجے صبح سے ۹ تک مریخ کی وزارت ہے جس کے حروف ط۔ ی۔ ک۔ ل ہیں۔ اور ہم تاریخ کے لکھنے میں اس کی پابندی کریں گے کہ مادّہ کا مصرع ایسے الفاظ میں واقع ہو جو حتی الامکان انھیں آٹھ حروف سے مرکب ہوں تو ہمارا ایسا مادہ تاریخ بہت زیادہ قابل تعریف ہوگا۔ یا اگر ہم نے اس لڑکے کو مریخ یا زحل سے استعارہ کر کے یا ایسے کنایہ سے جس کا اشارہ مریخ یا زحل کی جانب ہوتا ہو مادہ تاریخ تجویز کیا تو ایسا مادہ قابل تعریف ہوگا۔ الغرض اس بیان کا حقیقی لطف ناظرین کتاب کو اسی وقت حاصل ہوگا جب کہ وہ صنائع تاریخ گوئی کی سیر اس کتاب کے باب دوم سے فرمائیں گے۔

(۵) ابجد عناصر :- اہل فنون مذکورۃ الصدر نے بلحاظ تعلق عناصر یعنی۔ آتش۔ خاک ہوا۔ آب۔ انھیں الفاظ کو جو نقشۂ متذکرہ ابجد نمبر (۴) میں بیان ہوئے ہیں۔ چاروں عناصر سے متعلق کیا ہے۔ یعنی ہر ایک عنصر سے کئی کئی حروف متعلق کئے ہیں
ہم نے نقشۂ ذیل میں اس مقصد کو ہدیہ ناظرین کیا ہے۔

الفاظ	ابجد	ہوزح	طیکل	منسع	فصقر	شتثخ	ذضظغ
حروف آتشی	ا	ہ	ط	م	ف	ش	ذ
	۱	۵	۹	۴۰	۸۰	۳۰۰	۷۰۰
حروف خاکی	ب	و	ی	ن	ص	ت	ض
	۲	۶	۱۰	۵۰	۹۰	۴۰۰	۸۰۰
حروف ہوائی	ج	ز	ک	س	ق	ث	ظ
	۳	۷	۲۰	۶۰	۱۰۰	۵۰۰	۹۰۰
حروف آبی	د	ح	ل	ع	ر	خ	غ
	۴	۸	۳۰	۷۰	۲۰۰	۶۰۰	۱۰۰۰

نقشۂ بالا کی کھڑی سطریں مسلسل پڑھی جائیں تو ان سے ابجد نوحی کے مروجہ الفاظ بھی حاصل ہوتے ہیں اور وہ خاص الفاظ بھی جس سے متعلق یہ بیان ہے۔
اسی نقشہ سے واضعان فن کے مقرر کئے ہوئے چار ایسے الفاظ حاصل ہوتے ہیں۔ جن کو ہر ایک عنصر سے تعلق ہے۔ یعنی

(۱) نقشہ کی سطر اول کے حروف سے اہطمفشذ
(۲) نقشہ کی سطر دوم کے حروف سے بونیصتض
(۳) نقشہ کی سطر سوم کے حروف سے جزکسقثظ
(۴) نقشہ کی سطر چہارم کے حروف سے دحلعرخغ

اگرچہ یہ چاروں الفاظ بے معنی اور صرف حروف کا مجموعہ ہیں۔ لیکن محققین فن نے ان کو اس لئے قائم کر دیا ہے کہ یاد رکھنے میں آسانی ہو۔

اہل فن نے پہلے لفظ کو آتشی کہا ہے اور دوسرے لفظ کو خاکی اور تیسرے لفظ کو ہوائی اور چوتھے لفظ کو آبی۔

کتاب المداخل میں لکھا ہے کہ حروف آتشی مفتوح کہلاتے ہیں۔ اور حروف خاکی مجزوم اور حروف ہوائی مضموم۔ اور حروف آبی مکسور۔

حروف چارگانہ با عتبار عناصر کا ذکر مقدمہ تاریخ ابن خلدون میں ہے اور صاحب معدن الجواہر نے بھی کیا ہے۔ ان حروف اور ان الفاظ کی ضرورت صنائع تاریخ میں پڑے گی۔ جن کا بیان اس کتاب کے دوسرے باب میں آئے گا انشاءاللہ۔ صاحبان جمل نے اس ابجد کا کوئی نام نہیں رکھا۔ اور یہ بھی درست نہ تھا۔ ہم نے اس کو ابجد عناصر سے موسوم کیا ہے جو وجہ تسمیہ پر حاوی ہے

(۶) **ابجد طبیعی**:۔ مقدمہ تاریخ ابن خلدون میں مذکور ہے اور صاحب معدن الجواہر نے بھی ذکر کیا ہے کہ علمائے جفر وغیرہ کے پاس بلحاظ طبائع مرکبہ۔ حروف ابجد چار اقسام پر تقسیم ہیں۔

(۱) حروف حارّہ (۲) حروف باردہ (۳) حروف رطبہ (۴) حروف یابسہ۔

حروف حارّہ ۔ ۱۴ ۔ ہیں۔ ا۔ ہ ۔ ط۔ م۔ ن ۔ ش۔ ذ۔ ج ۔ ز۔ ک ۔ س۔ ق ۔ ث ۔ ظ ۔ ان حروف سے الفاظ اہطمنشذ جز کسقثظ ۔ بنائے گئے ہیں۔ لفظ اول آتشی ہے۔ اور لفظ دوم ہوائی جیسا کہ پچھلے بیان میں گزرا اس طرح حروف باردہ بھی ۱۴ ہیں۔ ج۔ ز۔ ک ۔ س۔ ق۔ ث ۔ ظ ۔ د۔ ح ۔ ل۔ ع۔ ر۔ خ غ۔ ان حروف سے الفاظ جز کسقثظ دحلعرخغ بنائے گئے ہیں۔ لفظ اول ہوائی ہے۔ اور لفظ دوم آبی جیسا کہ بیان ماضیہ میں گزرا ۔ حروف رطبہ ۔ ۱۴ ہیں۔ د ۔ ح۔ ل ۔ ع ۔ ر۔ خ ۔ غ ب ۔ و۔ ی ۔ ن۔ ص۔ ت۔ ض ان حروف سے الفاظ دحلعرخغ بوینصتض بنائے گئے ۔ لفظ اول آبی ہے اور لفظ دوم خاکی جیسا کہ بیان ماضیہ میں گزرا۔ اسی طرح حروف یابسہ ۱۴ ہیں۔ ا۔ ہ ۔ ط۔ م ۔ ف ۔ ش ۔ ذ۔ ب ۔ و۔ ی ۔ ن۔ ص۔ ت۔ ض ان حروف سے الفاظ اہطمفشذ۔ بوینصتض بنائے گئے ہیں۔ لفظ اول آتشی ہے اور لفظ دوم خاکی جیسا کہ بیان ماضیہ میں گزرا۔ ہم خیال کرتے ہیں کہ متقدمین نے اس بیان میں صرف بنظر اختصار انھیں چار الفاظ مرکب سے کام لیا ہے۔ جو بیان ماضیہ میں گزرے ہیں۔ اس بیان کا خاص ذکر نہیں کیا اور اصول بیان اس کا متقاضی ہے کہ اس کی خاص ابجد بیان کی جائے جس کا نام ابجد طبیعی ہونا چاہئے اور ان الفاظ اور نام کی وضع کو متقدمین نے ہمارے لئے چھوڑ دیا صنائع تاریخ میں مورخ کو اس ابجد سے

ابجد طبعی کے الفاظ	حروف حارّه		حروف بارده		حروف رطبه		حروف یابسه	
اہطم	ا	۱					ا	۱
	ه	۵					ه	۵
	ط	۹					ط	۹
	م	۴۰					م	۴۰
فشذ	ف	۸۰					ف	۸۰
	ش	۳۰۰					ش	۳۰۰
	ذ	۷۰۰					ذ	۷۰۰
جزکس	ج	۳	ج	۳				
	ز	۷	ز	۷				
	ک	۲۰	ک	۲۰				
	س	۶۰	س	۶۰				
قثظ	ق	۱۰۰	ق	۱۰۰				
	ث	۵۰۰	ث	۵۰۰				
	ظ	۹۰۰	ظ	۹۰۰				
دحلع			د	۴	د	۴		
			ح	۸	ح	۸		
			ل	۳۰	ل	۳۰		
			ع	۷۰	ع	۷۰		
رخغ			ر	۲۰۰	ر	۲۰۰		
			خ	۶۰۰	خ	۶۰۰		
			غ	۱۰۰۰	غ	۱۰۰۰		
بوین					ب	۲	ب	۲
					و	۶	و	۶
					ی	۱۰	ی	۱۰
					ن	۵۰	ن	۵۰
صتض					ص	۹۰	ص	۹۰
					ت	۴۰۰	ت	۴۰۰
					ض	۸۰۰	ض	۸۰۰

بہت بڑی مدد مل سکتی ہے -

(۷) ابجد ابدان:۔ علمائے جفر وغیرہ نے بلحاظ اعضائے جسمانی انسان ایک خاص ابجد وضع کی ہے۔ جس کا تعلق اعضائے جسمانی انسان سے ہے۔

اس کے ۷ الفاظ وہی ہیں جو ابجد سبعہ نمبر (۴) پر گزر چکے ہیں۔

بدیں لحاظ کہ آئندہ بیان کے سمجھنے میں ناظرین کتاب کو آسانی ہو ہم پہلے ایک نقشہ پیش کرتے ہیں۔

[illegible]	[illegible]		[illegible]		[illegible]		[illegible]	
ذضظغ	ذ	۷۰۰	ض	۸۰۰	ظ	۹۰۰	غ	۱۰۰۰
شتثخ	ش	۳۰۰	ت	۴۰۰	ث	۵۰۰	خ	۶۰۰
فصقر	ف	۸۰	ص	۹۰	ق	۱۰۰	ر	۲۰۰
منسع	م	۴۰	ن	۵۰	س	۶۰	ع	۷۰
طیکل	ط	۹	ی	۱۰	ک	۲۰	ل	۳۰
ہوزح	ہ	۵	و	۶	ز	۷	ح	۸
ابجد	ا	۱	ب	۲	ج	۳	د	۴
الفاظ ابجد ابدان	[illegible]		[illegible]		[illegible]		[illegible]	

اکثر رسائل علم جفر میں اس کا ذکر ہے۔ ان ساتوں الفاظ سے پہلے حرف کا تعلق انسان کے سر و پا سے ہے اور حرف دوم کا تعلق اس حصہ جسمانی سے ہے جو مقعد سے قدمین تک ہو

اور تیسرے حرف کا تعلق رگ گردن سے سرفواد تک اور چوتھا حرف سرفواد سے سرذکر تک متقدمین نے اس ابجد کے لئے کوئی نام تجویز نہیں کیا۔ ہماری رائے میں اس کو ابجد ابدان کہنا چاہیئے۔

عالمان فن نے چار مرکب الفاظ وضع کئے ہیں اور ہر ایک لفظ کو جسم کے ایک حصّہ کے ساتھ مخصوص فرمایا ہے۔ اور یہ چاروں الفاظ نقشہ صدر کے آخر خانے میں بیان ہوتے ہیں صاحب معدن الجواہر فرماتے ہیں کہ سر اور راس کے متعلقات کے لئے لفظ نمبر (۱) ہے یعنی اس لفظ میں جتنے حروف ہیں وہ سر اور راس کے متعلقات سے متعلق ہیں۔ مقعد سے قدمین تک کے لئے لفظ نمبر ۲۔ رگ گردن سے سرفواد تک کے لئے لفظ نمبر ۳۔ اسی طرح سرفواد سے سرذکر تک کے لئے لفظ نمبر ۴

اور یہ چار الفاظ مرکبہ بھی وہی ہیں جن کا ذکر ابجد عناصر میں ہوا ہے۔ اس ابجد کو بھی صنائع تاریخی سے بہت کچھ تعلق ہے۔

(۳) جمل کے دبستانوں کے اختلاف کا بیان

صاحب معدن الجواہر کا قول ہے کہ اہل جمل کے دو دبستان ہیں ایک دبستان مشارقہ جس کے پیرووں سے امام محمد غزالی اور شیخ احمد بونی وغیرہ ہیں۔ دوسرا دبستان مغاربہ جس کو شیخ اکبر محی الدین ابن عربی اور شیخ ابوالحسن شاذلی اور ابن خلدون وغیرہ نے اختیار کیا تھا اور ان دونوں دبستانوں کا اختلاف صرف چھ حروف میں ہے۔ جس کو ہم نے نقشہ میں دکھلایا ہے۔

نشان سلسلہ	حرف	عدد حسب دبستان مشارقہ	عدد حسب دبستان مغاربہ
۱	س	۶۰	۳۰۰
۲	ص	۹۰	۶۰
۳	ش	۳۰۰	۱۰۰۰
۴	ض	۸۰۰	۹۰
۵	ظ	۹۰۰	۸۰۰
۶	غ	۱۰۰۰	۹۰۰

نصر الوفائی الہورینی نے مقدمہ تاریخ ابن خلدون جو کہ مصر میں طبع ہوا ہے بضمن تصحیح لکھا ہے کہ ترتیب طبائع حروف الخ کے پاس برخلاف مشارقہ ہے اور امام غزالی مشارقہ میں داخل ہیں جیسا کہ ۶ حروف کے اعداد میں اختلاف ہے۔ پس صاد کے عدد مغاربہ کے پاس ۶۰ ہیں اور ضاد کے ۹۰ اور سین مہملہ کے ۳۰۰ اور ظاء معجمہ کے ۸۰۰ اور غین کے ۹۰۰ اور شین کے ۱۰۰۰۔

صاحب معدن الجواہر نے بحوالہ کتاب المطالع النصریہ للمطابع المصریہ فی اصول الخطیۃ لکھا ہے کہ بے شک جو کچھ ذکر کیا ہے محشی نے ترتیب حروف ابجد کے متعلق خواہ وہ شعر میں ہو یا غیر شعر میں سوا اس کے نہیں ہے کہ وہ مغاربہ کا طریقہ ہے۔ برخلاف مشارقہ کے جس میں امام مشارقہ غزالی وغیرہ ہیں اور اختلاف اعداد جمل کا مبنی ہے۔ ان دونوں طریق کے اختلاف پر جو صرف چھ حروف میں ہے انھیں میں سے ہے سین اور صاد مہملہ اور شین اور ضاد اور ظاء اور غین معجمہ پس سین کے عدد ہمارے یعنی مشارقہ کے پاس ۶۰ ہیں اور مغاربہ کے پاس ۳۰۰ اور یہ ۳۰۰ ہمارے پاس شین کے عدد ہیں اور یہی شین حرف آخر اور ہزار عدد کا ہے مغاربہ کے پاس اور ہزار عدد کا حرف ہمارے پاس غین ہے اور اسی غین کے عدد مغاربہ کے پاس ۹۰۰ ہیں جو ہمارے پاس ظاء کے عدد ہیں اور اسی ظا کے عدد ان کے پاس ۸۰۰ ہیں جو ہمارے پاس ضاد کے عدد ہیں اور اسی ضاد کے عدد اُن کے پاس ۹۰ ہیں جو ہمارے پاس صاد کے عدد ہیں اور اسی صاد کے عدد اُن کے پاس ۶۰ ہیں جو ہمارے پاس سین کے عدد ہیں۔ جس سے ہم نے اس تصویر کی ابتدا کی۔

ہم نے دبستانوں کے اختلاف کا بیان صرف ناظرین کتاب و شائقین فن کی بصیرت بڑھانے کے لئے کیا ہے۔ فی زمانا جمہور متاخرین کا اتفاق مشارقہ کے دبستان پر ہے اور اسی سے کام لینا چاہیئے حاصل یہ ہے کہ مشارقہ کی ابجد تو وہی ابجد نوحی ہے جس پر کل کا اتفاق ہے۔ اور مغاربہ کی ابجد با اختلاف املا بعض الفاظ ابجد ہوز حطی کلمن **صعفض۔ قرست۔ تخذ۔ ظغش** ہے۔

ہم نقشہ ذیل میں دونوں کا مقابلہ کر کے دکھلاتے ہیں۔ اور یہ صرف ناظرین کتاب کی تفریح طبع کے لئے ہے۔

نقشہ ترتیب مشارقہ	ا	ب	ج	د	ہ	و	ز	ح	ط	ی	ک	ل	م	ن
	۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۲۰	۳۰	۴۰	۵۰
نقشہ ترتیب مغاربہ	ا	ب	ج	د	ہ	و	ز	ح	ط	ی	ک	ل	م	ن
	۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۲۰	۳۰	۴۰	۵۰

[illegible]	س	ع	ف	ص	ق	ر	ش	ت	ث	خ	ذ	ض	ظ	غ
	۶۰	۷۰	۸۰	۹۰	۱۰۰	۲۰۰	۳۰۰	۴۰۰	۵۰۰	۶۰۰	۷۰۰	۸۰۰	۹۰۰	۱۰۰۰
[illegible]	ص	ع	ف	ض	ق	ر	س	ت	ث	خ	ذ	ظ	غ	ش
	۶۰	۷۰	۸۰	۹۰	۱۰۰	۲۰۰	۳۰۰	۴۰۰	۵۰۰	۶۰۰	۷۰۰	۸۰۰	۹۰۰	۱۰۰۰

اس نقشہ سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ اختلاف صرف سطر دوم میں ہے یعنی بعض عشرات ومآت والف میں

یہ اختلاف کسی نہ کسی اصول پر مبنی ہونا چاہیئے تھا۔ کوئی ایک اصول اس اختلاف کا نہ اب تک ہماری سمجھ میں آیا ہے اور نہ مغاربہ نے اس کا اشارہ کیا ہے۔ ہم اس کتاب کے گزشتہ حصہ میں الفاظ جمل کے تحت بیان کر آئے ہیں کہ بعض اہل تحقیق نے ابجد آدم علیہ السلام کے الفاظ ابجد نوحی کے سوا بیان کئے ہیں۔ لیکن کسی نے ابجد آدم کی پیروی نہیں کی ورنہ ایک تیسرے اختلاف کے لئے ماخذ اور مادّہ موجود تھا۔

اگرچہ اہل جمل کے پاس یہ الفاظ اور ان کے حروف کے یہ اعداد متروک ہیں۔ لیکن اگر کسی نے اس قاعدہ پر عمل کر کے اس کی صراحت کردی تو وہ عمل قابل اعتراض نہ ہوگا۔ اس لئے کہ بے شک ایک صحیح اصول پر اس کی بنیاد ہے۔ اور جن کی زبانوں میں فنّ جمل جاری نہیں ہے وہ اس کی مدد سے فن جمل کو اپنی زبان میں جاری کر سکتے ہیں۔ اور ہم نے حروف ابجد کے بیان میں اس کی جانب اشارہ بھی کیا ہے۔

ایک اور اختلاف ہے جو بعض حروف کے اعداد میں اس وجہ سے پیدا ہوا ہے کہ رسم الخط نے اشکال حروف میں ضرورت کے لحاظ سے تبدیلی کی ہے۔ جیسے تائے مدوّرجو بعض مواقع میں بشکل ہائے مہملہ لکھی جاتی ہے۔ یا الف ممدودہ پر۔ رسم الخط عربی نے ایک کھڑا زبر بشکل الف اور فارسیوں نے مد بڑھایا ہے۔ بعضوں نے ہمزہ کا ایک عدد محسوب کیا ہے وغیرہ وغیرہ الحاصل ان امور میں بھی مختلف دبستان ہیں۔ لیکن ہم خیال کرتے ہیں کہ یہ اختلاف اصولی نہیں ہیں بلکہ فروعی ہیں اور ہمارا یہ بیان اصولی اختلاف سے مخصوص ہے۔ لہٰذا ہم ان فرعی اختلافات کو قواعد جمل کے ذیل میں بیان کرنا پسند کرتے ہیں۔ جہاں ہر ایک حرف کے رسم الخط اور اعداد سے بحث کی گئی ہے۔

(۴) اقسام جمل کا بیان

بیان عام: ۔ اگرچہ بعض صاحبان تحقیق نے جمل کے صرف دو اقسام کا ذکر فرمایا ہے ایک جمل کبیر۔ دوسری جمل صغیر اور بعض دقیقہ سنجون نے ایک تیسری قسم بھی پیدا کر کے اس کو جمل وسیط سے موسوم کیا ہے۔ لیکن غور و تامل سے معلوم ہوتا ہے کہ درحقیقت جمل کے پانچ اقسام ہیں۔ (۱) جمل اصغر (۲) جمل صغیر (۳) جمل وسیط (۴) جمل کبیر (۵) جمل اکبر صاحب معدن الجواہر نے اقسام جمل میں ایک اور قسم بھی پیدا کی ہے اور اس کو جمل تہجی سے موسوم فرمایا ہے لیکن ہم کو اس چھٹی قسم سے اختلاف ہے یہ وہی جمل ہے جس کو جمل آدم کہتے ہیں۔ جس کا ضروری بیان ہم بیان الفاظ جمل میں تفصیلاً اور جمل کے دبستانوں کے اختلاف میں اجمالاً کر آئے ہیں۔ یعنی اہل تحقیق نے جس جمل کو ابوالبشر آدم علیہ السلام کی جانب منسوب کیا ہے جس میں حروف تہجی کا سلسلہ مروجہ قائم رکھ کر اس کے عدد اسی سلسلہ سے لئے جاتے ہیں۔ وہی جمل آدم ہے اسی کو صاحب معدن الجواہر نے جمل تہجی کہا ہے۔ لیکن ہر گاہ جمل تہجی یا جمل آدم کو مقبولیت کا درجہ نصیب ہی نہیں ہوا۔ اور جمل نوحی کا رواج قرار پاگیا تو ہم کو اس باب میں جو اقسام جمل نوحی سے متعلق ہے۔ جمل آدم کو اس کی ایک قسم قرار نہ دینا چاہیئے اس لئے کہ جمل آدم یا جمل تہجی اصول میں داخل ہے اور یہ بیان ذیلی ہے۔

اگر ہم اپنی کتاب صرف جمل تہجی ہی سے متعلق کریں تو یہی تمام اقسام اس کی ذیل میں بھی بیان ہو سکیں گے یہی وجہ ہے کہ ہم نے جمل آدم کا ذکر الفاظ جمل اور دبستانوں کے اختلاف کے بیان میں کیا۔ اور اقسام جمل کے بیان کو صرف جمل نوحی یعنی جمل مروجہ کے ذیلی اقسام سے مخصوص رکھا ہے۔ پس پانچوں اقسام متذکرۂ بالا کو ہم ذیل میں جدا جدا بیان کرتے ہیں۔

جمل اصغر: ۔ ہم کو جمل اصغر کے بیان میں صاحب معدن الجواہر کی رائے کے ساتھ پورا اتفاق ہے کہ جمل اصغر درحقیقت وہی ہے جس کو اہل حساب جعفر وغیرہ نے جمل کبیر سے موسوم کیا ہے۔ یعنی انھوں نے جمل نوحی اور جمل مروجہ کے حروف ابجدی کے اعداد میں یہ التزام کیا ہے کہ جن حروف کو احاد سے تعلق ہے وہ ان کو بحال خود چھوڑ دیتے ہیں۔ اور حروف متعلقہ عشرات و مآت والف کے اعداد کو ۱۲ یا ۹ پر تقسیم کرتے ہیں اور بعد تقسیم جو کسر باقی رہ جاتی ہے اس کو حرف مذکور کا عدد قرار دیتے ہیں۔ مثلاً (ی) کے عدد ۱۰ ہیں جس کو ۹ پر تقسیم کرنے سے ایک عدد بچ رہتا ہے تو (ی) کو ایک کا مساوی خیال کرتے ہیں یعنی ی کا عدد بھی مثل الف کے ایک قرار دیتے ہیں۔ اسی طرح ک کے عدد ۲۰ کو ۱۲ پر تقسیم کرتے ہیں اور آٹھ کی کسر جو بچ رہتی ہے اس کو ک کا

عدد خیال کرتے ہیں۔ پہلی صورت یعنی ۹ کو طرح دینے یا ۹ پر تقسیم کرنے کا بیان حاشیہ اسمٰعیل قنوی متعلق بہ تفسیر بیضاوی میں ہوا ہے۔ اور ابن خلدون نے مقدمہ تاریخ میں اس کا ضابطہ لکھا ہے۔

دوسری صورت یعنی ۱۲ کو طرح دینے یا ۱۲ پر تقسیم کرنے کا بیان بھی حاشیۂ قنوی میں مذکور ہے پس جب کہ ان دونوں طریقوں سے اصل عدد حروف ابجد کا گھٹ کر ایک اقل تعداد پر باقی رہ جاتا ہے تو اس کو جمل اصغر کہنا مناسب ہے نہ جمل کبیر اس نام میں ہمارا اور ان کا اختلاف صرف اعتباری ہے اور بس۔

ذیل میں الف اور ب کے نام سے دو نقشے دیئے جاتے ہیں جن سے جمل اصغر کے اعداد ہر ایک حرف ابجدی کے مقابلہ میں معلوم ہو سکتے ہیں۔

نقشۂ الف متعلق بہ طرح ۹

اعداد مفردات ۹	ا	ب	ج	د	ہ	و	ز	ح	ط
	۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹
عشرات و مآت و الوف بطرح ۹	ی	ک	ل	م	ن	س	ع	ف	ص
	۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹
	ق	ر	ش	ت	ث	خ	ذ	ض	ظ
	۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹
	غ								
	۱								

نقشۂ ب متعلق بہ طرح ۱۲

اعداد مفردات ۱۲	ا	ب	ج	د	ہ	و	ز	ح	ط	ی
	۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰
ابجد بطرح ۱۲	۰	ک	ل	م	ن	س	ع	ف	ص	۰
		۸	۶	۴	۲	۰	۱۰	۸	۶	
	ق	ر	ش	ت	ث	خ	ذ	ض	ظ	۰
	۴	۸	۰	۴	۸	۰	۴	۸	۰	
	غ									
	۴									

ان دونوں نقشوں کے ملاحظہ سے معلوم ہوا کہ جمل اصغر میں بعض حروف کے عدد تو بحال خود قائم رہے جیسے نقشہ (الف) میں۔ اب ج د ہ و ز ح ط اور نقشہ (ب) میں ان حروف کے سوا حرف ی بھی بحال خود رہا۔ اس کی وجہ ظاہر ہے کہ ان حروف کے اعداد میں ۹ کے طرح دینے کی گنجائش ہی نہ تھی اور نہ ۱۲ کو طرح دینا ممکن تھا۔

اسی جمل اصغر میں اکثر حروف کے اعداد بعد طرح ۹ یا ۱۲ گھٹ کہ عشرات اور مائت اور الف کے درجہ سے احاد میں آگئے جیسے نقشہ (الف) میں ی سے آخر تک۔ اور نقشہ (ب) میں ک۔ ل۔ م۔ ن۔ ع۔ ف۔ ص۔ ق۔ ر۔ ت۔ ث۔ ذ۔ ض۔ غ۔

اسی جمل اصغر سے بعض حروف کے اعداد ۱۲ کے طرح دینے کے بعد کچھ نہ رہے جیسے نقشہ (ب) میں س۔ ش۔ خ۔ ظ۔

اس عمل کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اگر ہم جمل اصغر کے قاعدہ سے کوئی تاریخ لکھیں تو ہم کو بعض حروف کے عدد ہی نہ لینے ہوں گے اور باقی ماندہ حروف کے عدد عموماً احاد ہی لینے پڑیں گے بعض ناظرین کے دل میں یہ خیال ضرور آئے گا کہ صرف احاد سے سنہ تاریخ کا حاصل ہونا بہت دشوار ہوگا۔ ہم ان کو اطمینان دلاتے ہیں کہ اس کتاب کی فصل اول متعلقہ باب دوم میں صنائع تاریخ کے پڑھنے کے بعد ان کی تسکین ہو جائے گی کہ صرف احاد سے بھی تاریخ لکھی جا سکتی ہے یا اگر ہم کو کوئی مبسوط تاریخ نثر میں لکھنے کا اتفاق ہو تو اس وقت بھی جمل اصغر سے بخوبی کام لیا جا سکتا ہے۔ اس لئے کہ تاریخ گوئی صرف نظم سے مخصوص نہیں ہے۔

اس موقع پر البتہ ایک بات کھٹکتی ہے کہ نقشہ (الف) میں ط کا عدد ۹ کیونکہ قائم رکھا گیا ہے اور نقشہ (ب) میں س۔ ش۔ خ۔ ظ کو عدد سے کیوں محروم کیا گیا ہے۔ اگر س کے عدد ۶۰ کو ۱۲ پر تقسیم کرنے یا ۱۲ کو اس میں طرح دینے کے بعد اس کی کسرات کچھ نہ باقی رہی اور اس کو بے عدد قرار دیا گیا تو ط کے عدد میں ۹ کو طرح دینے کے بعد بھی وہی نتیجہ حاصل ہوتا تھا یعنی ط کو بھی بے عدد قرار دیا جا سکتا تھا۔ دراں حالیکہ نقشہ (الف) میں ط کا عدد ۹ قائم رکھا گیا ہے۔ اور نقشہ (ب) میں س۔ ساقط العدد ہے۔ اس کے متعلق ہم بجز اس کے اور کچھ نہیں کہہ سکتے کہ واضع قاعدہ نے ایسا ہی حکم دیا ہے اور ایسا ہی عمل کیا ہے۔ اگر آج ہم اپنی رائے سے اس قاعدہ میں ترمیم کرنے پر آمادہ ہوں تو ط کو بھی ساقط العدد قرار دے سکتے ہیں۔

ہماری ذاتی رائے ط کی نسبت بھی یہی ہے کہ بقاعدہ جمل اصغر اس کو ساقط العدد قرار دینا چاہیئے

اگرچہ صاحب معدن الجواہر اس جزئیہ میں ساکت ہیں۔ اور متقدمین کا طریقہ بھی اس کے خلاف ہے۔

(۲) جمل صغیر۔ جمل صغیر کو متقدمین نے زُبر بھی کہا ہے۔ زبر بضمتین زبان عربی کا لفظ ہے زبور کی جمع۔ اور زبور بفتح اول بمعنی نوشتہ و کتاب! اور اصطلاح اہل جمل میں زبر یا جمل صغیر اسم حرف کے پہلے حرف کے عدد کو کہتے ہیں جس کا نام مسمّٰی ہے مثلاً ب کا اسم ملفوظ با ہے اور ج کا اسم ملفوظ (جیم) اور د کا اسم ملفوظ (دال) پس لفظ جیم سے صرف حرف ج اور لفظ دال سے صرف حرف دال کا عدد تو زبر ہے اور باقی دو حروف یعنی ی م یا ا ل کے اعداد کو بینات کہتے ہیں۔ بینات کا تفصیلی بیان جمل وسیط میں ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ۔ جمل صغیر کو اقسام جمل کی تعریفات کے لحاظ سے درحقیقت فن جمل کا ایک اصول عام مانا گیا ہے۔ لیکن چونکہ اقسام جمل مختلف اعتبارات سے الگ الگ بیان ہوئے ہیں۔ ہم نے جمل صغیر کو بھی جمل اصغر کے بعد بطور قسم جمل کا بیان کر دینا مناسب سمجھا۔ اور یہ تقسیم اور تعریفات خود اس بات کی متقاضی ہیں کہ جمل صغیر کو دوسرے درجہ میں بیان کریں۔ اگر اس تقسیم اور تعریفات مختلفۂ اقسام جمل سے قطع نظر کی جائے اور ان اقسام کو صنائع جمل میں شامل کیا جائے تو خود اصل فن کا نام جمل صغیر قرار پائے گا۔ لیکن چونکہ متقدمین نے جمل صغیر کے مقابلہ میں جمل وسیط و کبیر کو بھی بیان کیا ہے۔ لہذا ہم اصول تقسیم میں انھیں کی پیروی کرتے ہیں اور جمل صغیر کو اقسام جمل ہی میں شمار کرتے ہیں۔

میر عبدالرشید تتوی نے منتخب اللغات شاہجہانی میں اور صاحب غیاث اللغات نے لفظ بینات کے ضمن میں نیز صاحب معدن الجواہر نے اس کا ذکر کیا ہے۔ میر غلام علی آزاد بلگرامی نے سبحۃ المرجان میں جو کچھ فرمایا ہے وہ قریب قریب تحریر آزاد بلگرامی کا ترجمہ ہے کہ زبر برائے معجمہ مضمومہ و بائے موحدہ مفتوحہ و رائے مہملہ عبارت ہے۔ دو کلمہ مساوی الاعداد سے یا دو مساوی الاعداد زبانی از کلمہ سے جیسے لفظ کل جس کے عدد (۵۰) ہیں اور لفظ ہمہ جس کے عدد بھی (۵۰) ہیں یا دال من آمن، جس کے عدد ۲۱۸ ہیں اور (علی ابن ابی طالب) اس کے عدد بھی ۲۱۸ ہیں۔

ہم عرض کرتے ہیں کہ لفظ زبر کے یہ دوسرے معنی ہیں اور فن جمل ہی سے اس کا بھی تعلق ہے اور اس خاص بیان میں صرف اس قدر عرض کر دینا کافی ہے کہ جمل صغیر کی تعریف کے لحاظ سے لفظ زبر بالضم اپنے پہلے معنی کے جمل صغیر کا مرادف ہے اور دوسرے معنی کا ذکر بطور افادہ کیا ہے۔

بعض استادوں نے اسی قاعدہ زبر سے اپنے ممدوح کی مدح کی ہے یا دشمن کی ہجو۔
اور اسی مقابلۂ اعداد میں یہ صنعت بھی داخل کی ہے کہ ایک لفظ کے عدد تو بقاعدہ زبر لئے ہیں اور دوسرے لفظ مقابل کے عدد بقاعدہ بینات اور یہ اس لئے زیادہ تر خوشنما ہے کہ زبر اور بینات یعنی جمل صغیر و بسیط دونوں باعتبار مساوات عدد دوسرے معنوں کے لحاظ سے زبر کہلاتے ہیں۔ مثلاً فیضی فیاضی نے شہنشاہ اکبر کی تعریف میں ایک رباعی لکھی ہے جس کو ہم ذیل میں ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں۔

نورے کہ زمہر عالم آرا پیداست — از جبہۂ شاہنشہ والا پیداست
اکبر کہ زآفتاب نسبت دارد — ایں نکتہ زبینات اسما پیداست

محققین اہل جمل نے اس رباعی پر خوب خوب طبع آزمائیاں فرمائی ہیں۔ صاحب ملخص تسلیم فرماتے ہیں کہ ا۔ک۔ب۔ر۔ کے اعداد زبر ۲۲۳ ہیں۔ آفتاب کے بینات کا مجموعہ بھی ۲۲۳ ہے۔ پس مصرع چہارم میں لفظ اسما خلل انداز ہے کیونکہ اعداد اکبر تو زبر میں لئے گئے ہیں اور اعداد آفتاب بینات میں۔ پس گمان خطا فیضی کی جانب نہیں ہے بلکہ تحریف کاتب پر یقین ہے
صاحب معدن الجواہر کا اشارہ ہے کہ اس رباعی کے چوتھے مصرع میں فیضی سے سہو ہو گیا کیونکہ یہاں بینات اسما نہیں بلکہ زبر ایک اسم ہے اور بینات ایک اسم۔
مولف عرض کرتا ہے کہ یا ایہا المؤلفون لاباس علیہ۔ فیضی نے بیشک لکھا ہے اور اسی ایک رباعی سے اس کی خبر ملتی ہے کہ وہ فن جمل کا استاد تھا۔
ہم اوپر عرض کر چکے ہیں کہ استادان فن جمل نے اپنے ممدوح کی ستائش میں زبر سے کام لیا ہے یعنی کسی ایک لفظ ہم عدد نام ممدوح کو اس سے منسوب کر کے اس کی تعریف کی ہے اور فیضی نے اس مقابلہ میں یہ خاص لطف رکھا ہے کہ اکبر کے عدد تو قاعدہ زبر یعنی جمل صغیر سے لئے ہیں۔ اور آفتاب کے عدد بقاعدہ بینات یعنی جمل وسیط سے۔ اور دونوں کے اتحاد کو ظاہر کر کے یہ لطف دکھلایا ہے کہ مہر عالم آرا یعنی آفتاب کے بینات میں جو بات ہے وہ صرف ہمارے شہنشاہ کے زبر سے ظاہر ہے اور لفظی مقابلہ یوں کیا ہے کہ جو نور مہر عالم آرا سے ظاہر ہوتا ہے وہ ہمارے شہنشاہ کے صرف ناصیہ سے روشن ہے اور ظاہر ہے کہ اس تشبیہ لفظی و عددی میں بڑی خوبی ہے۔ اب رہی الفاظ بینات اسما کی اشکال جو دونوں مولفین کے یہاں ہے اس کی نسبت ہم کہتے ہیں کہ کچھ اشکال نہیں ہے۔ ان بزرگوں نے اسماء سے اکبر

اور آفتاب مراد لیا ہے اور پھر اعتراض فرمایا ہے کہ اکبر اور آفتاب کے بینات میں اتحاد نہیں ہے بلکہ اکبر کے زبر اور آفتاب کے بینآت میں اتحاد ہے اس لئے بیان خلاف واقعہ ہے۔ ہم عرض کرتے ہیں کہ اصطلاح جمل میں مسمّی زبر کو کہتے ہیں۔ اور اسم بینآت کو۔ اور اسم حرف۔ حرف ملفوظ کا نام ہے جیسے ب کا اسم با ہے۔ اور دل کا اسم حرف (الف) پس استاد فیضی کا مقصود اسماء سے اسماء حروف آفتاب ہے یعنی ہر ایک کا بینآت۔ مثلاً حروف آفتاب ۵ ہیں۔ الف۔ فا۔ تا۔ الف با۔ ان پانچوں حروف ملفوظی کے زبر کو تو چھوڑ دو جس کا نام مسمی ہے اور بینات محسوب کرو جس کو اسم بھی کہتے ہیں اور ظاہر ہے کہ پانچوں حروف کے بینآت کو اسما کہنا صحیح ہے پس بینآت اسمائے حروف آفتاب (لف۔ ا۔ ا۔ لف۔ ا) کے مجموعی عدد ۲۲۳ مساوی ہیں ناصیۂ اکبر یعنی زبر لفظ اکبر کے چونکہ بینآت کا مرادف اسماء ہے اور ہر حرف کے ملفوظ کو اسم حرف بھی کہتے ہیں۔ اس مصرع آخر میں رعایت لفظی بھی ہے اور چونکہ آفتاب کو سعد اکبر بھی کہتے ہیں۔ اکبر کے ساتھ اس کی نسبت بڑی لطف خیز ہے حاصل یہ ہے کہ جس طرح سعد اکبر یعنی آفتاب کے بینآت کا مقابلہ اکبر کے زبر سے ہوتا ہے۔ اسی طرح آفتاب کی ذات میں جو نور ہے وہ اکبر کے صرف ناصیہ میں موجود ہے

(۳) جمل وسیط:۔ وسیط زبان عربی کا لفظ ہے۔ بمعنی متوسط۔ اصطلاح جمل میں جمل وسیط اور بینآت۔ دونوں مترادف ہیں۔ اسم حرف سے پہلے حرف کو چھوڑ کر باقی حروف کے اعداد کا نام بینآت ہے۔ مثلاً حرف (ا) کا اسم ملفوظ (الف) ہے اور لفظ الف سے پہلا حرف چھوڑ کر ل اور ف کے اعداد کا مجموعہ (۱۱۰) بینآت ہے اور اس کو اسم بھی کہتے ہیں۔ صاحب منتخب اللغات لفظ زبر کے بارے میں فرماتے ہیں کہ زبر (بضمتین) ابتدائی حرف تہجی کا نام ہے اور بجز اس کے جس حرف کا تلفظ کیا جاتا ہے بینہ کہلاتا ہے ان کے طرز بیان سے واضح ہوتا ہے کہ اسم ملفوظ حرف کے دوسرے یا دوسرے اور تیسرے حرف کا نام بینہ ہے برخلاف اس کے صاحب غیاث اللغات کا قول ہے کہ بینآت حروف ابجد کے حساب اعداد کی ایک قسم ہے وہ اس طرح ہے کہ ہر حرف کو بلحاظ تلفظ لیتے ہیں یعنی دو حرفی حروف کے دو حرف مان کر پہلے جزو کو جو اسی کا مسمّی ہوتا ہے۔ ترک کر دیتے اور دوسرا جزو جو الف ہے باقی رہتا ہے اس سے ایک عدد مراد ہوتا ہے۔ اسی طرح سہ حرفی حروف سے پہلا حرف ترک کر کے جو دو حرف رہ جائیں انھیں کے اعداد محسوب کرتے ہیں معدن الجواہر نے بھی بینآت کو جمل وسیط کا مرادف کہا ہے۔ یعنی ان کو بالمعنی صاحب غیاث

کی رائے سے اتفاق ہے۔ فرماتے ہیں کہ اہل جمل نے جمل وسیط کو جمل اوسط بھی کہا ہے۔ جمل کبیر کے ضمن میں ہم ایک نقشہ ہدیہ ناظرین کریں گے۔ جس کے ملاحظہ سے ہر ایک حرف کے مقابل اس کے اعداد بلحاظ جمل صغیر و وسیط و کبیر واضح ہوں گے سر دست اس مقام پر ایک نقشہ اعداد حروف کا حسب قاعدہ جمل وسیط پیش کیا جاتا ہے۔

اسم حرف	الف	با	جیم	دال	ها	واؤ	زا
حروف	ل ف جملہ	ا	ی م جملہ	ا ل جملہ	ا	ا و جملہ	ا
اعداد	۳۰ ۸۰ ۱۱۰	۱	۱۰ ۴۰ ۵۰	۱ ۳۰ ۳۱	۱	۱ ۶ ۷	۱

اسم حرف	حا	طا	یا	کاف	لام	میم	نون
حروف	ا	ا	ا	ا ف جملہ	ا م جملہ	ی م جملہ	و ن جملہ
اعداد	۱	۱	۱	۱ ۸۰ ۸۱	۱ ۴۰ ۴۱	۱۰ ۴۰ ۵۰	۶ ۵۰ ۵۶

اسم حرف	سین	عین	فا	صاد	قاف	را	شین
حروف	ی ن جملہ	ی ن جملہ	ا	ا د جملہ	ا ف جملہ	ا	ی ن جملہ
اعداد	۱۰ ۵۰ ۶۰	۱۰ ۵۰ ۶۰	۱	۱ ۴ ۵	۱ ۸۰ ۸۱	۱	۱۰ ۵۰ ۶۰

اسم حرف		ثا	خا	ذال	ضاد	ظا	غین
حروف	ا	ا	ا	ا ل جملہ	ا د جملہ	ا	ی ن جملہ
اعداد	۱	۱	۱	۱ ۳۰ ۳۱	۱ ۴ ۵	۱	۱۰ ۵۰ ۶۰

نقشہ بالا کی خانہ پری ہم نے عربی حروف کے تلفظ کے لحاظ سے کی ہے۔ اور ان ۲۸ حروف کی نسبت فارسی ہے تلفظ بھی وہی ہے۔ اور فارسی میں سوائے حروف مندرجہ نقشہ مذکورہ پا۔ چیم۔ ژا۔ گاف۔ کا جمل وسیط یا بیّنات وہی ہوگا جو کہ با۔ جیم زا۔ کاف کے ذیل میں لکھا گیا ہے۔

لیکن جب زبان اردو میں جمل وسیط یا بیّنات پر عمل کیا جائے تو حروف ذیل کا بیّنات نقشہ بالا کے خلاف ہوگا کیونکہ ۱۷ حروف کا تلفظ اردو میں خلاف عربی و فارسی ہے اور صرف انھیں حروف کو نقشہ ذیل کے ذریعہ سے دکھلایا گیا ہے۔

ب یا پ		ت یا ٹ		ث	چ	ح	خ	ر یا ڑ	
بے پے		تے ٹے		ثے	چے	حے	خے	رے ڑے	
۱۰	۱۰	۱۰	۱۰	۱۰	۱۰	۱۰	۱۰	۱۰	۱۰
ز یا ژ		ط	ظ	ف	ہ	ی			
زے ژے		طوے	ظوے	فے	ہے	یے			
۱۰	۱۰	۱۲	۱۲	۱۰	۱۰	۱۰			

بعض محققین کا خیال ہے کہ ان ۱۷ حروف کا جمل وسیط یا بیّنات اردو میں حقیقت لفظ کے لحاظ سے ہوگا مثلاً اگر لفظ (قدر) جو زبان عربی کا لفظ ہے اردو میں مستعمل ہوا ہو تو (را) کا بیّنات بقاعدہ عربی (۱) ہوگا۔ نہ بقاعدہ اردو (۱۰) اسی طرح اگر لفظ (چمن) کا استعمال اردو میں ہوا ہو تو (چیم) کا بیّنات بقاعدہ فارسی جو عربی کے مطابق ہے (۵) ہوگا نہ بقاعدہ اردو (۱۰)۔ اکثر اہل فن نے اس نزاکت کی جانب توجہ ہی نہیں فرمائی بعض نے اس لئے اس بحث کو چھوڑ دیا کہ اس فن کو زبان اردو میں لانا ہی پسند نہیں فرمایا۔ بعض نے اس لئے سکوت اختیار فرمایا کہ ان کی تالیف اگرچہ ہندوستان میں شائع ہوئی لیکن زبان فارسی تھی۔ انھوں نے ضرورت زبان اردو کا خیال ہی نہیں کیا۔

ہم یہ کہتے ہیں چونکہ اس فن کا رواج زبان اردو میں ہوچکا ہے تو ہماری رائے یہ ہے کہ حرف کا تلفظ خواہ وہ حرف زبان عربی کا ہو یا فارسی کا۔ ہماری اردو زبان میں جس طرح ہوتا ہو اسی اعتبار سے بیّنات تجویز ہونا چاہیئے۔ مانا کہ (ث) عربی زبان کا لفظ ہے اور اور عربی تلفظ میں اس کو (ثا) کہتے ہیں۔ اور فارسیوں نے بھی اس کو (ثا) کہا ہے لیکن جب اردو میں اس کا تلفظ (ثے) ہے تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ ہم اس کا جمل وسیط یا بیّنات بلحاظ تلفظ عربی و فارسی (۱) لیں بلحاظ تلفظ اردو (۱۰) نہ لیں۔ بعض متاخرین کا یہ خیال ہے کہ صرف (ٹ) (ڈ) (ڑ) کے متعلق یہ عمل رہے اس لئے کہ (ٹ) (ڈ) (ڑ) زبان اردو کے خاص حروف ہیں اور باقی حروف میں قاعدہ عربی و فارسی کی پابندی کی جائے۔ ہم کو اس آخر الذکر گروہ سے

بھی اختلاف ہے۔ اس لئے کہ (ٹ) (ڈ) (ڑ) اگرچہ اردو کے خاص حروف ہیں جو فارسی اور عربی میں نہیں ہیں۔ لیکن (ت) اور (ر) یا اکثر حروف کی نسبت یہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ زبان اردو کے حروف نہیں ہیں اصول ایک اختیار کرنا چاہیئے۔

(۴) جمل کبیر:۔ بقول صاحب معدن الجواہر جمل کبیر مجموعہ ہے جمل صغیر اور جمل وسیط کا اور مرادف ہے زبر و بینات کا یعنی ہر حرف کے اسم ملفوظی کے حروف کو اہل جمل نے جملِ کبیر سے نامزد کیا ہے اور اس کو جمل کبیر کہنا اس لئے درست ہے کہ یہ شامل ہے صغیر و وسیط پر۔ ہم جمل اصغر کے بیان میں کہہ آئے ہیں کہ اہل جفر نے جمل کبیر کی تعریف وہ بیان کی تھی جو جمل اصغر پر گزری۔ لیکن شائقین فن جمل خود اس بات کا تصفیہ فرما سکتے ہیں کہ تعریف کے لحاظ سے کس قسم کے لئے کون سا نام مناسب ہے۔ بعض محققین نے تعریف قدریہ کو بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ قسم درحقیقت جمل کبیر ہے۔ بعض نے اس کو صرف زبر و بینات کہا ہے اور بعض نے جمل جامع صغیر و وسیط اس کا نام رکھا ہے۔ لیکن جب کہ تعریفات ہمارے روبرو ہیں تو ہم کو غلطی کی پیروی کرنے کی کچھ ضرورت نہیں۔

جن حضرات نے جمل اصغر کا نام جمل کبیر رکھا ہے انھوں نے اس پر غور نہیں فرمایا کہ ہرگاہ جب انھوں نے زبر کو جمل صغیر اور بینات کو جمل وسیط کہا ہے تو پھر جامع زبر و بینات کا نام بھی آخر کچھ ہونا چاہیئے یا نہیں۔ جس اصول نے ان کو اس پر مجبور کیا کہ زبر کو جمل صغیر کہیں اور بینات کا جمل وسیط نام رکھیں وہی اصول ہم کو مجبور کرتا ہے کہ (جامع زبر و بینات) کا نام جمل کبیر رکھا جائے اور وہی اس کا مقتضی تھا کہ ہم قسم اول کو جمل اصغر سے موسوم کریں۔ اس لئے کہ قسم اول کا درجہ باعتبار قلت اعداد جمل صغیر سے بھی کم ہے۔

نقشہ ذیل ہم ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں جس کا میزانی خانہ حامل اعداد جمل کبیر ہے۔

الف	ا	۱	ل	۳۰	ف	۸۰	میزان ۱۱۱
بے	ب	۲	ا	۱			میزان ۳
جیم	ج	۳	ی	۱۰	م	۴۰	میزان ۵۳
دال	د	۴	ا	۱	ل	۳۰	میزان ۳۵
ہے	ہ	۵	ا	۱			میزان ۶
واو	و	۶	ا	۱	و	۶	میزان ۱۳
زے	ز	۷	ا	۱			میزان ۸

حے	ح	۸	ا	۱			میزان ۹
طے	ط	۹	ا	۱			میزان ۱۰
یے	ی	۱۰	ا	۱			میزان ۱۱
کاف	ک	۲۰	ا	۱	ف	۸۰	میزان ۱۰۱
لام	ل	۳۰	ا	۱	م	۴۰	میزان ۷۱
میم	م	۴۰	ی	۱۰	م	۴۰	میزان ۹۰
نون	ن	۵۰	و	۶	ن	۵۰	میزان ۱۰۶

سین	س	۶۰	ی	۱۰	ن	۵۰	میزان ۱۲۰
عین	ع	۷۰	ی	۱۰	ن	۵۰	میزان ۱۳۰
فے	ف	۸۰	ا	۱			میزان ۸۱
صاد	ص	۹۰	ا	۱	د	۴	میزان ۹۵
قاف	ق	۱۰۰	ا	۱	ف	۸۰	میزان ۱۸۱
رے	ر	۲۰۰	ا	۱			میزان ۲۰۱
شین	ش	۳۰۰	ی	۱۰	ن	۵۰	میزان ۳۶۰

تے	ت	۴۰۰	ا	۱			میزان ۴۰۱
ثے	ث	۵۰۰	ا	۱			میزان ۵۰۱
خے	خ	۶۰۰	ا	۱			میزان ۶۰۱
ذال	ذ	۷۰۰	ا	۱	ل	۳۰	میزان ۷۳۱
ضاد	ض	۸۰۰	ا	۱	د	۴	میزان ۸۰۵
ظے	ظ	۹۰۰	ا	۱			میزان ۹۰۱
غین	غ	۱۰۰۰	ی	۱۰	ن	۵۰	میزان ۱۰۶۰

جمل وسیط کے گزشتہ بیان میں ۷ احروف کے تلفظ اردو کی نسبت جو بحث ہم نے کی ہے وہ درحقیقت جمل کبیر سے بھی متعلق ہے۔

ہماری رائے کے مطابق زبان اردو میں ان ۷ احروف کا جمل کبیر حسب نقشہ ذیل ہونا چاہیئے۔

ب پ			ت یا ٹ			ث			چ		
بے یا پے			تے یا ٹے			ثے			چے		
ب	ی	میزان	ت	ی	میزان	ث	ی	میزان	چ	ی	میزان
۲	۱۰	۱۲	۴۰۰	۱۰	۴۱۰	۵۰۰	۱۰	۵۱۰	۳	۱۰	۱۳

ح			خ			ر یا ڑ			ز یا ژ		
حے			خے			رے یا ڑے			زے یا ژے		
ح	ی	میزان	خ	ی	میزان	ر	ی	میزان	ز	ی	میزان
۸	۱۰	۱۸	۶۰۰	۱۰	۶۱۰	۲۰۰	۱۰	۲۱۰	۷	۱۰	۱۷

ط				ظ				ف			ہ		
طوے				ظوے				فے			ہے		
ط	و	ے	میزان	ظ	و	ے	میزان	ف	ی	میزان	ہ	ی	میزان
۹	۶	۱۰	۲۵	۹۰۰	۶	۱۰	۹۱۶	۸۰	۱۰	۹۰	۵	۱۰	۱۵

ی		
یے		
ی	ی	میزان
۱۰	۱۰	۲۰

(۵) جمل اکبر۔ لفظ کبیر کے مقابلہ میں لفظ اکبر خود اس قسم کے وجہ تسمیہ کی تعریف کر رہا ہے۔ چونکہ اس قسم جمل میں ایک حرف کے اعداد زبر و بینات یا جمل کبیر سے بھی تجاوز اور ترقی کرتے ہیں۔ لہذا اہل فن نے اصطلاح جمل میں اس کا نام جمل اکبر رکھا۔ طبّاعانِ عرب اس قسم کے موجد ہیں۔ اس طرح کہ ایک حرف کے عدد جمل کو زبان عربی میں لکھتے ہیں اور اس مکتوب کے اعداد کو اس حرف کا عدد قرار دیتے ہیں۔

مثلاً حرف د ا کا عدد ایک ہے اور اس کو عربی میں احد کہتے ہیں اور احد کے عدد بلفظ عدہ جمل ۱۳ ہیں تو الف کو مساوی ۱۳ قرار دیا جاتا ہے۔

ہم عرض کرتے ہیں کہ جمل اکبر کی رو سے ہر ایک زبان میں ہر ایک حرف کے اعداد مختلف ہوں گے۔ نقشہ ذیل صرف زبان عربی اور فارسی اور اردو کی مثال ہے۔

حرف	عدد جمل	تلفظ عدد بزبان عربی	جمل اکبر	تلفظ عدد بزبان فارسی	جمل اکبر	تلفظ عدد بزبان اردو	جمل اکبر
ا	۱	احد	۱۳	یک	۳۰	ایک	۳۱
ب	۲	اثنان	۶۰۲	دو	۱۰	دو	۱۰
ج	۳	ثلاثۃ	۱۴۳۱	سہ	۶۳	تین	۴۶۰
د	۴	اربعہ	۶۷۳	چہار	۲۰۹	چار	۲۰۴
ہ	۵	خمسۃ	۱۱۰۰	پنج	۵۵	پانچ	۵۶
و	۶	ستۃ	۸۶۰	شش	۶۰۰	چھ	۸
ز	۷	سبعۃ	۵۴۳	ہفت	۴۸۵	سات	۴۶۱
ح	۸	ثمانیۃ	۱۰۰۱	ہشت	۷۰۵	آٹھ	۴۰۶
ط	۹	تسعۃ	۹۳۰	نہ	۵۵	نو	۵۶
ی	۱۰	عشرۃ	۹۷۰	دہ	۹	دس	۶۴
ک	۲۰	عشرین	۹۳۰	بست	۴۶۲	بیس	۷۲
ل	۳۰	ثلاثین	۱۰۹۱	سی	۷۰	تیس	۴۷۰
م	۴۰	اربعین	۳۳۳	چہل	۳۸	چالیس	۱۰۴

ن	۵۰	خمسین	۷۶۰	پنجاہ	۶۱	پچاس	۶۶
س	۶۰	ستین	۵۲۰	شست	۷۹۰	ساٹھ	۴۶۶
ع	۷۰	سبعین	۱۹۲	ہفتاد	۴۹۰	ستر	۶۶۰
ف	۸۰	ثمانین	۶۵۱	ہشتاد	۷۱۰	اسی	۷۱
ص	۹۰	تسعین	۵۹۰	نود	۶۰	نوے	۶۶
ق	۱۰۰	مأت	۴۵۱	صد	۹۴	سو	۶۶
ر	۲۰۰	مائتین	۵۱۱	دوصد	۱۰۴	دوسو	۷۶
ش	۳۰۰	ثلاث مأتہ	۱۴۸۲	سہ صد	۱۵۹	تین سو	۵۲۶
ت	۴۰۰	اربع مأتہ	۷۲۴	چہار صد	۳۰۳	چار سو	۲۷۰
ث	۵۰۰	خمس مأتہ	۱۱۵۱	پنج صد	۱۴۹	پانسو	۱۱۹
خ	۶۰۰	ستمأتہ	۹۱۱	شش صد	۶۹۴	چھ سو	۶۴
ذ	۷۰۰	سبع مأتہ	۵۸۳	ہفت صد	۵۷۹	سات سو	۵۲۷
ض	۸۰۰	ثمان مأتہ	۱۰۴۲	ہشت صد	۷۹۹	آٹھ سو	۴۷۲
ظ	۹۰۰	تسع مأتہ	۹۸۱	نہصد	۱۴۹	نوسو	۱۲۲
غ	۱۰۰۰	الف	۱۱۱	ہزار	۲۱۳	ہزار	۲۱۳

جمل اکبر فارسی میں پنج صد کے عوض پانصد کے عدد لینا یا چہار صد کے عوض چار صد کے عدد بلحاظ محاورہ زبان فارسی محسوب کرنا درست اور جائز ہے اور اسی قسم کا تصرف ہر ایک زبان کے محاورہ کے لحاظ سے ہو سکتا ہے۔

فارسیوں نے جمل اکبر میں ایک نئی ایجاد کی ہے اور اس کو فن معمّٰی میں داخل کیا ہے جیسا کہ مولانا جامی علیہ الرحمہ کا معمائے اسم طیب اس کی مثال ہے نام یارم سہ حرف دان بے رنج ؛؛ ہر یکے در حساب پنجہ و پنج ؛؛ لفظ طیب کو لیجئے جس میں ۳ حرف ہیں ط۔ ی۔ ب (ط) کے عدد ۹ ہیں جس کو فارسی میں نُہ کہتے ہیں اور نُہ کے عدد (۵۵) ہیں بقاعدہ جمل اکبر پھر (ی) کو لیجئے جس کے عدد (۱۰) ہیں دس کو فارسی میں دہ کہتے ہیں اور دہ کے عدد مجموعی (۹) ہیں اور نَو کو فارسی میں نہ کہتے ہیں اور نہ کے اعداد (۵۵) ہیں پھر (ب) کو لیجئے جس کے عدد (۲) ہیں اور دو کو فارسی میں دو ہی کہتے ہیں اور لفظ دو کے عدد (۱۰) ہیں اور ۱۰ کو

فارسی میں دہ کہتے ہیں اور لفظ دہ کے عدد (۹) ہیں اور نو کا فارسی ترجمہ نُہ ہے اور لفظ نُہ کے عدد (۵۵) ہیں ہر ایک حرف میں ایک ایک مرتبہ جمل اکبر کا بڑھتا گیا ہے۔ اور ہماری رائے میں اس عمل کو جمل اکبر مع الترفیع کہنا چاہیئے۔ اگر کوئی مورخ اس صنعت میں تاریخ کہے تو اس کو ضرور ہے کہ جمل اکبر مع الترفیع کی صداقت کردے ورنہ وہ تاریخ معمّی کے دائرہ میں گھری رہے گی اور مورخ کا مقصد فوت ہوگا۔

(۵) قواعد وضوابط جمل کا بیان

قاعدہ عام:۔ استادان فن کا اس پر اتفاق ہے کہ حساب جمل مکتوب پر مبنی ہے نہ کہ ملفوظ پر میر غلام علی آزاد بلگرامی سبحۃ المرجان میں بضمن ترجمہ شیخ محمد حیات سندی مدنی فرماتے ہیں کہ میرے جداور میرے استاد مولانا سید عبدالجلیل بلگرامی نے اپنے بعض رسائل میں کہا ہے کہ معتبر فن جمل میں مکتوب ہے نہ کہ ملفوظ۔ جیسا کہ اہل جمل لفظ اللّٰہ کے عدد باعتبار ہیئت مکتوبہ کے ۶۶ لیتے ہیں اگر تلفظ کا اعتبار ہوتا تو الف کا عدد بھی محسوب ہوتا جو کہ لام کے بعد پڑھا جاتا ہے۔

پھر صنعت تاریخ کے بیان میں فرمایا ہے کہ مورخین کی بنا رکتابت پر ہے۔ خلاف علمائے عروض اور اہل دعوۃ کے۔ پس بہ تحقیق علمائے عروض اہل دعوۃ کی بنا رتلفظ پر ہے۔ اس لئے کہ عروض کا مدار وزن پر ہے اور دعوۃ کا مدار ذکر پر اور یہ دونوں نطق سے متعلق ہیں۔ پس ہمزہ لفظ اللّٰہ کا حساب جمل میں داخل ہوتا ہے اور الف اللّٰہ کا محسوب نہیں ہوتا کیوں کہ ہمزہ مذکور مکتوبی ہے اور غیر ملفوظ اور الف اس کے عکس ہین اور اسی ضابطہ پر حرف مشدّد ایک گنا جاتا ہے

پھر انہوں نے خزانہ عامرہ میں بضمن ترجمہ ناصر علی سرہندی فرمایا، کہ اہل جمل کے نزدیک کتابت معتبر ہے نہ کہ تلفظ اور یہ اہل عروض و اہل دعوۃ کے خلاف ہے۔

نصر الوفائی الھوریتی نے مطالع النصریہ میں فرمایا ہے کہ عمل تواریخ میں حساب جمل حروف کا بلحاظ کتابت ہوتا ہے۔ صاحب معدن الجواہر محققین متذکرہ بالا کے حوالہ سے فرماتے ہیں کہ حساب جمل میں حروف مکتوب کا معتبر ہونا متحقق ہو چکا، پس لفظ مصطفیٰ کا آخر حرف یائے حطی محسوب ہوگا اگرچہ یا نہیں پڑھی جاتی، اور لفظ صلوٰۃ میں واؤ کے عدد لئے جائیں گے اگرچہ وہ تلفظ سے خارج ہے

مولف عرض کرتا ہے کہ جس زبان میں تاریخ لکھنا مقصود ہے اس کے رسم الخط سے مورخ کا واقف ہونا ضرور ہے، ورنہ مورخ کی محنت غلط رسم الخط کی وجہ سے ضائع جانے اور مادہ تاریخ کے

غلط ہونے کا اندیشہ رہے گا۔ اگرچہ رسم الخط السنہ کے متعلق متعدد مختصر سے رسائل لکھے گئے ہیں۔ لیکن خاص کر اسی بیان کے حصہ آئندہ میں ہم کسی قدر اس کو بیان کریں گے۔ اگر کسی آیت عرفانی سے مادہ حاصل کرنا مقصود ہو تو رسم الخط قرآنی کی پابندی ہونی چاہیئے، اس لئے عربی الفاظ کے رسم الخط کے مقابلہ میں رسم الخط قرآن مخصوص ہے

قواعد خاص :۔ ہم اس بیان میں مناسب خیال کرتے ہیں کہ اپنے سلسلہ بیان کو حروف تہجی کی ترتیب پر مبنی کریں اور ہر ایک حرف کے ضمن میں رسم الخط زبان عربی و فارسی و اردو کے مختصر سے قواعد بھی بیان کرتے ہوئے چلیں۔ تاکہ یہ کتاب شائقین فن جمل کو رسائل رسم الخط سے بھی ایک حد تک مستغنی کردے۔ جس قدر قواعد خاص۔ اس بیان میں لکھے جائیں گے وہ تمام تر اسی اصول عام پر مبنی ہیں جو گزشتہ حصہ میں گزرا۔

(الف)

(۱) عربی اور فارسی زبان میں جو الف صدر کلمات میں واقع ہوتا ہے وہ درحقیقت ہمزہ ہے۔ لیکن بایں وجہ کہ وہ کتابت میں الف کی شکل میں لکھا جاتا ہے۔ اہل جمل کے پاس وہ الف ہی ہے۔ اور اس کا عدد جمل ایک ہے۔ جیسے ابن۔ ام۔ امداد۔ استدار وغیرہ اردو والے اس کے خلاف ہیں۔ یعنی وہ ہمزہ صدر کلمات کو بھی الف ہی مانتے ہیں نہ ہمزہ۔ صاحب فرہنگ آصفیہ لفظ ہمزہ پر فرماتے ہیں کہ اردو میں ہمزہ وہ منحنی لکیر ہے جو لام الف کے بعد بشکل (ء) آتی ہے۔ پس الف کی نسبت ہمارے مقصد کے لئے صرف یہ کلیہ کافی ہے کہ کتابت حروف لفظ میں جو ہمزہ الف کی شکل میں لکھا جاتا ہے خواہ وہ تعریفاً ہمزہ ہو یا الف لیکن باغراض جمل الف سمجھا جائے گا اور اس کا ایک عدد محسوب ہوگا۔

(۲) قدیم رسم الخط میں الف ممدودہ کو دو الفوں کی شکل میں لکھنے کا دستور تھا فرہنگ جہانگیری وغیرہ میں اس طریقہ کی مثالیں اب تک موجود ہیں۔ لیکن متاخرین فارس نے اس طریقہ کو ترک کیا ہے اور اب الف پر ایک چھوٹا سا قد لکھا جاتا ہے۔ اردو کے رسم الخط میں بھی یہی طریقہ ہے لیکن عربی والوں نے اب تک دو الف لکھنے کا طرز جاری رکھا ہے تاہم دوسرا الف جو بعوض مد ہوتا ہے وہ قد میں بہت چھوٹا لکھا جاتا ہے جیسے لفظ اٰمنو کا دوسرا الف اگرچہ قرأت خود بتلا رہی ہے کہ دو الف سے مد کی آواز پیدا ہوتی ہے لیکن رسم الخط عربی نے اس کا فیصلہ کر دیا ہے کہ حروف لفظ میں پہلا ہمزہ جو بشکل الف ہے وہ ایک ہی ہے اور دوسرا چھوٹا الف کھڑا زبر ہے جس سے اس مد کا

فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ جو فارسیوں کی کتاب میں مروّج ہے۔

پس اہل جمل کا اتفاق اسی پر ہے کہ لفظاً اُنھوں میں چھوٹا الف اس لئے محسوب نہ ہوگا کہ وہ کھڑا زبر ہے۔

صاحب سبحۃ المرجان نے درست فرمایا ہے کہ مشدّد ایک ہی شمار کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ لفظ مشدّد ادو بھی حکم ہے ہمزہ ممدودہ کے لئے جو لفظ آمن میں ہے۔

صاحب معدن الجواہر کا قول ہے کہ حرف ہمزہ عربی، فارسی، ترکی اور ہندی زبانوں میں جب کبھی کسی کلمے میں الف سے پہلے آئے تو لکھنے میں نہیں آتا اور اس کی علامت عربی اور ترکی میں سیدھا زبر ہوتی ہے جو چھوٹے سے الف کی شکل میں الف کے اوپر لکھتے ہیں جیسے اُبا و الآدم اور فارسی اور ہندی میں ایک آڑا ترچھا خط لگا کر اسے مد کہتے ہیں ایسے ہی الف کو ممدودہ کہتے اور لکھتے ہیں مثلاً آباد، آزاد، آمدن۔ اسی طرح ہمزہ جمل میں محسوب نہیں کیا جاتا کیونکہ کوئی حرف نہیں ہے۔

صاحب افادہ تاریخ کا بھی یہی خیال ہے اور کلام استادان فارس میں بھی اسی قاعدہ پر عمل پایا گیا ہے۔ جیسا کہ محتشم کاشی نے شہزادہ روم کی آمد میں ایک تاریخ لکھی ہے جس میں الف ممدودہ کا صرف ایک ہی عدد محسوب ہوا ہے۔

تاریخ آں قرآں طلبیدم زعقل گفت — بوسید کامجوئے جوان شاہ را رکاب
۹۵۲ھ

تاریخ آں مقارنہ کردم سوال گفت — ماہ عجب رسید بپا بوس آفتاب
۹۵۲ھ

سنجر طہرانی نے ۱۰۱۰ ہجری میں مدح شاہ جہانی میں ایک قصیدہ لکھا ہے جس کے مصرع سے تاریخ نکالی ہے۔ اس قصیدہ میں بھی الف ممدودہ کا عدد ایک ہی محسوب ہوا ہے۔ یہ مصرع اسی قصیدہ کا ہے۔

ع زجہد شاہجہاں بادشاہ ملک آرائے
۱۰۱۰ ہجری

اس میں کچھ شک نہیں کہ متقدمین فارسی میں اس کا رسم الخط دو الف کے ساتھ تھا جیسا کہ بعض فرہنگ ہائے فارسی سے اس کی تصدیق ہوتی ہے اور غالباً ان کا یہ طرز عربی رسم پر مبنی تھا۔ جو اب تک قائم ہے۔ لیکن بعض متاخرین نے اس کو بدل دیا اور رسم الخط عربی کی حقیقت کی صراحت عربوں نے کر دی جس کا ذکر اوپر ہوا ہے۔ تو پھر کوئی وجہ نہیں ہے کہ کلیہ عام اور قواعد کے برخلاف الف ممدودہ کے عدد دو محسوب ہوں۔ صاحب ملخص تسلیم کو اصرار ہے کہ الف ممدودہ کے عدد دو ہی محسوب ہوں اور مرزا محمد جعفر اوج نے اپنی تالیف ارمغان میں بھی انھیں کے ساتھ

اتفاق فرمایا ہے اور سند میں کلیم ہمدانی کی تاریخیں پیش ہوئی ہیں۔ جن کی نقل ذیل میں کی گئی ہے

بہر تاریخ قرآں کرد رقم کلک سلیم — مہد جمشید ببر منزل بلقیس آمد

دادا ایزد بپادشاہ جہاں — خلفے ہمچو نوگل شاداب

چوں بدیں مژدہ آفتاب اندلخت — افسر خویش بر ہوا چو حباب

طبع دریافت سال تاریخش — زد۔ رقم ۔ آفتاب عالمتاب

از جلوۂ شاہدان فرخ پے فتح — داد از پے ہم ساقی دوران مئے فتح

تاریخ فتوحات شہنشاہ جہاں — بنوشت کلیم۔ آمدہ فتح از پے فتح

ہم کہتے ہیں کہ کلیم ہمدانی کا پایہ فن میں کچھ ایسا بلند نہ تھا جس کی سند پر ہم قاعدہ عام اور استادان فن اور ائمہ جمل کے قول کی خلاف ورزی کریں ائمہ جمل کی احتیاط اس درجہ تھی کہ وہ مختلف فیہ مسائل میں مختلف دبستانوں کا ذکر کرکے یہ لکھ دیتے تھے کہ خواہ اس پر عمل کر و یا اُس پر لیکن اس خاص مسئلہ میں ان کی رائے قطعی ہے اور استادان عجم نے بالاتفاق اس کی پیروی کی ہے۔ صرف کلیم ہمدانی کا کلام اس کلیہ عام کے خلاف عمل کے لئے کافی نہیں ہے

صاحب ملخص تسلیم نے اپنی رائے کے خلاف عمل کرنے والے استادوں کو بہت کچھ برا بھلا کہا ہے اور سخت و سست الفاظ میں ان کو یاد کیا ہے۔ اور اسی کے ساتھ یہ بھی فرمایا ہے کہ ہماری تاریخوں میں الف ممدودہ کے دو عدد محسوب ہوئے ہیں۔

ہم کو بہت افسوس ہے کہ لائق مولف نے یہ اچھا نہ کیا۔ ایسا کہنا۔ فاضل مولف کے شایان نہیں ہے کہ ایسے مسئلہ میں جس میں بلند پایہ محققین کا اتفاق ہے۔ زبان درازی کریں ہمارا خیال یہی ہے کہ الف ممدودہ کا صرف ایک ہی عدد محسوب ہو۔

محتشم کاشی اور سنجر طہرانی کے سوا جن کے کلام کی سند ہم نے اوپر لکھی خواجہ حسن ہروی نے بھی اپنے ایک قصیدہ تاریخی میں کئی جگہ الف ممدودہ کا استعمال کیا ہے۔ جس کا صرف ایک ہی عدد لیا ہے۔ ہم نے اس قصیدہ کے چند اشعار کو اسی بیان میں حرف ک کے ذیل میں نقل کیا ہے۔ جس میں کئی جگہ الف ممدودہ سے کام لیا گیا ہے۔ معزز ناظرین اس کو ملاحظہ فرمائیں۔

(۳) جو ہمزہ کہ وسط کتابت میں بشکل الف لکھا جاتا ہے۔ جیسے (سائل) میں سین کے بعد۔ وہ بھی اہل جمل کے پاس الف ہے اگرچہ عربوں نے اس ہمزہ کا اظہار تکرار اس

لئے کیا ہے کہ قاری کو اس کی اطلاع رہے کہ یہ الف نہیں ہے بلکہ ہمزہ ہے تاہم اہل جمل نے صورت کتابت کو معتبر خیال کر کے اس کو الف مانا ہے پس لفظ (سائل) کے اعداد (۹۱) محسوب ہوں گے۔ لفظ (سائل) میں فارسیوں نے حرف دوم کو الف ہی مانا ہے۔ اسی طرح اردو میں بھی لفظ (چال) (ڈھال) کا حرف دوم الف ہے۔ صاحب معدن الجواہر نے بھی اس کا ذکر فرمایا ہے۔ اور لکھا ہے کہ اگرچہ لفظ (چینئیز) چین اخوا کا مخفف ہے۔ اور چین اخوا میں ہمزہ بشکل الف موجود ہے۔ لیکن چونکہ چینئیز کی کتابت میں شکل الف متروک ہے لہذا اس کا ہمزہ محسوب نہ ہوگا بلکہ ہمزہ کے بدلے یا کے عدد محسوب ہوں گے۔ برخلاف اس کے سال میں حرف دوم الف محسوب ہوگا اس لئے کہ رسم الخط نے اس کی صورت کتابت کا فیصلہ کر دیا ہے۔

(۴) لفظ موسیٰ کا الف مقصورہ اگرچہ کتابت میں چھوٹا سا قد لئے ہوئے موجود ہے۔ لیکن وہ کتابت کے قاعدہ سے الف نہیں ہے اس لئے کہ کتابت میں اس کے عوض یا موجود ہے اور اشارہ الف مختصر صرف ایک رسم الخط کی علامت ہے تاکہ قاری اس یا کو الف کی آواز میں پڑھے اور قاعدہ رسم الخط میں اس علامت کا ترک بھی جائز ہے پس لفظ موسیٰ کے اعداد ۱۱۶ محسوب ہوں گے۔

صاحب سبحۃ المرجان نے بعض صنائع تاریخ لکھا ہے کہ جو الف یا کی صورت میں لکھا جاتا ہے وہ یا شمار ہوگا جیسے عیسیٰ و یحییٰ۔

(۵) رسم الخط عربی میں کبھی الف وسط کلمہ میں آتا ہے اور پڑھنے میں ظاہر ہوتا ہے اور اس کے وجود کی علامت کھڑے زبر کے ذریعہ سے کتابت میں بھی ہوتی ہے۔ لیکن حروف مکتوبہ میں داخل نہیں سمجھا جاتا جیسے لفظ صلوٰۃ کا الف اور یہی کیفیت لفظ اِلٰہ اور اللّٰہ اور رحمٰن اور اسحٰق و لٰکن و ہٰذا کے الف کی ہے۔ اس کے متعلق اہل جمل کا یہی حکم ہے کہ رسم الخط کے تابع رہو۔ یعنی اگر کسی آیت قرآنی سے تاریخ حاصل کرنا مقصود ہو تو رسم الخط قرآنی معتبر ہوگا یعنی رحمٰن میں الف محسوب نہ ہوگا اس لئے وہ کتابت لفظ میں داخل نہیں ہے اور کھڑے زبر کے حکم میں ہے۔ یہی حکم لفظ اِلٰہ اور اللّٰہ کے لئے ہے۔ اور یہی عمل لفظ اسحٰق میں ہوگا۔ لٰکن اور ھٰذا میں رسم الخط عربی نے تصفیہ کر دیا ہے کہ لام لٰکن کے بعد کا الف اور نیز ہائے ہٰذا کے بعد کا الف۔ الف نہیں ہے بلکہ کھڑا زبر ہے۔ پس ان تمام الفاظ میں الف داخل حساب جمل نہ ہوگا۔ محققین جمل نے اس کے متعلق کافی صراحت کی ہے۔

لیکن جن الفاظ میں رسم الخط فارسی نے الف کو داخل لفظ کیا ہے اس کو حساب جمل میں محسوب کرنا فارسیوں کے لئے لازمی ہے۔ جیسا لفظ سلیمان جس کی کتابت فارسی میں الف موجود ہے۔

حکیم کاشی نے جلوس شاہجہان کی تاریخ میں ایسے الف کو محسوب نہیں فرمایا ہے۔ اور ہماری رائے میں ان سے تسامح ہوا ہے۔ اس لئے کہ انھوں نے مادّہ تاریخ زبان فارسی میں لکھا اور رسم الخط کے خلاف عمل کیا۔ اگر رسائل رسم الخط فارسی سے لفظ سلیمٰن میں صرف کھڑا زبر لکھنا جائز قرار پائے تو مورخ پر کوئی اعتراض نہ ہوگا۔

بادشاہ بحر و بر شاہ جہاں   کز سخا چون مہر تاباں آمدہ
سال تاریخ جلوسش گفت چرخ   وارث ملک سلیمٰن آمدہ
۱۰۳۷

اسی تقریب پر اسیر شوقی نے بھی تاریخ کہی ہے جس سے ۱۰۳۷ کی تصدیق ہوتی ہے

بادشاہ جہاں و شاہ جہاں   خرم و شاد و کامراں باشد
حکم او بر خلائق و عالم   تا جہاں باد در جہاں باشد

باقر گیلانی نے تاریخ جلوس بادشاہ عالم گیر میں عبارت ذیل کے ہر ایک فقرہ سے تاریخ نکالی ہے اور لفظ رحمٰن میں بقاعدہ رسم الخط فرقانی الف کو ترک کیا ہے۔

آفتاب ملک احساں سایہ رحمٰن ۱۰۶۸ پناہ تاجوران عالم و عالمیان ۱۰۶۸

مرزا بدیع نصیر آبادی نے بھی تاریخ قصر شاہ سلیمان میں لفظ سلیمان کے الف کو حذف کیا ہے اور رسم الخط فرقانی کی پابندی کی ہے۔

چوں شاہ سلیمٰن شہ اقبال بلند   شد بانی ایں مسکن بہجت پیوند
۱۰۸۰   ۱۰۸۰
از جشن و نشاط و کامگاری دائم   در وے جائے بادشہ دولت مند
۱۰۸۰   ۱۰۸۰

ہماری رائے میں ان استادوں نے قاعدہ عام کی خلاف ورزی کی ہے۔ اگر ان کے اس کلام کی سند سے فارسی کے رسم الخط کو لفظ سلیمان کی نسبت رسم الخط قرآنی کے مطابق تسلیم کیا جائے تو پھر کوئی اعتراض باقی نہیں رہتا۔

مجتہد العصر مولانا دلدار علی نے تاریخ وفات نواب آصف الدولہ میں دو کھڑے زبر کو الف

محسوب فرمایا ہے۔

فظہنا روحٌ وریحانٌ وجنّتُ النعیم ۱۲۷۴ ہجرے

مولانا نے الفاظ (ظہنا) اور (جنّت) دونوں میں کھڑے زبر کو الف قرار دے کر ان کے عدد محسوب فرمائے ہیں اور یہ ان کی بدیہی غلطی اور قاعدہ جمل کی خلاف ورزی ہے۔

(۶) لفظ اطیعوا کا الف آخرہ اگرچہ پڑھنے میں داخل نہیں ہے لیکن چونکہ کتابت میں بلحاظ رسم الخط الف موجود ہے حساب میں الف محسوب ہوگا یعنی (اطیعوا) کے عدد ۹۷ شمار ہوں گے مولانا مولوی عبدالباری نے وفات دلاور خاں شاہجہاں کی تاریخ جو عربی میں لکھی ہے۔ اور موافق قاعدہ ہے صاحب ملخص تسلیم نے بھی اس کو تسلیم فرمایا ہے۔ اور اس میں استادان جمل کو کوئی اختلاف نہیں ہے۔

(۷) اسی طرح الف وصل بعض وقت باوجود اس کے کہ کتابت میں ہوتا ہے مگر قرأت میں نہیں آتا ہے۔ یہ حساب جمل میں محسوب ہوتا ہے۔ جیسا کہ (الا اللہ) کے عدد (۹۸) محسوب ہوتے ہیں۔

فارسی میں جو ہمزہ وصل لفظ بودہ است کے وسط میں آتا ہے اس کی مختلف اشکال ہیں فارسیوں کا قول ہے کہ بعد ہائے ہوز چنیں الف حذف نخواہد شد چنانچہ کردہ است و بودہ است اگرچہ اس کو کردست یا بودست پڑھیں لیکن کتابت میں ہ اور ا دونوں کو قائم رکھنا چاہیئے۔ پس اسی قاعدہ کے لحاظ سے حساب جمل پابند کتابت رہے گا۔

پھر فارسیوں نے کہا ہے کہ بعد حرف با و حرف نون چنیں الف حذف خواہد شد (سے)

(سے) زچشمش حال میخانہ خرابست　　　　کہ ساقی ہمچو مے پا در رکابست

غیرت ابر بہاران چشم گریاں منست　　　　یک چمن گل کردہ بر ہر نوک مژگان منست

اسی طرح فارسیوں نے الف بعد الف کو بھی حذف کرنے کا حکم دیا ہے جیسے (ع) عشق خانہ خراب مولد ماست۔

پس قاعدہ یہ ہے کہ قواعد فارسی نے جس الف کو کتابت میں حذف کرنے کا حکم دیا ہے۔ وہ نہ کتابت میں قائم رہے گا اور نہ حساب جمل میں اور جس الف وصل کو قواعد فارسی نے کتابت میں قائم رکھا ہے وہ نہ کتابت سے حذف ہو سکے گا اور نہ حساب جمل سے۔ ہم نے اس موقع پر بعض قواعد فارسی کا ذکر تمثیلاً کیا ہے۔ ہمارا یہ بیان قواعد فارسی کا جامع نہیں ہے اور نہ جامعیت کا موقع اور محل ہے جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے وہ بطور تمثیل ہے۔

(۸) اسی طرح لفظ زیدًا کا الف تنوین حالت نصب میں داخل کتابت تو ہے لیکن بحالت وقف کے پڑھا نہیں جاتا۔ بعض شعرا نے حالت وقف میں بھی اس کو عروض شعر سے خارج رکھا ہے۔ لیکن چونکہ کتابت میں اس کا وجود ہے لہٰذا حساب جمل میں محسوب ہو گا۔

صاحب ملخص تسلیم فرماتے ہیں کہ فارسیوں نے بعض وقت اس کا قافیہ نون کے ساتھ باندھا ہے جیسا کہ مولوی معنوی نے (ے) موسیا در پیش فرعون زمن ٭ نرم باید گفت قولاً لیّنًا ٭ آپ فرماتے ہیں کہ ایسی حالت میں لفظ لیّنًا کا الف نون کی قائم مقامی چاہتا ہے۔ ہم اس کو تسلیم نہیں کرتے کیونکہ قاعدہ جمل کتابت کی پابندی کا حکم دیتا ہے۔ قرأت کو اس میں کچھ دخل نہیں ہے۔ فارسی میں ایسا قافیہ درست ہے یا نہیں وہ دوسری بحث ہے جس کا یہ محل نہیں ہے۔ بہرحال لیّنًا کا آخر حرف حساب جمل میں الف محسوب ہو گا اور اس کا ایک ہی عدد لیا جائے گا۔

ب

اگرچہ ب کے متعلق ہم کو کسی قاعدۂ خاص کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن صرف اس قدر عرض کر دینا مناسب خیال کرتے ہیں کہ رسم الخط فارسی میں وہ بائے عربی جو بمعانی مختلفہ مستعمل ہے، یا بائے زائد ہوتی ہے جو غیر افعال میں کبھی لفظ کے ساتھ متصل لکھی جاتی ہے اور کبھی منفصل اور بصورت ثانی اظہار حرکت فتحہ کے لئے اس پر ہائے مختفی بڑھائی جاتی ہے جیسے بسر و بتن جس کو رسم الخط نے اجازت دی ہے کہ لفظ سر و تن سے بے کو جدا بھی لکھ سکتے ہیں۔ مثلاً بہ تن محققین رسم الخط نے قواعد مدوّنہ کے ذریعہ سے یہ بات نہیں دکھلائی ہے کہ کن الفاظ میں بے کا متصل لکھنا ضرور ہے اور کن حالات میں جدا لکھنا لازم ہے۔ بلکہ کاتبین کو اختیار دیا گیا ہے کہ وہ الفاظ عربی کے سوا جو فارسی میں مستعمل ہوں الفاظ زبان فارسی میں جو غیر افعال ہوں چاہیں بے کو حروف لفظ کے ساتھ ملا کر لکھیں یا ہائے مختفی کے ساتھ جدا۔

صورت آخرہ میں جمل کا قاعدہ عام اس کا متقاضی ہے کہ بلحاظ کتابت ایسی بہ کے عدد ہائے مختفی کے سات (ے) محسوب ہوں محققین فن کی رائے یہ ہے کہ ہائے مختفی کا عدد ہرگز محسوب نہ ہونا چاہیئے۔ اور اس کلیہ متذکرہ قاعدہ عام کے قائم رکھنے کے لئے مورخین کا فرض ہے کہ ہمیشہ اس قسم کی بے کو متصل بہ لفظ لکھا کریں اور منفصل لکھنے کا قصد ہی نہ کریں گو کہ رسم الخط نے اس کی اجازت دی ہو۔

اگر اس بات کی پابندی نہ ہو گی تو مادہ تاریخ خطرہ میں رہے گا۔ یعنی اگر (بسر یا بفرق) کو مورخ نے (بہ سرو بہ فرق) لکھ کر بے کے عدد کو ہائے مختفی کے ساتھ محسوب کیا ہو تو ممکن ہے کہ نقل نویسی میں کبھی بے کا اتصال لفظ سرو فرق کے ساتھ واقع ہو اور ہائے مختفی کے پانچ عدد کا گھاٹا مادۂ تاریخ کو برباد کر دے۔ اس لئے محتاط طریقہ یہی ہے کہ فن جمل کے اغراض کے لحاظ سے ب کو ملا کر لکھیں۔

صاحب ملخص تسلیم فرماتے ہیں کہ اس شہر کے اکثر لوگ (ب) کو بہ کی صورت میں لکھتے ہیں اور اس کے اعداد ۷ مانتے ہیں ۷ کا یہ عدد سات جنتوں کا آرزو مند ہے۔ یہ تاویل ان کی خام خیالی اور عجز طبعی کی قوی دلیل ہے کیونکہ اساتذہ کے کلام میں ب ہ کے ساتھ شریک ہو کے نہیں آتی۔ ہم نہ اس درست بیانی کو پسند کرتے ہیں اور نہ مطلق العنانی کو قواعد فن سے کام لینا چاہئے۔ اور عقل سلیم بھی اس تصفیہ کے لئے موجود ہے کہ استادوں نے جو کچھ کہا ہے وہ کن خوبیوں پر مبنی ہے۔

شعرائے عجم کا بھی یہی مسلک ہے۔ ملا محتشم کاشی نے جلوس شاہ اسمٰعیل میں ایک رباعی لکھی ہے جس کے آخر شعر میں ہائے موحدہ کو متصل لکھ کر صرف دو عدد لئے ہیں۔

در ہر نفس دلا بہ از اہل جہاں دانند بلا ہف مہر شاہ اسمٰعیل

حضرت استادی معنیؔ دکھنی اپنے رسالۂ مناظرہ معنی میں فرماتے ہیں کہ کتابت لفظ کی شکل ہی بگاڑ دیتی ہے اور پڑھنے والا (اسے) دیکھتے ہی ایک طرح کی دقت محسوس کرتا ہے "چوں بہ بنید" تو لکھتے ہیں "چوں ببیند" نہیں لکھتے جہاں ایسا نہیں ہے (ب کو) ملا کے لکھ دیتے ہیں جیسے بخورد ببیں و بخدا اگر کوئی تاریخ کے اعداد کے تکملے کے لئے ایسا لکھتا ہے "بہ خورد بہ بیں، بہ خدا" اور اعداد گھٹانے کے واسطے یوں لکھتا ہے "ببنید" تو رسم خط کے خلاف ہو گا اور محقق قسم کے تاریخ کہنے والوں کے نزدیک ناجائز۔

ہم اس کو نقل کرنے کے بعد اس قدر اضافہ ضرور کریں گے کہ صاحبان رسم الخط نے اس بائے موحدہ کے متصل یا منفصل لکھنے کا کوئی تصفیہ نہیں کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ محتاط محققین جمل نے اس ب کی نسبت وہ فیصلہ کیا ہے جس کو ہم نے اوپر لکھا۔ اگر رسم الخط میں بطور کلیہ کے کوئی قاعدہ بیان ہوتا یا اس قاعدۂ رسم الخط کی کوئی سند ہاتھ آتی جس سے ہم اس وقت تک محروم ہیں تو آسانی کے ساتھ ہم اس کی پیروی کر سکتے۔ اس لئے کہ اعداد جمل کا دارومدار رسم الخط پر ہے۔

ت

تائے عربی رسم الخط کے لحاظ سے دو اشکال میں لکھی جاتی ہے۔

(۱) دراز جیسے (ت) جس کا نام عربی میں تائے مبسوط ہے اور اردو میں لانبی (ت)
(۲) دوسری گول جیسے (ۃ) اس کو عربوں نے تائے مدّور و مربوط کہا ہے اور اردو والوں نے گول تے سے نامزد کیا ہے اور چھوٹی تے سے بھی۔
عربی میں بعض خاص مقامات پر تائے مبسوط مستعمل ہے۔
(۱) جس لفظ میں تائے اصلی ہو جیسے بیت وغیرہ اسی کے ضمن میں چند خاص الفاظ میں جن کی تے تائے اصلی کے حکم میں داخل کی گئی ہے۔ جیسے۔ لات۔ منات۔ ذات۔ ہیئت۔ آفت کیست۔ زیت۔ لیت وغیرہ۔
(۲) جس لفظ میں تائے جمع مونث سالم ہو جیسے حرکات۔ سکنات۔ جہات وغیرہ
(۳) جس لفظ میں تائے ضمیر ہو جو فعل ماضی سے مخصوص ہے۔ جیسے۔ فعلتَ۔ فعلتِ۔ فعلتُ
ان کے سوا جو تائے تانیث اسم میں واقع ہو عموماً گول لکھی جاتی ہے۔ ملاحۃ۔ فلاحۃ حفاظۃ وغیرہ۔
جب کبھی تائے مدّور حالت وقف میں ہو تو اس کی کتابت سے نقطوں کا حذف کرنا جائز ہے۔ جس کی صورت مثل ہائے ہوز کے رہ جاتی ہے اور قرأت میں بھی (ہے) کی آواز پس دراز تے یعنی تائے مبسوط کے عدد تو اہل جمل کے پاس بالاتفاق ۴۰۰ ہیں لیکن تائے مربوط کے اعداد میں اختلاف ہے اور اسی اختلاف کی وجہ سے ۳ دبستان ہیں۔
(۱) عموماً گول تے کے عدد مثل دراز تے کے ۴۰۰ محسوب کرتے ہیں۔
(۲) عموماً گول تے کو (ہے) قرار دے کر اس کے پانچ عدد لیتے ہیں۔
(۳) گول تے کے عدد حالت وقف میں پانچ لیتے ہیں اور غیر وقف میں ۴۰۰
نمبر (۱) کا قول ہے کہ اہل جمل کا قاعدہ عام کتابت اور رسم الخط پر مبنی ہے اور رسم الخط مبنی بر حقیقت ہے۔ صاحبان رسم الخط نے تائے مربوط یا مدّور کے لئے گول شکل دو نقطوں کے ساتھ قرار دی ہے۔ اور اس شکل مدّور کا نام تے ہی ہے پس کوئی وجہ نہیں ہے کہ ہم اس کو (تے) ماننے کے بعد اس کے عدد ۴۰۰ محسوب نہ کریں اگر حالت وقف میں اس کے نقطوں کا حذف کرنا جائز ہوا ہو اور نقطوں کے حذف ہونے کے بعد اس کی صورت (ہے) سے مشابہ ہو جاتی ہے اور وقف کی وجہ سے قرأت میں اس سے (ہے) ہی کی آواز نکلے تو اس اعتباری عمل سے

اس کی حقیقت زائل نہیں ہوتی۔ اگر نحویین نے اپنی اصطلاح میں اس کو تائے تانیث سے موسوم کیا ہو تو ان کا صرف اصطلاحی عمل اس کی حقیقت کو باطل نہیں کرتا پس تائے مدوّر کے عدد ہر حالت میں ۔۔ ۵۰ محسوب ہونے چاہئیں۔

نمبر (۲) جو لوگ اس کے خلاف ہیں۔ ان کی رائے میں گول تے بلحاظ صورت کتابت (ہے) ہے اور چونکہ جمل کے قاعدہ عام نے مکتوب کو معتبر مانا ہے۔ لہذا ان کی رائے میں گول تے کے عدد مثل (ہے) کے پانچ محسوب ہونے چاہیئں اس لئے کہ کتابت میں اس کی شکل مثل ہے کے ہے خواہ وہ حالت وقف میں ہو یا غیر وقف میں ہو ان کا قول ہے کہ ہر گاہ نحویین نے گول تے کو ہائے تانیث سے نامزد کیا ہے تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ اس (ہے) کے عدد ۔۔ ۵ محسوب کئے جائیں۔

نمبر (۳) کہتے ہیں کہ گول تے غیر حالت وقف میں بلا شبہ تے ہے اس لئے کہ اس کی صورت خاص نقطوں کے ساتھ تے ہی کے نام سے موضوع ہے اور قرائت میں اس کی آواز سے بھی تے ہی کا وجود ثابت ہے۔ پس کوئی وجہ نہیں ہے کہ اس کے عدد ۔۔ ۵۰ محسوب نہ ہوں البتہ حالت وقف میں اس کا پانچ محسوب ہونا چاہیئے اس لئے کہ کتابت سے نقطے بھی حذف ہو جاتے ہیں اور قرأت میں آواز بھی بدل جاتی ہے اور اس کی شکل اور (ہے) کی شکل میں کوئی فرق بھی باقی نہیں رہتا۔ اور اہل نحو نے اس کو (ہے) ہی سے تعبیر کیا ہے۔ لہذا کوئی وجہ نہیں ہے کہ ہم اس کے عدد ۔۔ ۵ محسوب کریں۔

صاحب سبحۃ المرجان نے بعض تزجمہ شیخ محمد سدی مدنی بحوالہ کتاب عقد الجواہر للشریف محمد بن ابی بکر الشلّی ابا علوی نے فرمایا ہے کہ یعنی جب تلفظ اور رسم الخط میں اتفاق ہو تو کوئی جھگڑا ہی نہیں ہے۔ لیکن اگر دونوں میں اختلاف ہو جیسے لفظ (ہمزہ) اور (طلحہ) جس کا تلفظ تے کے ساتھ ہے اور کتابت ہے کے ساتھ تو اس حالت میں بعض نے کہا ہے کہ کتابت معتبر ہے برخلاف قرأت کے بعض نے کہا ہے کہ لفظ معتبر ہے نہ رسم الخط اور شریف عبداللہ مدا میرغنی نے قول اول کو معتبر کہا ہے اور قول دوم کو نادر۔

اکثر اہل تحقیق نے ان اقوال کو بیان کرتے ہوئے اپنی رائے سے سکوت اختیار کیا ہے اور بعض انھیں اقوال کو اپنا دستور العمل قرار دیتے ہیں۔

پھر غلام علی آزاد بلگرامی ہی نے بعض رسائل عبدالجلیل بلگرامی سے اخذ کیا ہے کہ ؎

تائے تانیث جو (ۃ) کی شکل میں لکھی جاتی ہے اہل جمل اس کے پانچ عدد لیتے ہیں نہ کہ چارسو اور یہ عمل صورت خط کے اعتبار سے ہے ۔

اور مقامات حریری میں ایک خطبۂ غیر منقوطہ ہے جس میں الفاظ مساورۃ الاعلال ومصادمۃ المال والآل واقع ہوتے ہیں۔ پس ان دونوں الفاظ میں صاحب حریری نے تائے فوقانیہ کو نقطوں کے بغیر استعمال کیا ہے۔ اس لئے کہ حالت وقف میں نہیں ہے اور باوجود کہ نقطوں کے ساتھ پڑھی جاتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ (ت) (ۃ) کی شکل میں لکھی جاتی ہے اور (ۃ) نقطوں سے خالی ہے۔ پس تا، تانیث جب صورت (ہا) پر نہ لکھی جائے تو اپنی اصلیت پر رہے گی اور اس کے عدد چارسو محسوب ہوں گے۔ مثلاً جب کہ لفظ مساورۃ اور مصادمۃ کے ساتھ ضمیر لاحق ہو اور کہا جائے مساورۃ ومصادمۃ (الخ)

پھر آزاد نے صنعت تاریخ کے ذیل میں لکھا ہے کہ تائے تانیث جو کہ (ۃ) کی صورت میں لکھی جاتی ہے۔ اگرچہ وہ حالت وقف میں نہ ہو تاہم (ھ) شمار کی جائیگی۔ جیسے حمزہ وطلحہ ۔

اس سے ظاہر ہے کہ علامہ بلگرامی مسلک دوم کے پیرو ہیں ۔

صاحب معدن الجواہر نے نصر ہورینی مصری کی تالیف مطالع النصریہ کے حوالہ سے فرمایا ہے کہ نقطوں کا دینا واجب ہو جاتا ہے جب کہ التباس کا خوف ہو جیسے لفظ (مائۃ) کی ہائے تانیث پس اگر اس پر نقطے نہ دیئے جائیں تو وہ مشابہ ہو جائے گی لفظ (ماہ) سے جب کہ لفظ (ما) ضمیر کی طرف مضاف ہو۔ اور کبھی جائز ہوتا ہے نقطوں کا دینا یا نہ دینا جب کہ التباس کا خوف نہ رہے۔ اور کبھی ممنوع ہو جاتا ہے۔ نقطوں کا دینا جب کہ واقع ہو (ھ) مجع یا قافیہ (ہائے) ساکن میں۔ اگرچہ اس کو روی میں شمار نہ کریں۔ جیسا کہ ہم نے اس کا مفصل بیان اس کی متعلقہ فصل میں کیا ہے۔ پس اس حالت میں اس کی تین قسمیں ہوئیں۔ اور باوجود اس کے نقطوں کا دینا جائز ہو یا واجب۔ حریری نے اڑتیسویں مقالہ سمرقند کے خطبہ میں (ۃ) کا شمار حروف مہملہ میں کیا ہے۔ اس نظر سے کہ (ۃ) کی کتابی شکل تابع ہے حالت وقف کے۔ جیسا کہ چند بار اور کہہ چکا ہے۔ کہ حرف اخیر کی کتابت کا دارومدار حالت وقف پر ہے۔ تاآن کہ اہل جمل نے ابیات تواریخ میں (ۃ) کے عدد پانچ لئے ہیں۔ اور میرے استاد (بکری) نے اپنی شرح درداسحری میں بھی ایسا ہی کیا ہے یعنی وہ فرماتے ہیں کہ بہ تحقیق اسم خداوند کریم (قوی) کے عدد (۱۱۶) مساوی ہیں لفظ (قہوہ) کے عدد کے اور اس طرح خیرالدین رملی نے آخر فتاوی خیریہ

میں لکھا ہے کہ ان سے ہائے مذکورہ کی نسبت پوچھا گیا کہ آیا (ھے) کے عدد تاریخ جمل میں پانچ لئے جاتے ہیں۔ یا اس کو (تے) قرار دے کر چار سو محسوب ہوتے ہیں۔ پس انھوں نے ہمارے قول مذکور کے مطابق جواب دیا۔ اور اپنے قول پر تفصیل کے ساتھ حافظ سیوطی اور ائمہ قرأت وغیرہ کے اقوال سند میں پیش کئے۔ اور پھر آخر میں یہ کہا کہ ہمارا یہ قول اصطلاح کے لحاظ سے ہے۔ ورنہ دونوں طور پر عمل ہوسکتا ہے۔ اور کہا مولف نقایہ نے کہ ادیبوں کے نزدیک جن میں سے حریری بھی ہے (ھے) پر نقطے نہ دینے چاہئیں۔

اب صاحب معدن الجواہر فرماتے ہیں کہ جب کبھی زبان عربی میں تائے مدّور مستعمل ہو تو اس کی دو شکلیں ہیں۔ اگر ضمائر متعلقہ اور علامت تانیث اس کے ساتھ ملحق ہوں تو اس کے عدد چار سو محسوب ہوں گے۔ جیسے لفظ رحمتہ اور دولتک میں۔ اور اگر ضمائر متصلہ اور علامت تانیث اس کے ساتھ ملحق نہ ہو تو پھر اس کی دو صورتیں ہوں گی۔ ایک یہ کہ وسط ترکیب کلام میں اور فقرہ کے اندر واقع ہو۔ جیسے جنت الفردوس اور رحمتہ اللہ میں تو ایسے تا سے مدور کے عدد پانچ لئے جاویں گے۔ اور دوسرے یہ کہ آخر کلام میں واقع ہو اور حالت وقف میں رہے۔ جیسے قسیم النار والجنتہ تو ایسے تائے مدور کو (ھے) قرار دے کر اس کی عدد پانچ ہی محسوب ہونا ضرور ہے۔ اور اس کے برخلاف عمل ناجائز۔

اور جو لوگ اس آخر الذکر (تے) کے عدد چار سو لیتے ہیں۔ ان کا عمل بعید از قیاس و صحت ہے۔ ہم عرض کرتے ہیں کہ متقدمین کا خیال اس کے متعلق جیسا کچھ رہا اس کی صراحت اوپر ہو چکی ہے اور ایک محقق کی شان یہ ہونی چاہئیے کہ وہ صرف قدیم لکیر کا پابند نہ ہو بلکہ ان تمام وجوہ پر جو اس بحث سے متعلق ہیں۔ کافی غور کر کے اپنی رائے کا اظہار کرے۔ ہم اس عرض کی معافی چاہتے کہ ہم کو صرف مسلک دوم سے اتفاق نہیں ہے کہ تائے مدوّر کی آواز (تے) کی ہو اور جس پر نقطے بھی موجود ہوں اس کے عدد بھی (ہ) محسوب ہوں۔ اس میں شک نہیں کہ اتفاق سلف اس پر ہے کہ اس کو (ہ) سمجھیں اور پانچ عدد لیں۔ لیکن ہم کہتے ہیں کہ اس کو (ہ) سمجھنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ جب کہ واضعان رسم الخط نے اس کا نام بضرورت کتابت مقامات خاص تائے مدوّر کہا ہے اور اس پر نقطے بھی دیئے ہیں اور قرأت میں بھی (تے) ہے۔ شکل (ہا) سے اس کا التباس نقطوں کے جدا کرنے کے بعد ہوتا ہے۔ نقطوں کے وجود میں اس کو (ھے) کہنا ایسا ہے جیسا کہ نقطوں کے وجود میں

ہم ت کو ب یا ث اس بنیاد پر کہدیں کہ دونوں کی شکل ایک ہے۔ ہم نے اس پر بھی غور کریا ہے کہ رسم الخط میں (ھے) کے اشکال دو ہیں (۱) یک چشمی (ہے)، جیسے (ہ) اور دوسری دو چشمی (ھے)، جیسے (ھ) اور الفاظ مرکبہ میں رسم الخط نے ہائے دو چشمی کی شکل میں ایک اور تغیر بھی کیا ہے۔ جیسے لفظ (فلهذا) و (فلھذا) ان دونوں میں دو چشمی (ھے) ہی ہے۔ لیکن رسم الخط میں خفیف سا فرق ہے اور ایسا ہی خفیف اکثر حروف کی کتابت مفردہ و مرکبہ میں ضرور واقع ہوتا ہے۔ پس تائے مدوّر کی نسبت جس کی وضع واضع رسم الخط نے ضرورت کتابت مقامات خاص عربی کے لئے کی ہے اس کے نقطوں سے قطع نظر کر کے یہ کہدینا کہ (ھے) کی ایک قسم کے ساتھ مشابہ ہونے کی وجہ سے ہم اس کو درحقیقت (ھے) قرار دیں ایسی بات ہوگی جیسے کوئی کہے کہ زید کے چہرہ سے ناک نکال دینے سے اس کا حلیہ بعینہ بکر کا سا ہو جاتا ہے۔ لہذا اس کو بکر ہی سمجھو۔ ہم اصطلاحی طور پر الف کو بے قرار دے سکتے ہیں۔ لیکن جب اصطلاحی ضرورت باقی نہ رہے تو ہرگز ایسا نہیں کر سکتے۔ مانا کہ جمل کے قاعدہ عام نے اعداد کے باب میں مکتوب کو معتبر قرار دیا ہے۔ اور ملفوظ سے کچھ سروکار نہیں رکھا ہے۔ لیکن اس کلیہ کا ہرگز یہ مقصد نہیں ہے کہ ث کے ایک نقطہ کو حکّاً مٹا کر اس کو ت سمجھیں۔ اگر نقطہ کی علامت خاص سے ہم قطع نظر کریں گے تو ت کو ب یا ث سمجھ لینا کوئی مشکل نہ ہوگا۔

سب سے بڑی بات غور اور فیصلہ کے قابل یہ ہے کہ قاعدہ رسم الخط عربی نے تائے تانیث کی نسبت یہ نہیں کہا ہے کہ اس کو (ھے) سے بدل دو یا اس کو (ھے) ہی سمجھو بلکہ یہ حکم دیا ہے کہ اس (تے) کو مدوّر شکل میں لکھ کر اس پر دو نقطے رکھ دیں جس کا نام اہل فن نے تائے مدوّر یا تائے مربوط رکھا ہے کہ ہا اور اسی وجہ خاص سے بڑی تے کو تائے مبسوط سے موسوم کیا۔ پس جب کہ ہم اس کو فی الحقیقت (تے) مانتے ہیں اور (تے) پڑھتے ہیں تو نقطوں سے قطع نظر کر کے (ھے) سے تعبیر کرنا صریحی غلطی ہے۔ محققین سلف نے جہاں اپنی رائے اور اپنا مسلک بیان کیا ہے وہاں یہ بھی لکھ دیا ہے کہ ہمارا خیال صرف اصطلاحی ہے اور دوسری شکل پر بھی عمل ہو سکتا ہے۔ پس متاخرین تحقیق پسند کو صرف ان کے اصطلاحی عمل کا مرید ہو جانا اور نفس حقیقت کی دریافت اور غور سے کام نہ لینا فن جمل پر ستم ہوگا اور اس کا دائرہ محدود رہ جائے گا۔ اگر آزاد بلگرامی نے اپنی رائے کو سلف کی صورت اول کے تابع رکھا تو اچھا کیا لیکن خزانہ عامرہ میں بضمن ترجمہ ناصر علی سرہندی جعل جنتہ مثواہ (۱۱۰۸) کے مادہ پہ

جو اعتراض فرمایا ہے ہم اس سے متفق نہیں ہیں یہ مادہ محمد عاکف کا طبفراد ہے جس کو سرخوش نے کلمات الشعراء میں بذیل ترجمہ مرزا قطب الدین مائل پسند کیا ہے۔ مرزا موصوف کی رحلت کا ۱۱۰۸ھ ہجری اس مادہ سے حاصل ہوتا ہے۔ مصنف نے تائے جنۃ کے ۴۰۰ عدد لئے ہیں اور بقول آزاد یہ غلط ہے اس لئے کہ تائے جنت کے عدد ان کے خیال میں پانچ ہیں۔ ہم صرف اس مادہ کو صحیح خیال کرتے ہیں۔ بلکہ متقدمین کی رائے کے لحاظ سے بھی اس مادہ کو صحیح مانتے ہیں۔

حیدرآباد میں بزمانہ وزارت اعظم سر سالار جنگ مختار الملک مغفور اسی کا محاکمہ ہوا تھا۔ ذکی مرحوم لکھنوی اور معنیٰ مغفور دکھنی میں تائے لفظ صلوٰۃ کے اعداد جمل کی بحث تھی ذکی مرحوم کو تائے مدوّرہ کے اعداد پانچ لینے پر اصرار معنی مغفور کو اس سے انکار تھا۔ استادان جمل سے استصواب ہوا۔

ہم نے اس فیصلہ کو پڑھا ہے جس کا لب و لباب استادی مولوی حبیب اللہ ذکا تخلص کے اس قطعہ میں موجود ہے۔

من برینم من بر مینم من بر بیں	خان معنی انچہ می گوید بجاست
در حضور حق توان گفتن ذکا	آخر لفظ صلوۃ البتہ تاست

اب ہم اس فیصلہ سے صرف ان اقوال کا ذکر اس مقام پر کرتے ہیں۔ جو موتیوں میں تولنے کے قابل ہیں افضل العلماء مولوی سید شاہ محمد بطور حکم فرماتے ہیں کہ نحوی کتابوں کی تقلید سے واضح ہوتا ہے کی تانیث دو قسم کی ہوتی ہے۔ (۱) حقیقی (۲) لفظی۔ حقیقی وہ ہے کہ جان داروں میں اس کے مقابل مذکر ہو مثلاً امراۃ اور ناقہ اور برخلاف اس کے تانیث لفظی وہ ہے کہ اس کا مقابل ایسا نہ ہو بلکہ اس کی تانیث لفظی بوجہ علامت تانیث نسبت رکھتی ہو۔ لفظ حقیقۃ میں مثل ظلمۃ اور تقدیراً ع کی طرح ہے کیونکہ تائے تانیث تصغیر کی دلیل سے اس میں محذوف ہے اور وہ عُیَیْنَۃٌ ہے۔ لفظ شمس بھی تانیث حقیقی میں اس کے مشترک ہونے کے لحاظ سے اسی قسم سے متعلق ہے حاشیہ عبدالرحمٰن میں قول التانیث فیہ تغلیباً تحریر کیا گیا ہے کہ الحاصل لفظ شمس کی تانیث میں مولانا جامی علیہ الرحمہ نے فوائد ضیائیہ میں اس کا سبب بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے لہذا اسماعی مونث کے متعلق سے تصغیر رباعی ہیں (تے) ظاہر نہیں ہوتی۔ جب یہ بات طے ہو گئی تو جاننا چاہیئے کہ لفظ صلوۃ تانیث کی تینوں قسموں میں سے پہلی قسم میں داخل ہے۔ نحویوں کی زبان میں جس کو تانیث بالتا بھی کہتے ہیں اس میں دراصل (ت) کا وجود ثابت ہے۔ اس بیان سے لفظ صلوٰۃ وجنۃ وغیرہ کے آخر میں (ہ) ہونے کا شک رفع ہو گیا۔ ایسی صورت میں جمل کے

اعداد جوڑتے وقت آخری حرف تانیث لفظی حقیقی کے چار سو اعداد شمار ہوں گے اس کے برخلاف نہ ہوں گے۔ اگر لوگ کہیں کہ وقف کی حالت میں ت (ہ) سے بدل جاتی ہے تو میں کہوں گا کہ قطع نطق کو واقف کہتے ہیں اور وہ تے اور ہے دونوں پر درست ہے۔ اس کی انتہا یہ ہے کہ بعض جگہ تے پر کلام کا قطع ہونا افصح ہے اور بعض جگہ ہے پر نحوی کتابوں سے اس بات کی تحقیق کرنا چاہیئے چنانچہ متمم میں اجرودمیہ لکھا جاتا ہے۔ جب تائے تانیث ساکن ہو اور اس پر وقف لگایا جائے تو اس میں کوئی تبدیلی نہ ہوگی۔ جیسے قامت اور اگر تائے تانیث متحرک ہو اور جمع کی حالت میں ہو مثلاً المسلمات تو اس پر وقف فصیح تر ہوگا کسی کے ہاں تے پر اور کسی کے نزدیک ہے پر اور اگر تائے تانیث واحد ہو ہے سے فصیح بلکہ افصح ہے جیسے رحمۃ اور شجرہ میں بعض لوگ تے پر وقف لگاتے ہیں (انتہی)

اس عبارت سے صاف طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ وقف کی حالت کا بحز تلفظ کے لکھنے میں کوئی لحاظ نہیں کیا جاتا۔ اس کے علاوہ قرآن مجید میں اللہ جل شانہٗ فرماتا ہے۔

"آدم اسکن انت وزوجک الجنۃ وکلامنہا رغداً حیث شئتما دوسری جگہ فرماتا ہے واستعینوا بالصبر والصلوۃ وانہا لکبیرۃ الا علی الخاشعین (الخ) ہے کی ضمیر تانیث کی علامت جو پہلی آیت میں جنت کی طرف راجع ہوتی ہے اور دوسری آیت میں صلوٰۃ کی طرف راجع ہوتی ہے اس سے وسوسے ختم ہو جاتے ہیں اور لفظ صلوٰۃ کے آخر میں تو بڑی عمدگی سے توہمات کو ختم کر دیتی ہے۔

یہاں ایک باریک بات یہ ہے کہ جو صاحبان عقل و دانش سے مخفی نہیں، پہلی آیت میں لفظ جنت پر وقف نہیں ہے اور دوسری آیت میں لفظ صلوٰۃ پر وقف ہے۔ اس کے باوجود قرآنی رسم خط جاننے والے حضرات نے دونوں کے آخر میں نقطہ دار تے لکھی ہے۔ چاہے یہ کہ پہلی تے لمبی (ت) اور دوسری تے گول (ۃ) ہے کی طرح لکھیں جبکہ ہے اور گول تے کی شکلیں مشترک ہیں اور اصل ہی ملفوظ ہے اور حقیقت میں تائے تانیث کی اہمیت ہے اور اس کی پر وقف کا لحاظ کیا جاتا ہے لہٰذا مصرعہ بالا کی صورت میں اکتفا کرتے ہیں۔

اور ضمیر تانیث کا اس کے آخری کلمے کی طرف لوٹنا اہل عرب سے سنا نہیں گیا اور نحوی کتابوں میں بھی اس کا اندراج موجود نہیں۔ میرے چچا اور استاد وجیہ الدین فرماتے ہیں ابجد کا قاعدہ علم تکسیر کے لئے ہے اور از روئے تکسیر حروف کے اعداد کا مقرر ہونا ہی مقصود اصلی ہے تمام علمائے تکسیر لمبی اور گول تے کے چار سو عدد لیتے ہیں جیسا کہ حضرات شاہ محمد غوث

گوالیاری صاحب جواہر خمسہ اور حضرت شیخ ابو العباس صوفی رح کی تصانیف سے ظاہر ہے حضرت سید علی محمد حسینی القادری نے الفاظ الہتہ، دیمومت، رافتہ رحمتہ میں دوسرے، پانچویں تیرھویں سولھویں اور اکتالیسویں اسمائے باری تعالیٰ میں جو 'تے' واقع ہوئی ہے اس کے چار چار سو اعداد دے کر اس سے ثلاثی و رباعی کے حساب کی تکمیل کی ہے اور حضرت محمد رضا علی ابن محمد فرخ شاہ سرہندی نے کتاب مفتاح المبہات میں لفظ حمالۃ کی تے کے اعداد جو سورہ تبت یدا میں واقع ہے چار سو لے کر سورۂ مذکور کے اعداد نکالے ہیں لہذا تاریخ کے فن میں جو اس کا منبع ہے چار سو لینا کیونکر لازم نہ ہوگا۔ اگر کہا جائے کہ تکسیر میں اس طرح ہے اور تاریخ میں اس کے خلاف تو بات کا کوئی وزن نہ رہے گا آزاد بلگرامی نے تائے مدورہ کے اعداد ۵ لئے ہیں اور قدمائے عجم کی کسی ایک تاریخ سے سند کے طور پر اپنا دعوے پیش نہیں کیا۔ جو بات عربی قواعد سے پیش کی جاتی ہے وہ دونوں کی اجازت دیتی ہے اور ہے کی شکل کو نحویوں کی اصطلاح پر محمول کرتی ہے۔ پس اصطلاحی قرار داد پر ترجیح قبول نہیں کرتی۔ نعمت خاں عالی نے بھی اس طریقے کی پیروی کی جس نے تاریخ تولد فرزند میر حسن ابن میر علی مشہدی ع قرۃ عین حسین ابن علی، سے حاصل کی اور اس سے مصرعے کے اعداد جوڑنے میں گول ۃ کے چار سو عدد لئے۔

آزاد بلگرامی خزانۂ عامرہ میں لکھتے ہیں کہ عقد الجواہر میں شبلی کہتا ہے کہ جب لفظ اور رسم الخط الگ الگ ہوں جیسے صلوٰۃ و یحییٰ جس کے تلفظ میں تو الف ہے اور لکھنے میں یے اور مثل حمزہ و طلحۃ کے کہ بولنے میں تے ہے اور رسم الخط میں ہے۔ بعضوں کا کہنا ہے کہ لکھا ہوا ہی معتبر ہوتا ہے نہ کہ تلفظ میں آیا ہوا بعض کہتے ہیں لفظ معتبر ہوتا ہے اسم نہیں ہوتا۔ پہلا قول معتمد علیہ ہے اور دوسرا قول شاذونادر۔ آزاد بلگرامی سچ کہتے ہیں کہ مکتوب معتبر ہے نہ کہ ملفوظ حمزہ وطلحۃ کی مثال بقول شبلی اس کا اپنا داخل کیا ہوا ہے حالانکہ حقیقت میں تو وہ گول تے ہے نہ کہ ہے

الحاصل ہماری ذاتی رائے اور ہمارا مسلک یہ ہے کہ تائے مبسوط یا مدورہ کے عدد چار سو لئے جائیں خواہ وہ حالت وقف میں ہو یا نہ ہو۔ جو لوگ حالت وقف میں تائے مدورہ کے عدد صرف پانچ لیتے ہیں ہم ان پر حرف نہیں رکھتے۔ اور جن کا مسلک یہ ہے کہ حالت غیر وقف میں بھی اس کے عدد پانچ محسوب کرتے ہیں۔ ہم ان سے اتفاق نہیں کرتے۔

بعض متقدمین فن جمل نے اس کو اپنی معتبر کتابوں میں ہائے تانیث سے موسوم کرکے اس کے پانچ عدد دئے ہیں ہم ان کے اس عمل کو اصطلاحی عمل خیال کرتے ہیں اور خود اس

کے قائل ہیں اور خود انھوں نے یہ فرمایا ہے کہ ہمارا عمل صرف اصطلاحی ہے اس کے خلاف دوسری شکل پر بھی عمل ہو سکتا ہے صاحب افادہ تاریخ دوسرے مسلک کے پیرو ہیں اور صاحب ملخص تسلیم نے پہلے مسلک کو اختیار کیا ہے۔

اب ہم ذیل میں ان استادوں کے کلام سے استناد کرتے ہیں جو ہمارے ہم خیال ہیں محمد عاکف نامی ایک استاد فن جمل گزرے ہیں جنھوں نے تاریخ وفات مرزا قطب الدین مائل کو جعل الجنۃ مثواہ ۱۱۳۹ سے پیدا کیا ہے اور تائے مدوّرہ کے ۴۰۰ عدد محسوب فرمائے ہیں جس کا ذکر سرخوش نے اپنے تذکرہ میں کیا ہے افسوس ہے کہ غلام علی آزاد بلگرامی نے خزانہ عامرہ میں اس پر اعتراض پہلو اختیار کیا اور معلوم ایسا ہوتا ہے کہ وہ دبستانوں کے اختلاف میں بے تعصب نہ تھے

شیر خاں مصنّف مرآۃ الخیال نے اپنی کتاب کی تاریخ حسب ذیل لکھی ہے۔ جس میں تائے مدوّر کے عدد ۴۰۰ لئے ہیں۔

ایں چمن زارے کہ مرآۃ الخیالش خواندہ اند — دارد از حسن معانی یک جہاں حسن کمال

صورت تاریخ انجامش تواں بے پردہ دید — گر تامل پردہ بردار و ز مرآۃ الخیال

مرآۃ الخیال کے عدد ۱۳۱۳ ہیں جس میں سے پردہ کے اعداد ۲۱۱ منہا ہوں تو سنہ مطلوب ۱۱۰۲ حاصل ہوتا ہے۔

مولوی فائق صاحب انشائے فائق ایک استاد فن جمل گزرے ہیں۔ جنھوں نے کتاب خزینۃ الاصول کی تاریخ لکھی ہے جس میں تائے مدوّر کے چار سو عدد شمار کئے ہیں۔

ایں نسخہ کہ گوہر قبول است — تاریخ خزینۃ الاصول است ۱۲۲۵ ہجری

انھی بزرگ نے مسجد نواب آصف الدولہ کی ایک تاریخ لکھی ہے۔ جس میں تائے مدوّر کے عدد ۴۰۰ لئے ہیں۔

فائق دوگانہ کرد بمحراب ادا — تاریخ گفت خضر کہ قد قامت الصلوۃ

ناظم تبریزی نے حضرت معین الدین چشتی نور اللہ مرقدہٗ کی وفات کی تاریخ حسب ذیل لکھی ہے۔ جس میں تائے مدوّر کے عدد ۴۰۰ محسوب ہوئے ہیں۔

سال نقلِ معین دین ز فلک — زبدۃ الصالحین بگفت ملک ۶۳۳ ہجری

مولانا عبدالباسط امیٹھوی ایک فاضل اجل گزرے ہیں جو فن جمل میں اکمل تھے۔ صاحب ملخص تسلیم نے ان کے پایہ فن جمل کا ذکر فرمایا ہے آپ نے اپنے جد و جدہ کی وفات کی تاریخ

حسب ذیل لکھی ہے جس میں تائے مدوّر کے ۴۰۰ عدد محسوب ہوئے ہیں۔

گفت امر خداش با احباب   اسکن انت و زوجک الجنۃ
۱۱۰۸ھ

مولوی احمد حسین مرادآبادی نے جن کے پایۂ علم اور معلومات جمل کی تعریف صاحب ملخص تسلیم نے کی ہے۔ جناب منظہر علی شاہ مغفرت پناہ کی وفات کی تاریخ العافیۃ للمتقین سے نکالی ہے اور تائے مدوّر کے ۴۰۰ عدد لئے ہیں۔

جناب مولانا شاہ عبدالعزیز مغفور دہلوی نے بحق ملٰئکۃ المقربین وعباداللہ الصالحین برحمتک یاارحم الراحمین سے بشمار اعداد منقوط ۱۲۰۸ھ ہجری حاصل فرمایا ہے اور ملائکۃ کی تے کے ۴۰۰ عدد محسوب ہوئے ہیں۔

میر مہدی علی ذکی تخلص مرادآبادی نے جن کو اہل ہند نے امام الجمل کہا ہے ایک مسجد کی تاریخ میں تائے مدوّر کے چارسو عدد محسوب کئے ہیں۔

شد چوں آغاز طرح ایں مسجد   صورت کعبہ شد بدل منقوش
سال تاریخ ابتدائے بنا   ہذہ قبلۃ بگفت سروش
۱۲۴۳

صاحب ملخص تسلیم فرماتے ہیں کہ یہ تاریخ ذکی مرحوم کے دیوان میں طبع ہوئی ہے۔

باقر گیلانی متاخرین میں فن جمل کے امام مانے گئے ہیں۔ انھوں نے جلوس عالمگیر کے بیان میں مندرجہ ذیل تاریخی عبارت لکھی ہے۔ جس میں تائے مدوّر کے عدد چارسو محسوب فرمائے ہیں۔ الحمد للہ الرحمٰن المھیمن الباقی المقصود والصلوٰۃ علی النبی الکامل الہادی المحمود ۱۰۶۸۔

منتخب التواریخ مصنفہ مولانا عبدالقادر بدایونی اکبرشاہی میں امرائے اکبری سے ایک امیر ذلیشان کی تجدید ایمان کی تاریخ لکھی ہے۔ جس میں تائے مدوّرہ کے ۴۰۰ عدد محسوب ہوتے ہیں۔

لقد تاب شیخ عن الحوبۃ   فتاریخہٗ صادق التوبۃ
۱۰۳۴ ہجری

محمد افضل سرخوش نے اپنے تذکرہ کلمات الشعراء میں اپنی والدہ کی رحلت کا تاریخی مادہ فی جنۃ عالیۃ سے (۱۰۵۴) حاصل فرمایا ہے۔ اس میں بھی تائے مدوّرہ کے ۴۰۰ عدد محسوب ہوئے ہیں اور اسی تذکرہ میں ایک اور اپنے عزیز کی رحلت کی تاریخ تخرجہ کے ساتھ دخل الجنۃ بلاحساب لکھی ہے۔ یعنی دخل الجنۃ کے اعداد مجموعی (۱۱۸۱) سے حساب کے (۱۰۷) عدد خارج کئے گئے ہیں جس سے مطلوب (۱۰۷۴) حاصل ہوا ہے۔ اس تاریخ میں تائے مدوّرہ کے عدد ۴۰۰ محسوب ہوئے ہیں۔

افضل العلماء قاضی ارتضا علی خاں سرخوش مغفور گوپاموی نے ابطیب خاں والا کی رحلت کی تاریخ العاقبتہ للمتقین ۱۲۰۴ سے حاصل کی ہے۔ اس میں بھی تائے مدوّرہ کے ۴۰۰ عدد شمار ہوئے ہیں۔ صاحب مفتاح التواریخ نے ایک مسجد واقع سیلون کی تاریخ لان الصلوۃ معراج المؤمنین لکھی ہے۔ جس سے اعداد ۱۱۷۹ ہجری حاصل ہوتے ہیں۔ اس میں تائے مدوّرہ کے عدد ۴۰۰ لئے گئے ہیں۔

دلّی میں قدم گاہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر جو تاریخ کسی استاد وقت کی کندہ ہے۔ اس کا مادّہ تاریخ یہ ہے قال محمد حبیب اللہ انا مدینۃ العلم وعلیؓ بابہا اس سے ۱۱۶۶ھ حاصل ہوتا ہے اور تائے مدوّرہ کے عدد ۴۰۰ محسوب ہیں۔

مولانا حسن نے تاریخ وصال شیخ علی احمد قدس سرہٗ العزیز میں مات وہو فی الحالۃ سے ۱۰۱۸ھ حاصل فرمایا ہے۔ جس میں تائے مدوّرہ کے ۴۰۰ عدد شریک ہیں۔

شیخ کمال خجندی کی وفات کی تاریخ سید کمال افندی نے لکھی ہے۔ جو ائمہ جمل سے گزرے ہیں۔ جس میں تائے مدورہ کے عدد ۴۰۰ محسوب ہوئے ہیں۔

تاریخ وفات شیخ کامل   پیداست زرحمتہ من اللہ ۸۰۳

صاحب تلخص تسلیم فرماتے ہیں کہ ہائے نقطہ دار کو میں نے اپنی تمام عمر میں نہ دیکھا ہے۔ اور نہ سنا۔ صنعۃ الاہمال اور صنعۃ الاعجام سے کام لیں تو فرمایئے کہ تائے مدّورہ کو جس پر دو نقطے بطور علامت تا موجود ہیں منقوط میں محسوب کرنا چاہیئے یا مہملہ میں۔ اسی سوال کا جواب بحث لاحقہ کا قول فیصل ہوگا۔ ہم عرض کرتے ہیں کہ کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اہل اصطلاح نے تائے مدّورہ کے نقطوں کو اڑا کر صفت اہمال میں اس کو دے، مانا ہے۔ جہاں دست تصرف دراز ہے وہاں کونسی بات مشکل ہے۔

آپ ہی کا قول ہے کہ تائے مدّورہ فارسی رسم الخط میں تائے دراز سے بدل گئی ہے۔ اس کے عدد جمہور کے پاس بلا اختلاف ۴۰۰ ہیں۔ جیسے حکمۃ کو فارسی میں حکمت لکھا جاتا ہے۔ اور دولۃ کو فارسی میں دولت۔ اس خاص باب میں دبستانوں کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ فارسیوں نے حقۃ کو بھی حقہ اور قطعۃ کو بھی قطعہ کر لیا ہے۔ ایسی حالت میں فارسی رسم الخط کی روسے تائے حقۃ و قطعۃ ہائے ہوز ہوگئی ہے۔ جس کے عدد فارسی میں پانچ محسوب ہوں گے۔

آخر پر ہم کہتے ہیں کہ متقدمین کی رائے تمام دبستانوں کے لئے حجت ہو سکتی ہے۔ اس لئے کہ انھوں نے محض بے نفسی کے ماتہ اصل حقیقت کا اظہار کر دیا ہے اور لکھ دیا ہے کہ اس پر عمل کرو یا نہیں دونوں درست ہیں۔ لیکن آزاد اور پیروان آزاد کو جن کو دوسرے مسلک پر اصرار ہے لازم تھا کہ کم از کم متقدمین یا متاخرین کی کوئی ایک نظیر استعمال پیش کرتے جبکہ استعمال کی سند ایک بھی نہیں پیش ہوئی۔ محمد عاکف کی ایک تاریخ پر صرف اعتراض کر دینا توان کے لئے کافی نہیں ہے اس لئے کہ وہ علانیہ مسلک اول کا پیرو ہے۔ اور پیروان مسلک اول کی سند میں ہدیۂ ناظرین کر چکے ہیں۔ جن میں متقدمین اور متاخرین دونوں کا کلام شریک ہے۔ صاحب ملخص تسلیم باوجود فہمیدہ ہونے کے جامہ سے باہر ہیں اور خود مسلک اول کے پیرو بن کر پیروان مسلک دوم پر خوب ہی سب وشتم کرتے ہیں ہماری رائے میں یہ طرز مناسب نہیں ہے معقول صحبتیں ہمارے سامنے ہیں بے تعصب ائمہ جمل کی آرار موجود۔ استعمال متقدمین و متاخرین کی سندیں حاضر اہل بصیرت کو اختیار ہے کہ ان تمام چیزوں کے ملاحظہ کے بعد جس مسلک کو وہ چاہیں اختیار کریں آزاد بلگرامی کے مہذب اصرار اور تسلیم سہوانی کی تشریح دونوں پر ہمارا اعتراض ہے۔

آغا سید علی شوستری نے لطیفہ کیا۔ فرمانے لگے کہ تائے مدوّر گول تے نے ایک فساد برپا کر دیا ہے۔ چار یاری لوگ چار سو کے عدد پر مصر ہیں اور آزاد بلگرامی کی نظر پنجتن پر پڑتی ہے جو پانچ کا عدد شمار کرتے ہیں، مگر انصاف کی سطح اطاعت کے اوپر ہے بشش و پنج یا ہفت ہشت سے کام نہ لینا چاہیئے۔ میں باریک بینی سے فریقین کے دلائل پر نظر کرتا ہوں اور چار و ناچار اس کا قائل ہوں کہ تیسرا دبستان خیر الامور اوسطہا کا مصداق ہے کیونکہ استاد فن باقر گیلانی بھی اسی کے پیرو ہیں اور حق پر ہیں۔ اگر میں تیسری صورت سے صرف نظر کر کے پہلی اور دوسری صورت میں کسی کو ترجیح دوں تو پہلی صورت دوسری صورت پر مرجح ہوگی کیونکہ زیر بحث گول تے تائے مربوط و منقوط ہے نہ کہ ہے۔ من اللہ التوفیق و بیدہ ازمتہ التحقیق۔

آغا سید علی شوستری ہی نے ۱۲۶۶ھ ہجری میں مناظرہ معنی و ذکی پر حسب ذیل رائے لکھی تھی تمام علمار کا اتفاق اس پر ہے کہ تے علامت تانیث ہے نہ ھے جیسے ابن ہشام اور ابن حاجب اور ابن مالک اور ابن ناظم اور ابن الانباری اور ابن جماعہ اور بہائی۔ پس تے کے عدد چار سو ہیں اگر وہ تے ہے اور پانچ ہیں اگر وہ ھے ہے اور وہ جو شرح کی اس کی معنی نے اس امر کے اثبات کے واسطے وہ امر واقعی ہے اور اللہ تعالیٰ مومنوں کو سچے قول پر ثابت رکھتا ہے۔

از ث تا ق

ان حروف کے اعداد جمل میں کوئی بحث یا ایسا اختلاف نہیں ہے جس کو قواعد کے ذیل میں بیان کرنے کی ضرورت ہو۔ اور نہ رسم الخط کے متعلق کوئی خاص بات لائق بیان ہے۔

ک

عربی۔ فارسی اور اردو زبان میں حرف کاف جب ابتدا اوسط یا آخر کلمہ میں واقع ہوتا ہے اور اپنے متصلہ دوسرے حرف ماقبل یا مابعد سے ملا ہوتا ہے تو اس کے اعداد میں کوئی بحث نہیں ہوتی جیسے۔

(عربی میں)	کلاب	مکرم	علیک
(فارسی میں)	کوفتہ	چکش	کلک
(اردو میں)	کترنا	رکابی	جھلک

لیکن فارسی میں جب کاف الفاظ ماقبل و مابعد سے جدا گانہ لکھا جاتا ہے تو اظہار حرکت کے لئے اس کے ساتھ ہائے مختفی لکھتے ہیں جیسے (کہ گفت)، اور بعض وقت آخر کلمہ میں بھی اس کے ساتھ ہائے مختفی لکھی جاتی ہے۔ جیسے (چنانکہ) اور اردو میں بھی یہی عمل ہے جیسے اس سے کہو کہ ٹھہر جائے) یا (جبکہ) اہل جمل نے بلحاظ کتابت ایسے کاف کے ساتھ (ہے) کے پانچ عدد محسوب کئے ہیں۔ صاحب ملخص تسلیم کا بھی یہی خیال ہے۔ خواجہ حسین ہروی کے ایک قصیدہ تاریخی سے اس کے استعمال کی سند ملتی ہے۔ جو متضمن جلوس اکبر شاہی ہے جو ۹۶۳ھ میں واقع ہوا ہے۔ لائق شاعر نے اس کا التزام کیا ہے۔ کہ پہلے مصرع سے تاریخ جلوس نکلے اور دوسرے مصرع سے شہزادہ سلیم کا سنہ ولادت (۹۷۷)

شاد شد دلہا کہ باز از آسمان عدل وداد ۹۶۳   باز دنیا زندہ شد کز مہر ایام بہار ۹۷۷
للہ الحمد از پے جاہ و جلال شہریار ۹۶۳   گوہر مجد از محیط عدل آمد در کنار ۹۷۷
مہر میگوید کہ میزیبد کہ آں مہ پارہ را ۹۶۳   کز پے زیب و جمال و ہر سازم آشکار ۹۷۷

(افادہ) لفظ پے کے عدد حالت اضافت میں بھی ۱۲ محسوب ہوتے ہیں۔ بعض لوگ غلطی سے ۲۲ شمار کرتے ہیں۔ اور یا پر ہمزہ لکھ کر بشکل (پئے)، لکھتے ہیں رسم الخط کی رو سے پے میں

صرف ایک یا ہے اور حالت اضافت میں یا پر صرف کسرہ زیادہ ہوتا ہے۔

حضرت معنی کو ایسے کاف کے ۲۰ عدد میں اختلاف ہے۔ انھوں نے مناظرہ معنی میں لکھا ہے کہ مرزا طہماسپ قلی المتخلص بہ ترکی نے سنہ ۱۰۴۲ میں تاریخی قصیدہ لکھا ہے جس کے صلے میں شاہ جہاں کے عطایا سے خاص خلعت مرصع، گھوڑے ہاتھی اور ایک لاکھ روپے کی نقدی سے سرفراز ہوا سبھی شاعر اس کی استادی کی ندرت و قدرت کے قائل ہیں اور اس کی پیروی سے عاجز آچکے ہیں۔ اس نے مطلع اور ساتویں اور پندرہویں شعر میں کاف کے اعداد پچیس لئے اور تیسرے پانچویں اور ساتویں شعر میں بیس لئے اور وہ یہ ہیں۔

دریں دولت کہ یارب جاوداں باد از وجود او مزین شد و لم گل گل ز لطف داور سبحان

زہے شاہا نکو آئین کہ مائدہ پائے اقبالش [۱۰۴۳ ہجری] یمین عہد را بازو بباد جو در ا سامان [۱۰۴۳ ہجری]

نوید جشن شہزادہ ز وصل آمد بحمد اللہ [۱۰۴۳ ہجری] قرین فرکہ ایزد باد عہد حاجب دوراں [۱۰۴۳ ہجری]

عجیب و غریب بات یہ ہے کہ اس نے ایک قصیدے میں یک بام و دو ہوا کو پسند کیا لہذا اس میں بھی دو مسلک ہیں۔ ایک فریق کاف نستعلیق میں ہے کہ اعداد اس لئے نہیں لیتا کہ مفرد حرف ہے مرکب نہیں اور اپنے مسمّٰی پر دلالت کرتا ہے اور خوش نویسوں کی چار اختراعی شکلوں میں سے ایک شکل ہے اور اس کے اعداد بیس ہیں لہذا پچیس اعداد لینا غلطی ہے جیسا کہ مرزا عبدالقادر بیدل نے جو نواب شکر اللہ خاں کے فرزند خرد عنایت اللہ خاں کی شادی پر اپنے نو قسم کے تہنیتی اشعار میں مصرع مادہ تاریخ کے (۱۱۰۱) اعداد رکھتا ہے۔ اور کاف والے شعر کے بیس اعداد لئے ہیں وہ یہ ہیں۔ ....

وقت بست کہ از نوائے دلہا [۱۱۰۱ ہجری] ساز دوران رسد بار شاد

اور یکتائے زمانہ متاخرین کے سرتاج غلام مصطفٰے اسخن [۱۱۰۱ ہجری] اکتالیس شعر کے تاریخی قصیدے کے گیارہ شعروں میں کاف کے اعداد بیس لئے ہیں اس قصیدے کا ہر مصرع تاریخ کا حامل ہے ہم یہ عرض کرتے ہیں کہ کاف کے اعداد میں بے شک دو مسلک ہیں خواجہ حسین ہروی کے جس قصیدے کے تین شعر کی نقل ہم نے کی ہے اسی قصیدہ میں خود انھوں نے ایک شعر ذیل میں کاف کے عدد ۲۰ لئے ہیں۔

ہر کہ دارد گو بیا چیز یکہ داری گو بیار کس نیارد ہدیۂ زین بہ اگر دارد کسی

۹۶۳ ۹۷۷

لیکن ہم اس اختلاف کو آئندہ کے لئے باقی رکھنا مناسب نہیں خیال کرتے۔ اور آخر پر اس قدر عرض کرنے پر مجبور ہیں کہ کاف کے متعلق ہم اپنے واجب التعظیم استاد کی رائے کے ساتھ متفق نہیں ہیں۔ اس لئے کہ قانون زبان فارسی نے اس کاف کی نسبت جو کسی لفظ کے ساتھ ملا کر نہیں لکھا جاتا ہے۔ وضاحت سے لکھ دیا ہے کہ اظہار حرکت کے لئے ہائے مختفی اس کے ساتھ شریک ہے۔ پس اگر ہم چند لفظوں کے لئے کاف کے اشکال مختلفہ سے اس کی اس صورت (کہ) کو اصلی قرار دیں تو اس کو جدا لکھنے کی حالت میں اظہار حرکت صرف اضافت کے ساتھ نہیں کر سکتے اس لئے کہ قواعد فارسی اس کے خلاف ہیں۔ صاحب تحقیق القوانین فرماتے ہیں کہ کاف تازی با ہائے بیان کسرہ بر چہار دنوع آمدہ (۱) کاف بیاں (۲) کاف تعلیل (۳) کاف تشبیہ (۴) کاف تردید (۵) کاف شرط (۶) کاف عطف (۷) کاف مقولہ (۸) کاف مناجات (۹) کاف استفہام (۱۰) کاف نفی (۱۱) کاف بمعنی کے (۱۲) کاف بمعنی بلکہ (۱۳) کاف بمعنی ہم (۱۴) کاف بمعنی از۔ کسی قانون فارسی نے کسی کاف کی نسبت یہ نہیں کہا ہے کہ وہ لفظ سے جدا بھی واقع ہو اور بدون ہائے مختفی لکھا جائے۔ پس ایسی حالت میں ہم کسی ایسے کاف کے اعداد کو جس کو انھیں اقسام متذکرہ میں سے کسی ایک قسم میں شریک ہونے سے گریز نہیں ہے وجوہات کے باوجود ۲۰ نہیں محسوب کر سکتے۔ جن مورخین نے قاعدہ عام کے خلاف ورزی کی ہے۔ اس کو ہم تسامح کہیں گے۔ کسی کی تسامح یا غلطی خلاف ورزی کلیہ عام کے لئے سند نہیں ہو سکتی۔ شاہی انعام صرف مصنف کی محنت کا صلہ ہے۔ ہم اس انعام کو فن جمل کی استادی کا سارٹیفکیٹ نہیں قرار دے سکتے ہیں۔ دنیا کا قاعدہ ہے کہ جب ایک بڑے پایہ کے شخص سے غلطی ہوتی ہے تو اس کے پیرو اس غلطی سے سند لیتے ہیں اور صحیح یہ ہے کہ غلطی غلطی ہے وہ کسی اور کے لئے سند کا کام نہیں دے سکتی۔

ل

لفظ اللہ کے رسم الخط میں ا ل ل ہ چار حرف ہیں۔ اس کا اصل لفظ۔ الالہ تھا۔ قاعدہ عربی کے لحاظ سے تعلیل جاری ہوئی۔ یعنی الف دوم کی حرکت نقل کر کے ماقبل کو دی گئی اور ہمزہ کو گرا دیا گیا اللہ ہوا۔ اب دو لام متحرک جمع ہوئے۔ اول کو ساکن کر کے دوسرے میں ادغام کیا اللہ ہوا۔ اس تعلیل کے لحاظ سے لفظ اللہ کی کتابت لام مشدد کے ساتھ مثل الہ

کے ہونی تھی لیکن رسم الخط فرقانی نے باوجود اس کے دونوں لام کو کتابت میں قائم رکھا بنا بریں اہل جمل نے بالاتفاق اللہ کا عدد ۶۶ مانا ہے اور اس میں تشدد کے لحاظ سے دو لام محسوب ہوتے اور جب لفظ اللہ پر ایک لام اور بڑھایا جاتا ہے تو اللہ میں بعوض لام زائد شدہ کے بڑھانے کے لفظ اللہ سے صرف الف کم کر دیا جاتا ہے اور یہی رسم الخط فرقانی ہے لہذا اہل جمل نے للہ کے اعداد ۹۵ مانے ہیں قیاس اس کا متقاضی تھا کہ جب اللہ کے عدد ۶۶ مانے گئے تھے تو للہ کے اعداد ۹۵ ہوں لیکن یہ قیاس اس وقت درست ہوتا جب کہ رسم الخط قرآنی میں للہ کی کتابت ۳ لام کے ساتھ لللہ ہوتی۔ حساب جمل تابع رسم الخط ہے اور بس اردو رسم الخط میں لللہ کا رسم الخط عربی کے خلاف ہے یعنی ۳ لام کے ساتھ لللہ لکھا جاتا ہے لیکن اعداد میں وہی ۹۵ محسوب ہوتے ہیں۔ چنانچہ قدر بلگرامی کی ایک تاریخ میں ایسا ہی عمل ہوا ہے۔

جا کے دہلی میں جو تم واہ میاں ساجد بیگ ۔۔۔ بیاہ لائے ہو دولہن گھر کی ہوئی آبادی

لو سنو قدر سے یوں مصرع تاریخ نکاح ۔۔۔ لللہ الحمد مبارک تمہیں ساجد شادی

۱۲۹۹ھ

ہمارا یہ خیال ہے کہ کم سواد خطاطوں نے چھاپہ کی کتابوں میں اس کے رسم الخط کو بگاڑا ہے اس کا دست تصرف اس قدر دراز ہے کہ فرہنگ آصفیہ میں لفظ للہ کو تو جلی قلم سے مطابق رسم الخط فرقانی لکھا ہے اور اس کے بیان ذیلی میں ایک جگہ پر خوشنویس نے اپنا کام بھی پورا کیا ہے۔

بعض اہل ہند کا خیال ہے کہ للہ کا رسم الخط اردو میں ۳ لام کے ساتھ (لللہ) ہے یعنی گویا وہ ان خطاطوں کے طرف دار ہیں جنھوں نے ہر طرف اپنا دام پھیلا رکھا ہے۔ ہم جب رسم الخط فرقانی سے مقابلہ کر کے دکھلاتے ہیں اور فرہنگ آصفیہ کو پیش کرتے ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ دونوں طرح جائز ہے۔ اگر ہم چند لحظ کے لئے اس کو تسلیم بھی کر لیں تو قدر بلگرامی کی تاریخ متذکرہ عنوان سے اس بات کا فیصلہ تو ضرور ہوتا ہے کہ اس بحث کا اثر اعداد پر کچھ نہ پڑنا چاہیئے۔ یعنی للہ کے عدد ۹۵ محسوب ہوں۔

م ون

بعض الفاظ کے املا میں نون لکھا جاتا ہے اور میم پڑھا جاتا ہے۔ جیسے انبت اللہ

یا فارسی میں لفظ انبہ جس کو نون کے ساتھ لکھتے ہیں اور اس نون کو میم پڑھتے ہیں۔
جمل کا قاعدۂ عام چونکہ کتابت پر مبنی ہے۔ لہذا تلفظ کا اعتبار نہیں کیا جاتا اور اس قسم کے الفاظ میں نون ہی کو عدد محسوب ہوتے ہیں۔
نون ۳ شکل پر لکھا جاتا ہے (۱) الف کے ساتھ جیسے نا (۲) دوسرے ہائے مختفی کے ساتھ جیسے نہ (۳) تیسرا یا کے ساتھ جیسے نے۔
ہم کو نا اور نے سے کچھ بحث نہیں ہے اس لئے کہ دونوں کا رسم الخط معین ہے اور بلحاظ رسم کے عدد ۵۱ اور نہ کے عدد ۵۵ اور نے کے عدد ۶۰ محسوب ہوں گے۔ فارسیوں نے کہا ہے کہ نون نفی افعال پر بغیر فصل کے بھی آتا ہے۔ اور فصل کے ساتھ بھی جیسے قول سعدیؒ ہرکہ با بداں نشیند نیکی نہ بیند اس مقام پر بیند کے ساتھ نون ملا کر لکھنا جائز نہ ہوگا اسی طرح کلام حافظ میں (سے)
گفتگو آئین درویشی نبود ؛ ورنہ با تو ماجراہا داشتم (نبود) میں نون کو لفظ (بود) کے ساتھ ملا کر لکھنا بھی جائز ہے۔ اور جدا بھی جیسے نہ بود الغرض افعال میں تو کہیں ایسا رسم الخط ہے اور کہیں ویسا لیکن اسماء میں بدون فصل لکھنا جائز ہی نہیں ہے بلکہ ہمیشہ فصل کے ساتھ لکھا جائے گا۔ جیسے نہ آن۔ نہ این۔ نہ برد۔ نہ برین۔ نہ ترا۔ نہ جوان ست و نہ پیر۔ نہ تو نہ من۔ نہ چنداں۔ پس رسم الخط نے جن مقامات میں نون نفی کو ہائے مختفی کے ساتھ اور فعل و اسم سے جدا لکھنے کا حکم دیا ہے۔ وہاں حرف نون کے ساتھ (ھے) کے عدد بھی محسوب ہوں گے۔ افعال میں جہاں وصل یا فصل جائز ہے۔ وہاں مادۂ تاریخ میں فصل سے احتراز اولے ہے اور وصل سے ہی کام لینا چاہیئے۔ مثلاً نگفت اور نہ گفت دونوں جائز ہیں تو مادۂ تاریخ میں نگفت لکھنا چاہیئے اور نہ گفت نہیں کیونکہ اگر مورخ نے بلحاظ جواز نون کو الگ لکھ کر اس کے ساتھ ہائے مختفی کا عدد لیا تو طرز کتابت کی صراحت مادہ کے ساتھ لازم ہوگی ورنہ مادہ کی صحت نقل نویسوں کے قبضۂ قدرت میں آجائے گی یہی وجہ ہے کہ محتاط اہل جمل نے حکم فرمایا ہے کہ ایسے نون کو جس کا وصل و فصل جائز ہے وصل ہی کے ساتھ لکھا کرو اور مادہ میں صرف نون کے پچاس عدد محسوب کرو جیسا کہ (ب) کے بیان میں ہدایت ہوئی ہے۔

و

ہم کو واؤ کے متعلق کچھ اور زیادہ عرض کرنا نہیں ہے۔ طریقہ رسم الخط میں جو واو شامل ہے

اور پڑھنے میں متروک اس کے عدد قاعدہ عام کے لحاظ سے محسوب ہوں گے۔ مثلاً لفظ داؤلٹک) اور (اُولی الامر) کا داؤ یا لفظ (عمرو) کا داؤ اگرچہ پڑھا نہ جائے۔ لیکن حساب جمل میں برابر محسوب ہوگا۔

اسی طرح زبان فارسی میں لفظ خواب و خویش کا داؤ اگرچہ نہیں پڑھا جاتا۔ لیکن حساب جمل میں برابر محسوب ہوتا ہے۔

اسی طرح لفظ (داؤد) میں اگرچہ قرأت میں دو داؤ پڑھے جاتے ہیں لیکن چونکہ کتابت میں صرف ایک داؤ لکھا جاتا ہے۔ تو صرف اسی کے عدد محسوب ہوں گے۔

ہ

صاحب معدن الجواہر فرماتے ہیں کہ زبان فارسی میں ہائے مختفی کا عدد حساب جمل میں برابر محسوب ہوگا۔ جیسے لفظ خامہ و جامہ وکہ وغیرہ۔

محققین جمل نے اس کی صراحت کی ہے کہ عربی الفاظ فارسی میں مستعمل ہیں۔ جن میں عربی کی تائے مدوّر فارسی میں (ھے) ہوگئی ہے۔ جیسے عابدۃ سے عابدہ اور دولۃ سے دولہ اور جمیلۃ سے جمیلہ۔ اس کے عدد فارسی میں پانچ ہی محسوب ہوں گے۔

کتابت سے جو ہائے مختفی ساقط ہوجاتی ہے۔ جیسے جامہ سے جامہا اور خامہ سے خامہا اور نامہ سے نامہا اس کو خلاف قاعدہ رسم الخط خواہ مخواہ جدا لکھ کر دھے محسوب کرنا جائز نہیں ہے۔ صاحب ملخص تسلیم نے بھی اس کا ذکر کیا ہے۔

ہمزہ

ہم حصّہ گزشتہ میں بھی اس کا ذکر کر آئے ہیں کہ ہمزہ نہ داخل حروف ہے۔ اور نہ اس کے عدد محسوب ہوتے ہیں۔ اور جو الف عربوں اور فارسیوں کے پاس ہمزہ سے موسوم اور داخل حروف ہے۔ اس کو اہل جمل نے الف ہی کہا ہے۔ جیسے لفظ اسلام کا پہلا حرف۔ الف۔

اب اس خاص بیان میں ہم اس ہمزہ کے قواعد بھی عرض کرتے ہیں جو داخل حروف نہیں سمجھا جاتا اور کتابت میں سرعین کی شکل میں لکھ دیا جاتا ہے۔

یعنی اگر ہمزہ آئے حرف الف کی شکل میں تو الف شمار ہوگا۔ جیسا لفظ سائل۔ کیا اچھا کہا گیا ہے (ترجمہ شعر) میرا قلب تیرے دراز قد پر بسبب افسوس و غم کے ایک پرندہ ہے

شاخ پر یا ہمزہ الف پر اور اگر ہو ہمزہ صورت واؤ میں تو شمار کیا جائے گا واؤ جیسے سؤل اور اگر ہو ہمزہ صورت یا میں تو یا شمار کیا جائے گا جیسے سئل اور جو ہمزہ بعد الف کے آئے وہ کچھ شمار نہ کیا جائے گا جیسے صحراء یہ اس لئے کہ اس کے لئے الف کے بعد کوئی صورت۔ اشکال حروف تہجی سے نہیں ہے بجز اس کے کہ لکھی جاتی ہے۔ اس کی علامت چیونٹی کی شکل پر۔

حقیقت یہ ہے کہ لفظ سائل یا سئول یا سئل میں الف اور واؤ اور یا پر ہمزہ کی شکل صرف اس بات کے اظہار کے لئے بنائی جاتی ہے کہ قاری اس حرف کی حقیقت سے آگاہ رہے۔ اور قرأت میں اس کا اظہار کرے۔

لفظ جزئک میں چونکہ ہمزہ کو بشکل یا لکھا ہے اس لئے اس لفظ کے عدد بشمول یا۔ ۴۰ محسوب ہوں گے یہی عمل اولئک میں ہو گا۔ یعنی لفظ اولئک کے عدد ۶۷ شمار کئے جائیں گے۔

فارسی میں لفظ کدخدائی اور اردو میں برائی۔ بھلائی کی نسبت یہی حکم ہے یعنی دو یا محسوب ہوتے ہیں یہی کیفیت نائیدن۔ زائیدن کی ہے۔ فارسی رسم الخط میں ایسے ہمزہ کے عوض دونوں یا کو نقطے دیتے ہیں۔ حسین ہروی نے لفظ (پے) کے ۱۲ عدد محسوب فرمائے ہیں۔ اس لئے کہ (پے) میں صرف ایک یا ہے۔

للہ الحمد از پئے جاہ و جلال شہریار ۹۴۴ گوہر مجد از محیط عدل آمد در کنار ۹۷۷

آقائے طہماسپ نے شہزادہ داراشکوہ کی تاریخ کدخدائی میں مائل میں یا محسوب کی ہے۔

حسود بدگوئے او را نخوست مائل طالع ۱۰۴۳ مرید کلک او بادا سعادت از بن دندان ۱۰۴۳

ملا محتشم کاشی نے تاریخ جلوس شاہ اسمعیل میں لفظ تمیز کے دو یا محسوب کئے ہیں

نی کرد چو سکۂ حی صاحب تنزیل ۹۸۴ نقدے کہ عیار بودش از اصل خلیل ۹۸۴

سکہ چو رسانید بتمیز ملوک ۹۸۴ فرق کہ و مہ داد دہ بشاہ اسمٰعیل ۹۸۴

نوٹ :۔ رباعی بالا کے پہلے شعر کے دوسرے مصرعہ میں کاف کے ۲۵ عدد محسوب ہوئے ہیں۔ اور یہ بھی بحث ماضیہ کی سند ہے۔

لفظ ہوئی اور ہوئے کے اعداد میں مورخین ہند نے دو طرح پر عمل کیا ہے۔ بعض تو اس کے رسم الخط میں دو یا کو تسلیم کرکے ۳۱ عدد محسوب فرماتے ہیں۔ اور بعض کہتے ہیں کہ صرف ۲۱ عدد محسوب ہونے چاہئیں۔ اس لئے کہ اس کا مصدر (ہونا) ہے اور ہونا کا ماضی مطلق (ہوا) اور اسی کا مونث (ہوئی) اور جمع مذکر (ہوئے) پس نہ دو یا لکھنے کی ضرورت ہے اور نہ ۳۱ عدد شمار کرنے کی حاجت

ایک تیسرا گروہ (ہوئی) میں مسلک اول کو پسند کرتا ہے اور لفظ (ہوئے) میں مسلک دوم کا پیرو ہے۔

اور یہ سارا جھگڑا اس لئے قائم ہوا ہے کہ رسم الخط کے کسی رسالے نے ان دونوں الفاظ کے حلیہ کا تصفیہ نہیں کیا۔

اہل زبان سے موجودہ افراد کی زبان مسلک دوم کی تائید کرتی ہے۔ اور ان کا قلم مسلک اول کا پیرو ہے۔ یعنی مطبوعہ رسائل میں ان الفاظ کی اکثر کتابت دو یا کے ساتھ پائی جاتی ہے اور جب کبھی ان سے گفتگو کرنے کا اتفاق ہوتا ہے۔ تو وہ بصراحت فرماتے ہیں کہ یہ الفاظ۔ ہ و۔ ی۔ سے مرکب ہیں۔

یہ اختلاف صرف (ہوئی) یا (ہوئے) ہی میں نہیں ہے۔ بلکہ اس کے مماثل الفاظ (موئی) (موئے)۔ (چھوئی) (چھوئے) وغیرہ میں بھی۔

سید احمد دہلوی مصنف فرہنگ آصفیہ نے لفظ (ہوئی) کا حلیہ دو یا کے ساتھ لکھا ہے اور لفظ (موئے) میں یائے مجہول لکھ کر اس پر ہمزہ دیا ہے۔ اور (چھوئی) (موئی) اور موئے کی کتابت میں بھی دو یا سے کام لیا ہے۔ نیز آپ نے لفظ (مونا) پر لکھا ہے کہ یہ مرنے کا مرادف ہے اور (موا) پر جس کے آخر میں الف ممدودہ ہے تحریر فرمایا ہے کہ یہ (مونا) کا ماضی مطلق ہے پس معلوم ہوا کہ (مونا) تو مصدر ہے اور (موا) جو عرف عام میں (موا) سے مشہور ہے۔ اس کا ماضی مطلق اور (موئی) اسی کا مونث اور (موئے) اسی کا جمع مذکر۔

جلیلؔ جو امیر مینائی کے شاگرد ہیں فرماتے ہیں کہ (موا) (مونا) کا ماضی ہم نے سنا ہی نہیں اور نہ (مونا) مرنے کے معنی میں مستعمل ہے بلکہ (موا) ماضی مطلق ہے (مرنا) کا۔ اور (موا) سے (موئی) اور (موئے) صرف ایک یا کے ساتھ ہیں۔

ہمارے استاد جل سید علی کامل لکھنوی نے بزمانہ قیام حیدر آباد ہم سے فرمایا تھا کہ (مونا) کے مصدر سے ماضی مطلق (موا) یا الف ممدودہ ہے جس کو محاورہ عام میں (موا) کہنے لگے۔ اسی طرح (چھونا) کا ماضی مطلق (چھوآ) تھا جس کو ہم فی زمانہ (چھوا) کہتے ہیں۔ پس (ہوا) اور (چھوآ) کا مونث (ہوائی) اور (چھوائی) ہے جس کو رسم الخط نے (ہوائی) اور (چھوئی) کی شکل پر رواج دیا ہے

حضرت کاملؔ کے ارشاد کی تصدیق کتابت زمانہ حال سے ہوتی ہے۔ جو عموماً دو یا کے ساتھ پائی جاتی ہے اور (ہوآ) اور (چھوآ) کی تائید صاحب فرہنگ آصفیہ سے ہوتی ہے کہ

انھوں (ہونا) کے ماضی مطلق کو (ہوا) فرمایا ہے۔ الغرض ہماری تحقیق میں زبان کے مقابلہ میں کتابت زبان کا پلہ بھاری ہے اور اصول جمل کے لحاظ سے کتابت معتبر ہے نہ قرأت۔ پس ہم (ہوئی) اور (ہوئے) کی کتابت میں ناگریز دویا کو تسلیم کرتے ہیں۔ اور اسی کا نتیجہ لازمی ہے کہ ان دونوں کے اعداد ۱۳ مانتے ہیں۔

استادی داغ سے ہم کو اس کے متعلق گفتگو کا موقع ملا تھا انھوں نے فرمایا کہ دونوں جائز ہیں خواہ ان الفاظ کو ایک یا سے لکھو یا دو یا سے پھر فرمایا کہ ہم نے تو (ہوئی) کا رسم الخط اکثر دو یا سے دیکھا ہے۔ اور (ہوئے) کی کتابت دونوں طرح پر یہ بھی فرمایا کہ ہم نے اپنی ایک تاریخ میں لفظ (ہوئے) کے اعداد (۲۱) محسوب کئے ہیں لیکن آئندہ تاریخوں میں دو یا کے پابند رہیں گے۔ وہو ہذا۔

داغ نے تاریخ اس کی یہ کہی معتمد صاحب ہوئے زیبا خطاب ۱۳۰۸

قدر بلگرامی نے ہم سے کہا کہ کیننگ کالج کی تاریخ میں ہم نے شعر ذیل میں لفظ (ہوئے) کا استعمال دو یا کے ساتھ کیا ہے۔ اور اس لفظ کے اعداد ۱۳ محسوب کئے ہیں۔

ہوئے میر عمارت نیک دل کرنل ہوش اس میں دل افزا ہے صفائی خوب ہر دیوار و ہر در میں ۱۸۷۸ء ۱۸۷۸ء

فرمایا کہ بعض احباب نے ہم پر اعتراض کیا اور کہا کہ ہوئے کے عدد ۲۱ محسوب ہونے چاہئیں نہ ۱۳ تو ہم نے ان کو یہ کہہ کر ساکت کیا کہ اگر آپ کی ایسی ہی خوشی ہے تو ہوش میں ایک یا بڑھا دیجئے مصطفیٰ ہوئی پھر فرمایا کہ بعض تاریخیں ہماری ایسی بھی ہیں جن میں لفظ (ہوئے) کے اعداد ۲۱ محسوب ہوئے ہیں جیسے۔

نہاں و آشکارا قدر لکھ معراج تاریخی ہوئے کامل یہ علم آگاہ بار اسی پچھتر میں ۱۲۷۹ھ

مولف نے عرض کیا کہ اصول جمل کے لحاظ سے دو عملی ناخوشنما ہے۔ یکسوئی ہونی چاہئے انھوں نے فرمایا کہ بے شک۔ رسم الخط کا تعین ہونا چاہئے پھر اعداد تابع ہوں گے۔ پھر یہ بھی فرمایا کہ کاتبین تو عموماً (ہوئی) کو دو یا کے ساتھ لکھتے ہیں۔ اور ہمارے قلم سے بھی بے ساختہ ایسی ہی کتابت ہو جاتی ہے۔ افسوس ہے کہ اصلیت حروف پر اب تک کسی نے روشنی نہیں ڈالی۔ بہر حال تمہارے لئے میں یہی صلاح دوں گا کہ رسم الخط کے تابع رہو اور یہی حکم ہے اصول جمل کا۔

اس گفتگو کے بعد ہم ان دونوں الفاظ میں دو یا کے پابند رہے اور ۱۳ عدد محسوب کرتے لگے

اور آج تقریباً بائیس سال کے بعد بھی ہماری تحقیق میں اب تک اسی کا پلہ بھاری ہے۔ مولانا سید علی کامل کے ارشاد اور صاحب فرہنگ آصفیہ کے اسناد سے بھی ہم (ہوئی۔ موئی۔ چھوئی۔ ہوئے۔ موئے چھوئے) میں دو یا کا وجود پاتے ہیں۔ اور اسی عدد محسوب کرنے پر مجبور ہیں۔ یعنی ہم مسلک اول کے پیرو ہیں۔

پیروان مسلک دوم اپنی تحقیق کے آپ ذمہ دار ہیں اور ان کے طرز عمل پر ہم کوئی حرف گیری نہیں کرتے اس لئے کہ انھوں نے ماضی مطلق (ہوا۔ موا۔ چھوا) پر ہوئی۔ موئی۔ چھوئی کی بنیاد قائم کرلی ہے۔ لیکن ہم اس قدر ضرور عرض کریں گے کہ ان کو اس کا پابند رہنا چاہیئے کہ کتابت بھی ایک ہی یا کے ساتھ کریں اور یا پر ہمزہ نہ دیں۔

تیسرے گروہ کی نسبت البتہ ہم اس قدر کہنے پر مجبور ہیں کہ ان کو یکسوئی اختیار کرنا چاہیئے (ہوئی) میں مسلک اول کی پیروی کرنا اور (ہوئے) میں مسلک دوم کو ماننا۔ یک بام و دو ہوا کا مصداق ہے۔ واقعات متذکرہ بالا کے پڑھنے کے بعد یا تو وہ اصلیت اور حقیقت لفظ کو تسلیم کرکے تابع رسم الخط جاریہ رہیں۔ یا زباندانان کی زبان کے بھروسہ پہ رسم الخط کی تبدیلی و مسلک دوم کی پیروی فرمائیں۔

جناب امیر مینائی کی ایک تاریخ ہم کو ملی ہے جس میں لفظ ہوئی کا استعمال مادّہ تاریخ میں ہوا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مذہب دوم کے پیرو تھے۔

عمر خضر نصیب میرے دستگیر کو | چین آگیا ہر ایک صغیر و کبیر کو
لب پر امیر مصرع تاریخ آگیا | اقبال شاہ سے ہوئی صحت وزیر کو

۳۲ ۱۳۱۰ = ۱۲۷۸

زبان اردو کے رسم الخط کے متعلق جب کوئی رسالہ موجود نہیں ہے تو ہم قلمی اور مطبوعہ رسائل سے کام لیتے ہیں۔ جو لکھنو اور حوالی لکھنو اور دلّی اور مضافات دلی سے شائع ہوتے ہیں۔ ان رسائل میں لفظ ہوئی اور ہوئے کا رسم الخط دو یا کے ساتھ موجود ہے۔ اس کے مخالف بعض خطاطوں کو جب یہ سند رسم الخط ناگوار گذری اور ان کی توجہ ایک یا کے قائم رکھنے اور دوسری یا کے ہٹانے کی جانب رجوع ہوئی تو انھوں نے اس قدر تعصب سے کام لیا کہ دو یا کی حقیقی ضرورت کے مقام پر بھی ایک یا پر قناعت کی۔ حضرت امیر کا مشہور لغت آپ کی زندگی میں کامل نگرانی کے ساتھ طبع ہوا ہے اور ہمارا خیال ہے کہ اس میں صحت الفاظ کا بڑا ہی خیال ملحوظ رہا ہے۔ اس لغت میں جہاں کہیں الفاظ بینائی۔ آئی۔ کوئی۔ ہوئی۔ للچائی

وغیرہ مستعمل ہیں ان میں بھی ایک یا سے کام لیا گیا ہے اور ضرورت وزن شعر کے لئے اس ایک یا پر ہمزہ رکھ دیا گیا ہے۔ محاورہ (آنکھ للچائی ہوئی پڑنا) کو آنکھ للچائی ہوی پڑنا لکھ کر جرأت کا یہ شعر سند میں پیش ہوا ہے۔ ہے غضب اپنی طبیعت اس پہ ہے آئی ہوئی جس پہ پڑتی ہے ہر اک کی آنکھ للچائی ہوئی

ہم نے اس ایک شعر کو صرف بطور نظیر طرز کتابت و مثال اصلاح رسم الخط پیش کیا ہے۔ سارا لغت اسی قسم کے نظائر سے بھرا ہوا ہے۔ اب انصاف پسند اہل زبان خود دیوان جرأت کو ملاحظہ فرما دیں جو ان کی زندگی میں طبع ہوا ہے۔ جس میں للچائی اور موئی دونوں کے رسم الخط میں دو یا ہیں۔ پس معاصرین کا یہ طرز خاص خاص کتابوں میں اصلاح زبان کے ساتھ اصلاح رسم الخط کا حکم رکھتا ہے۔ اور معاصرین اہل زبان اس کو پسند فرماتے ہوں اور صحیح مانتے ہوں تو ہماری رائے میں ان کو ایک یا کے عدد پر قناعت کرنا جائز ہے۔ لیکن اصول قواعد جمل کے لحاظ سے ان کو براہ کرم ہمزہ سے بھی دست کش ہونا چاہیئے اس لئے کہ اگر ہمزہ داخل کتابت رہے گا تو وہ بزبان حال پکار اٹھے گا کہ (آئی ہوئی) کو دو یا کے ساتھ لکھو

استادان زبان کے اکثر ان دواوین کی سیر ہم نے کی ہے۔ جو ان کی زندگی ہی میں چھپ چکے ہیں اور بعض کا چھاپہ انھیں کی خاص نگرانی سے ہوا ہے۔ کل ایسے دواوین میں۔ بینائی۔ ہوئی۔ آئی کوئی۔ للچائی۔ وغیرہ میں دو یا کی کتابت ہمزہ کے ساتھ موجود ہے۔ بعض معاصرین فرماتے ہیں کہ پرانی اردو کا رسم الخط ایسا ہی تھا اور جب روز بروز اس کی اصلاح ہوتی گئی اور زبان حال کی زبان میں بہت سے تغیرات ہو چکے ہیں۔ تو اب رسم الخط قدیم کو متروک خیال کرنا چاہیئے۔ لیکن زبان اردو کے ساتھ رسم الخط کی ایسی اصلاح کے لئے جس میں اصلی حروف اور قواعد بدیہی کے برخلاف عمل ہوا ہے۔ آخر کوئی نہ کوئی دلیل بھی ہونی چاہئے (چاہیئے) کو ایک یا کے ساتھ (چاہے) لکھ کر اس پر ہمزہ دے دینے کا نام گر اصلاح رسم الخط ہے تو ہماری رائے میں اس اصلاح سے رسم الخط کا خون ہوا ہے۔ جس شعر میں (کوئی) کو اظہار ہمزہ کے ساتھ پڑھنے کے بغیر بحر قائم نہیں رہتی اس میں ناگزیر ہمزہ کو قائم رکھنا اور مظہر ہمزہ کو ترک کر کے ایک یا سے کام لینا ہماری سمجھ میں بالکل نہیں آتا کہ کس بنیاد پر ہے۔ کم از کم اگر انہیں استادان مصلح کا کوئی رسالہ رسم الخط اس اصلاح کے لئے سند ہوتا تو ذمہ داری کا بار اُن کے سر ہوتا۔ اصلاح رسم الخط کا دعویٰ کرنا چہ معنی دارد۔

ہوئی اور ہوئے میں تو کہنے کے لئے یہ گنجائش ہے کہ ہوا سے ہوئی اور ہوئے بنا لیا گیا۔ مگر جب کہ (للچائی) کا ماخذ (للچایا) ہے تو پھر اس کو ایک یا سے (للچای) لکھ کر ہمزہ سے کام نکالنا اور مظہر ہمزہ کی ضرورت نہ ماننا کیسی

انوکھی بات ہے۔

اب ہم اس بحث کو اسی پر ختم کرتے ہیں۔ افسوس ہے کہ نہ داغ مغفور رہے نہ امیر مرحوم اور نہ قدر کامل اگر وہ ہوتے تو اس بحث کا تصفیہ انھیں کے ہاتھوں ہوتا۔ ہم شائقین فن جل کی خدمت میں صرف اس قدر عرض کرتے ہیں کہ وہ ضرورت جل کے لئے اس طوفان کے دھوکے میں نہ آئیں۔ جہاں کہیں ان کو ایسے الفاظ میں یا پر وجود ہمزہ کا اطمینان ہو وہ اس کو بغرض اظہار ہمزہ دو یا سے لکھیں۔ کبھی للچائی۔ اور آئی۔ اور کوئی اور ان کے مماثل الفاظ میں ایک یا سے کام نہ لیں اور اصلاح جدیدہ رسم الخط پر فاتحہ پڑھیں۔ ہوئی اور۔ ہوئے چھوئی اور چھوئے اور موئی اور موئے کی نسبت اگر ان کو دتی کے اہل لغت پر بھروسہ ہو اور ہماری رائے کے ساتھ اتفاق ہو تو ان الفاظ میں بھی دو یا داخل کتابت رکھیں اور دونوں کے عدد محسوب فرمائیں۔ ورنہ ان کو مسلک دوم کے اختیار کرنے میں آزادی ہے۔ لیکن مسلک دوم کو جدید رسائل کی کتابت کے بھروسہ پر الفاظ للچائی و آئی و کوئی سے متعلق نہ سمجھیں وما علینا الا البلاغ۔ مولوی عبدالحلیم شرر سے قریب قریب کل ہندوستان واقف ہے حیدرآباد کی خوش قسمتی سے آپ آج کل ناظم تعلیمات کے مددگار ہیں۔ جب ہم نے اس بحث میں ان سے استصواب کیا تو مہربانی آموز جواب سے ہم کو شکر گزار فرمایا جس کو ہم بعینہٖ ذیل میں نقل کرتے ہیں۔

"دھوا۔ ہوئی۔ ہوئے کا تلفظ واو سے نہیں ہے بلکہ ہمزہ سے ہے اور املا میں ہمزہ کا قاعدہ ہے کہ اپنی حرکت کے مناسب حرف علت کی صورت میں لکھا جاتا ہے۔ اس لئے بجائے (دھوئے) کے (دھوئے) لکھنا صحیح ہے۔ اور تاریخ میں دو حرف یا محسوب ہونے چاہئیں۔"

ہماری رائے میں شرر کی یہ تحریر مختصر مفید کا حکم رکھتی ہے۔ اور اس سے بھی مسلک اول کی تائید ہوتی ہے۔ قدما کے کلام بلاغت نظام سے بھی اسی کی تصدیق ہوتی ہے۔ امیر خسرو دہلوی کا ایک قطعہ ہم کو یاد ہے جس کو ہم ذیل میں عرض کرتے ہیں اس سے بھی زیر بحث رسم الخط پر کسی قدر روشنی پڑتی ہے۔

رفتم بہ تماشائے کنار جوئے ـــ دیدم بلب آب زن ہندوئے
گفتم کہ بہائے سر مویت چہ بود ـــ آواز برآورد کہ دُر دُر موئے

یادگاران غالب مرحوم سے حضرت تاباں دہلوی اور سائل دہلوی بقید حیات ہیں۔ تاباں کا ایک مطلع ہے کہ (ے) وصل کی شب وہ سمٹتے ہیں پرے جاتے ہیں؛ چھوئی موئی ہیں کہ چھوئے سے مرے جاتے ہیں

حضرت سائل فرماتے ہیں (۳۔)

مرنے کی میرے اس کو سنا کر خبر کوئی — اتنا بھی کہہ دے اب تو تسلی تری ہوئی
الفت میں اتنی چاہیئے خاطر کو یک سوئی — ہم جس کو چاہتے ہوں نہ چاہے اوسے کوئی

اب ہم اس بحث کو ختم کرتے ہیں اور پیروان مسلک دوم کی توفیق کے لئے دعائے خیر

ہمزہ بعد الف کی نسبت یہ امر فیصل شدہ ہے کہ جو کوئی چیز نہیں ہے اس کا کوئی عدد محسوب نہ ہوگا اور یہی حکم ہمزۂ بعد واؤ کی نسبت ہے جیسے لفظ (ضؤورہ) جس کے عدد بترک ہمزہ ۸۱۱ محسوب ہوتے ہیں۔ اس لئے کہ ہمزہ بعد واؤ مثل ہمزہ بعد الف ہے۔ اسی طرح (ضؤورہ) کے عدد بھی ترک ہمزہ کے بعد ۸۱ لئے جائیں گے۔ یہی کیفیت جزءٔ دفءٔ کی ہے جس میں ہمزہ حساب جمل سے خارج رہتا ہے۔

ہمزۂ بعد الف کی نسبت بعض متاخرین نے ایک عدد محسوب کیا ہے۔ جس کا ذکر سبحۃ المرجان نے فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں کہ بعض نے کسی عالم کی وفات کی تاریخ (حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل میں پائی ہے۔ الفاظ علماء اور انبیاء دونوں میں ہمزہ محسوب ہوا ہے۔ اس موقع پر آزاد بلگرامی نے مورخ کے نام سے سکوت فرمایا ہے۔ لیکن چوں کہ وہ تاریخ شیخ الہند عبدالحق محدث دہلوی کی وفات پر کہی گئی ہے تو معلوم ہوچکا کہ اس کے مصنف ومورخ متاخرین سے کوئی بزرگ ہیں۔ اور اسی طرح آزاد بلگرامی نے احوال عبدالجلیل بلگرامی میں حسب ذیل تاریخ کا حوالہ دیا ہے فرمایا

قد توتی فرخسیر ملک ہند — ولہ من عون القدیر اعتدار
فاقتبسنا تاریخہ من کلام — صمدی یورثہا من یشاء

اس تاریخ میں ہمزہ شمار کیا گیا ہے۔ اس لئے جلوس سنہ ایک ہزار ایک سو چوبیس میں ہے۔

اسی طرح نعمت خاں عالی نے کامگار خاں کی شادی کی تاریخ میں ہجو کی ہے۔ جو سنہ ایک ہزار ننانوے ہجری میں واقع ہوئی تھی جس میں ہمزہ کا عدد محسوب ہوا ہے (۳۰) حرف مدرا ساخت مدغم پیر عقل آنگاہ گفت نحو جائز کرد اینجا التقاء ساکنین ٭

آزاد بلگرامی نے اس تاریخ کی نسبت ۱۰۹۸ - ۱ = ۱۰۹۹ لکھا ہے کہ مادۂ تاریخ میں ایک عدد کی کمی ہونے کی وجہ سے شاعر نے تعمیہ سے کام لیا ہے۔ یعنی حرف مذکور کو جس سے

الف مراد ہے مادّہ تاریخ میں مدغم کیا ہے اور نیز لفظ التقا کے ہمزہ ما بعد الف کو بھی محسوب فرمایا ہے جب کہ ہمزہ کے عدد کا محسوب کرنا تاریخ گویان عرب کے مسلک کے خلاف ہے۔ اس لئے کہ نہ وہ داخل حروف ہے اور نہ اس کے لئے کوئی عدد تھا۔

پھر انھوں نے خزانۂ عامرہ میں بضمن احوال یحییٰ کاشی اس کی تاریخ موت کا ذکر کیا ہے۔ یعنی (ع) احیاء سخن چو کرد یحییٰ جان داد ۔ اور فرمایا ہے کہ اس مادّہ تاریخ میں لفظ احیاء کے الف آخر کے بعد کا ہمزہ حساب جمل سے خارج ہے۔ فرماتے ہیں کہ اکثر مورخان فارس ہمزہ کا عدد لیتے ہیں اور بعض نہیں لیتے اور مورخان عرب اکثر ایسے ہمزہ کو ترک کرتے ہیں اور بعض اس وقت محسوب کرتے ہیں جب کہ مادہ تاریخ کسی آیت قرآنی یا حدیث میں پایا جاوئے جیسا کہ عبدالجلیل بلگرامی نے تاریخ جلوس فرخ سیر میں عمل کیا ہے (جس کو ہم اوپر نقل کر چکے ہیں)

ہم اس موقع پر صرف اسی قدر بیان پر خاموش نہیں رہ سکتے کہ یہ کتاب صرف واقعات کے لئے نہیں ہے جن شعرائے عرب نے ہمزہ بعد الف التقا۔ یا احیاء کو حرف قرار دے کر اس کا عدد لیا ہے۔ انھوں نے غلطی کی ہے۔ آزاد بلگرامی نے نہ تو شعرائے قدیم عرب کی ان تاریخوں کی نقل کی اور نہ ان کے نام گنوائے محض تذکرتاً ان کے مسلک جمل کا ذکر کر دیا ہے۔ اور موقع کے لحاظ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ گویا وہ شعرائے عرب یعنی مافی ذہنہ سند ہیں۔ عبدالجلیل بلگرامی کے لئے اور یہ جو ارشاد ہوا ہے کہ مورخان عرب کے پاس آیت قرآنی اور حدیث نبوی سے طے ہوئے مادہ میں ایسا عمل بعض وقت جائز قرار پایا ہے اس کے متعلق بھی متقدمین کے کسی ایسے مادّہ تاریخ کی سند نہیں پیش ہوئی تاکہ ہم اس سے اس بات کا اندازہ کر سکتے کہ مورخ کا رتبہ فن جمل میں کیسا ہے۔ ہمارے روبرو اس کے متعلق بھی جو کچھ ہے وہ آزاد بلگرامی کا تذکرہ اور عبدالجلیل بلگرامی کی تاریخ ہے اور بس۔

پس ایسی حالت میں ہم ایک عام قاعدہ کے مقابلہ میں جس کی تصدیق محققین و متقدمین فن جمل کے اقوال متعددہ سے ہوتی ہے۔ ایسے استثنا ہی کو جائز نہیں قرار دے سکتے۔ عبدالجلیل بلگرامی کو ضرورت وقت نے ایسے عمل ناجائز پر مجبور کیا ہوگا۔ یا فن جمل میں انھوں نے اپنی معلومات کو اسی حد تک پایا ہو گا یا ان سے تسامح ہوا ہوگا۔

ہم گزشتہ حصہ کے متعدد مقامات پر ان محققین کی عبارتوں کی نقل کر چکے ہیں۔

محققین سے بعض نے حروف تہجی کے ذیل میں ہمزہ کا ذکر کیا ہے۔ اور بعض نے ہمزہ کے عدد کے متعلق صاف صاف لکھ دیا ہے کہ ہمزہ کے لئے جمل میں کوئی عدد نہیں ہے اور انھیں سے کسی نے یہ استثنائی جزئیہ نہیں بیان کیا کہ آیت قرآنی یا حدیث نبوی میں مادّہ پایا جاوے تو برخلاف قاعدہ عام عمل کرنا جائز ہے۔ اوران کا طرز بیان بتلا رہا ہے کہ وہ ایسے محتاط افراد تھے کہ اعداد تائے مدوّر کی بحث میں اختلاف اقوال کی کوئی نزاکت انھوں نے اپنے بیان میں نہیں اٹھا رکھی پس ایسی حالت میں آزاد بلگرامی کا صرف یہ فرما دینا کہ عرب کے تاریخ گویوں نے برخلاف قاعدہ عام ایسا کیا ہے سند کے بغیر ہم نہیں مان سکتے۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ بعض مورخین زمانہ حال اپنے لئے عبدالجلیل بلگرامی کی سند کو کافی خیال کریں گے لیکن ہم ان کے لئے کبھی ایسا مشورہ نہیں دے سکتے اس لئے غلطی کی کسی کے لئے سند کا کام نہیں دے سکتی۔

اب رہی نعمت خاں عالی کی فارسی تاریخ جس میں انھوں نے لفظ التقا میں ہمزہ بعد الف آخر ین کو محسوب کیا ہے۔ وہ بھی فارسی مورخین کے لئے سند نہیں ہو سکتی اس لئے کہ زبان فارسی کے قاعدہ اور رسم الخط کے لحاظ سے ان کا عمل غلط ہے۔ یعنی التقا رساکنین اور احیا رسخن دونوں مرکبات زبان فارسی سے ہیں۔ اور فارسی کا قاعدہ کہہ رہا ہے کہ ایسے مرکبات میں جب حرف الف آخر کلمہ میں واقع ہو تو مضاف کے بعد یائے حطی کا لانا ضروریات سے ہے۔ صاحب منتخب النحو فرماتے ہیں کہ ہر وہ اسم جس کے آخر میں الف ہو اور اس کا حرف ماقبل زبر والا ہو، اسی طرح جس اسم کے آخر میں واؤ ہو اور اس کا حرف ماقبل پیش والا ہو اور اسے مضاف کریں تو چاہیئے کہ زائد یے کو مضاف الیہ کے درمیان لے آئیں جیسے ادائے معشوق وابروئے محبوب۔ اس یے کو پڑھنے میں ہمزہ ملینہ سے بدل دیں پس نعمت خاں عالی کے مصرع تاریخ میں اگر برخلاف قاعدہ رسم الخط فارسی بجائے ہمزہ آخر لفظ التقاریا کی کتابت بضرورت تاریخ ترک ہوی ہو اور ہمزہ کے عدد برخلاف قاعدہ عام جمل محسوب ہوئے ہوں تو کہا جائے گا استاد سخن نے فن جمل کی کمی معلومات کی وجہ سے تسامح کیا ہے۔ اور ایسا متزلزل مصرع ہمارے لئے خلاف ورزی قاعدہ عام کے لئے سند نہیں ہو سکتا۔ باقر گیلانی نے جلوس عالمگیر کے تاریخی بیان کے آغاز میں بضمن لغت قواعد فارسی کا لحاظ رکھا ہے اور (ملجائے دوسرا) میں بعد الف ملجایا کو محسوب

فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں کہ بجائے دوسرا امام المتقین ۱۰۶۸۔ اکرم جہاں مقبول الہ سید المرسلین ۱۰۶۶

سمائے حلم و سخاوتِ ۱۰۶۹ جمال و کمال   پناہ تاجوران کاسمان ندیدہ جہاں

اس شعر میں لفظ سما کے بعد یا مطابق قاعدہ ہے۔ صاحب ملخص ۱۰۶۸ تسلیم فرماتے ہیں کہ ہرگاہ کہ خائی یا اولئک میں ہمزہ کے عوض یا محسوب کی جاتی ہے۔ جیسا کہ اوپر بیان ہوا ہے تو اذا جاءَ ماشاء کا ہمزہ بعد الف بھی مستحق یک عدد ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ اولئک میں یا کی کتابت بغرض اظہار ہمزہ ہوئی ہے۔ اور رسال میں الف بھی بغرض اظہار ہمزہ ہے۔ اور رسؤل میں واؤ بھی اسی غرض سے ہے۔ پس اہل جمل نے اولئک میں یا اور رسائل میں الف اور رسؤل میں واؤ محسوب کرنے کا حکم ہمزہ اور اس کی کسی مرتبت کی وجہ سے نہیں دیا بلکہ کتابت اور رسم الخط کی وجہ سے جس میں ی ۔ ا ۔ و ۔ موجود ہے۔ ابتدائی بیان میں یہ بات جب طے ہوچکی ہے کہ ہمزہ کوئی مستقل حرف نہیں ہے تو پھر ماشاء کے ہمزہ آخرہ کے لئے عدد کی سفارش بے موقع اور غیر موجہ ہے۔ قواعد اس کی قبولیت کے مانع ہیں۔

صاحب معدن الجواہر نے فرمایا ہے کہ الفاظ دیوانہؔ یا بیگانہ کا ہمزہ بعد الف کا حکم رکھتا ہے۔ یعنی بلحاظ رسم الخط اس کو حروف لفظ میں کچھ دخل نہیں۔ اور نہ ان کے لئے حروف ثلاثہ یعنی الف ۔ واؤ ۔ ی ۔ سے کوئی حرف موجود ہے۔ قواعد فارسی کی رو سے لفظ دیوانہ یا بیگانہ کا اصل لفظ دیوانئی اور بیگانئی تھا۔ لیکن جب قاعدہ نے رسم الخط سے دو یا کو حذف کر کے اس کے عوض صرف (ے) کو قائم کر دیا ہے تو اب حساب جمل میں بروئے قاعدہ عام ہم کو رسم الخط کی پابندی لازم ہے۔ پس دیوانہؔ کے اعداد ۷۶۔ اور بیگانہؔ کے اعداد ۳۸ محسوب ہوں گے اور ہمزہ کا کوئی عدد نہ لیا جائے گا۔

ی

جن الفاظ عربی کے آخر میں یا ہے اور فارسیوں نے اس کو الف سے بدل دیا ہے جیسے تمنّٰی ۔ ماجرٰی ۔ جس کو فارسیوں نے تمنا اور ماجرا کر لیا ہے۔ اس کے حرف آخر کے عدد عربی میں بلحاظ کتابت یا دس محسوب ہوں گے۔ اور فارسی میں بلحاظ کتابت الف ۔ ایک۔

صاحب ملخص تسلیم نے حبیب اللہ بشیر کی ایک تاریخ پر اعتراض فرمایا ہے اور وہ تاریخ یہ ہے۔

بفشیرالقصہ جب تفتیش سال اس کا کیا یں نے — سروش غیب نے ترغیب یوں مجھکو بایما کی
نمایاں مصرع تاریخ مطبوع طبائع ہے — عجب لکھی گئی توشیح اردوئے معلّیٰ کی
۱۲۹۵ھ

فرماتے ہیں کہ اس قطعہ میں افزا، ہویدا، ایما اور دنیا کے قافیے ظاہر ہیں۔ معلّیٰ کو تاریخ کے سبب سے الف کے قافیوں میں لانا اور اس پر عربی قاعدہ لاگو کرنا درست نہیں۔

افسوس ہے کہ لائق مولف نے غور سے کام نہیں لیا اردوئے معلّی کی یا کو زباندانان اردو نے بہ تبدیل الف جائز نہیں رکھا۔ پس بیچارے مورخ نے اگر لفظ صحیح کو استعمال کیا تو اس پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا اس لئے یا کو بضرورت تاریخ نہیں قائم رکھا ہے بلکہ بضرورت صحت لفظ و رسم الخط قائم رکھا ہے۔ جو غلطی اس مادہ میں ہے وہ اور ہے یعنی مورّخ نے لفظ (گئی) میں صرف ایک یا کو محسوب فرمایا ہے۔ تسلیم سہسوانی نے غالباً اس پر غور نہیں فرمایا۔

لائق مولف فرماتے ہیں کہ موے و ردے وسوے د توے اور اسی طرح دل جوئے و گوئے دو یا کے ساتھ ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ اس موقع پر آپ سے تسامح ہوا ہے۔ دو یا محسوب ہونے کی ضرورت اس وقت ہوگی جب کہ ہم دلجوئے کو دلجوئے کہیں یا گوے کو گوئے یا توے کو توئے یا موے کو موئے۔

ہم اس قاعدہ کو ہمزہ کے ذیل میں بیان کر آئے ہیں اور درحقیقت اس کا اصلی مقام وہی ہے۔ لائق مولف نے چونکہ الفاظ موے۔ ردے۔ سوے۔ توے۔ دلجوے۔ گوے کے رسم الخط کو بدون ہمزہ لکھا ہے اور ایسے یا کے عدد ۲۰ لینے کا حکم دیا ہے اور خواہ مخواہ حرف یا کے ذیل میں اس کا ذکر فرمایا ہے۔ لہذا دفع غلط فہمی کے لئے اس موقع پر ہم نے صراحت کر دی۔

حروف مشدّدہ

حرف مشدّد کی نسبت قاعدہ عام کے ذیل میں بھی ایک اجمالی بیان گزرا ہے۔ اور آزاد بلگرامی نے سبحۃ المرجان میں بضمن بیان صنعت تاریخ لکھا ہے کہ حرف مشدّد ایک حرف شمار کیا جاتا ہے جیسا کہ مشدّد اور اسی طرح ہمزہ ممدودہ جیسا لفظ آمن۔

ہمزہ آمن کی بحث ہم نے بضمن حرف الف کی ہے۔ اس موقع پر اس کی ضرورت نہیں ہے۔ حرف مشدّد کی نسبت صاحب معدن الجواہر نے بھی صراحت کے ساتھ لکھا ہے کہ حساب جمل میں تشدید کوئی چیز نہیں ہے۔ چوں کہ جمل کا قاعدہ عام کتابت پر مبنی ہے اور تشدید

کی وجہ سے کتابت میں کوئی تکرار نہیں واقع ہوتی لہذا اہل جمل نے حرف مشدّد کو ایک ہی حرف قرار دیا ہے اور جہاں کتابت میں مشدّد کے دو حرف لکھے جاتے ہیں۔ جیسے اللہ وہاں یہ سمجھنا چاہیئے کہ لام اول درحقیقت قرارت میں داخل نہیں ہے۔ بلکہ لام دوم مشدّد ہی سے قرارت کا کام لیا جاتا ہے۔ اور اس خاص رسم الخط کا بیان حرف ل پر گزر چکا ہے۔

صاحب ملخص تسلیم نے اس کلیہ کو تسلیم فرماکر فرمایا ہے کہ اگر کوئی مورّخ الفاظ مشدّدہ کے مکرّر شمار سے مادہ تاریخ حاصل کرے تو یہ ایک قسم کی صنعت ہوسکتی ہے۔ جیسا کہ ان کی ایک تاریخ ہے وھو ہذا۔

تعمیر مسجدے چو امیر علی نمود　　تاریخ سال جستم و فرمود زاہدے

ہجری ست بامشدّد و فصلی بضابطہ　　برچاہ باولی شدہ تیار مسجدے

۱۲۹۷ف

انھوں نے اس مادہ تاریخ سے جو فی الحقیقت سنہ فصلی کا مادہ ہے تشدید یائے لفظ تیارؔ سے دو یا محسوب کرکے ۱۳۰۶ھ ہجری بھی پیدا کیا ہے۔ اور عمل غلط کا نام صنعت رکھنا چاہا ہے اور یہ گویا اس بات کی ہدایت ہے کہ قواعد جمل کی خلاف ورزی کرنے والے صنّاع کا لقب پادیں۔ اگر ایسی آزادی عطا کردی جائے اور غلطی کو صنعت کہہ دیا جائے تو سارا قاعدہ خاک میں مل جائے گا۔ ایک مادہ سے دو مادّون کا حاصل کرنا بے شک ایک صنعت ہے جس کا نام صنعت ونارتخین ہے اور ہم نے اس کا ذکر بجائے خود کیا ہے اور وہ صنعت اس وقت قرار پاسکتی ہے جب کہ قواعد جمل کی پابندی کے ساتھ وہ خوبی حاصل ہو جو اس صنعت کی تعریف ہے۔ اگر ہمارے مشفق کو اپنی تاریخ بحال اور برقرار رکھنے کے لئے کوئی خاص نام ہی درکار ہے تو ہم اس کا نام صنعت مصنوعی رکھتے ہیں۔ جس سے بچنا اس کی عین خوبی ہے۔

دوسرا باب عمل یعنی فروع جمل کے متعلق

پہلی فصل تاریخ کے متعلق

(۱) تاریخ کی تعریف

کسی چیز کے وقت کے پیدا کرنے کو اہل لغت تاریخ کہتے ہیں اور اصطلاح میں ایک علم کا نام ہے جس میں واقعات عام یا خاص کا ذکر کریں۔

صاحب غیاث اللغات فرماتے ہیں کہ اصطلاحاً تاریخ سے مراد ہے کسی بڑے قدیم اور مشہور و معروف امر کی ابتدا سے دوسرے امر کے ظہور کی مدت کا مقرر کرنا جو ایک دوسرے سے وابستہ ہیں

صاحب معدن الجواہر کا قول ہے کہ تاریخ علم بدیع کی صنعتوں میں سے ایک صنعت کا نام ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ تاریخ نکالنے والا کسی امر کے واقع ہونے کو کسی لفظ یا فقرے یا مصرعے یا اس سے زیادہ بڑی عبارت کے ذریعے پیش کرے جس کے اعداد حساب جمل کے لحاظ سے بیان کردہ سنہ کے مطابق ہوں۔

صاحب سبحۃ المرجان کا قول ہے کہ بعض ان میں سے عرب کے ساتھ مخصوص ہیں۔ جیسے صنعت استخدام ضمیر و حسن تخلص اور تاریخ بقاعدہ جمل وغیرہ۔

انھوں نے سبحۃ المرجان میں لکھا ہے کہ تاریخ اس سے عبارت ہے کہ متکلم سال ہجری کسی حادثہ کے وقوع کا فن جمل کے قاعدہ سے بیان کرے اور یہ صنعت ایک دستاویز ہے ادیبوں کے ہاتھ میں اور ایک کھلونا ہے ظریفوں کی محفلوں میں اور تعجب اس پر ہے کہ مؤلفین عرب نے اس صنعت کا حق ادا کرنے میں کوتاہی کی ہے بایں وجہ کہ اس کو اقسام فن بدیع میں ذکر نہیں کیا اور نہ اصحاب بدیعات میں سے جو میری نظر سے گزرے نہ کسی نے اس کو نظم کیا حالانکہ یہ صنعت ذکر کرنے کے قابل ہے۔ لیکن فارسیوں کے ادیبوں نے اس کا حق ادا کیا ہے اور فارسی کے فن بدیع کے اقسام میں اس کو بھی جگہ دی ہے۔

صاحب ہفت قلزم کا قول ہے کہ تاریخ کا یہ مطلب ہے کہ کسی واقعے کے رونما ہونے کو کسی لفظ یا مصرعے یا اس سے زیادہ عبارت کے ذریعے کسی واقعے کے بیان کرنے کے لئے پیش کیا جائے جو فن جمل کے حساب سے اس کے سال ہجری کی تاریخ ہو

صاحب منتخب اللغات نے لفظ تاریخ پر صرف اس قدر لکھا ہے کہ ظاہر ہونے کے وقت کا نام تاریخ ہے۔

اب ہم کہتے ہیں کہ لفظ تاریخ کے اصطلاحی معنوں میں اہل لغت نے کوتاہی کی ہے اور اس کی وجہ یہی ہو سکتی ہے کہ ان کو اس فن پر عبور کامل نہ رہا ہو اور تعجب اس کا ہے کہ جن مصنفین فن جمل نے اس کا ذکر کسی قدر تفصیل کے ساتھ کیا ہے۔ انھوں نے بھی تعریف اصطلاحی لفظ تاریخ پر توجہ مبذول نہیں کی - ہم اس موقع پر تعریف اصطلاحی کو افراد تاریخ پر حاوی نہ رکھیں گے تو خود ہمیں اقسام تاریخ بیان کرتے وقت مشکلات کا سامنا ہو گا یعنی بعض اقسام تاریخ تاریخ کے ذیل سے نکل جائیں گے۔ پس جمل کی ناواقفیت عامہ نے ہم کو اس پر مجبور کیا ہے کہ ہم لفظ تاریخ کی اصطلاحی تعریف حسب ذیل کریں۔

۱۔ تاریخ ان حروف یا لفظ یا الفاظ کا نام ہے جن کے اعداد حروف سے سنہ مطلوبہ حاصل ہو ط

۲۔ محض ان الفاظ سے امور ذیل واضح ہوں۔

۱۔ سنہ مطلوب یا

۲۔ سنہ مطلوب معہ تاریخ و ماہ۔ یا

۳۔ سنہ مطلوب مع تاریخ و ماہ و روز۔ یا

۴۔ سنہ مطلوب مع تاریخ و ماہ و روز و وقت

تعریف کے حصہ اول کا تعلق فن جمل سے ہے اور حصہ دوم جمل سے غیر متعلق

تعریف کے حصہ اول کی قدامت کا پتہ بعض قدیم تصانیف سے ملتا ہے لیکن اس زمانے کے مورخ اس کے پابند نہ تھے کہ حروف یا لفظ یا الفاظ تاریخ بلحاظ واقعہ مطلوب التاریخ مناسب یا معنی دار تجویز کریں۔

بعض متاخر محققین نے بھی اس کو لکھا ہے کہ با معنی اور واقعہ سے متعلق الفاظ میں

تاریخی مادّہ حروف ابجد سے پیدا کرنا غالباً استادان عجم کی ایجاد ہے[۲] اور متقدمین عجم میں بھی خال خال افراد ہی ایسے گزرے ہیں جن کے نام سے بعض تاریخی مصرعے منسوب ہیں جیسے انوری کی جس نے ایک مکان کی تعمیر کی تاریخ نظم کی تھی ع

اے نمودار سپہر لاجورد　　　کشتہ ایمن چوں سپہر لاجورد
بود در نرد فرح نقشش بکام　　　تا فرح تاریخ ایں نقش ست و نرد

۵۴۲ = ۲۵۴ + ۲۸۸

معلوم ایسا ہوتا ہے کہ عجم میں بھی ابتدا میں معمولی درجہ کی تاریخیں لکھی جاتی تھیں۔ اس تاریخ کو اگر محاسن تاریخ کے لحاظ سے دیکھا جائے تو نہایت ادنی درجہ کی تاریخ ہے۔ لیکن محض بے معنی الفاظ کے مقابلہ میں اچھی ہے۔ حافظ شیرازؒ کی بعض تاریخیں البتہ بہتر ہیں اگرچہ ان میں بھی وہ باتیں جمع ہیں جن کو اس زمانہ نے محاسن تاریخ میں داخل کیا ہے۔ منجملہ ان تاریخوں کے حافظ شیرازی کی یہ تاریخ بھی مشہور ہے۔ ع۔

کنف رحمت حق منزل او دان وانگہ　　　سال تاریخ وفاتش طلب از رحمت حق
۷۵۶

بعض متقدمین عجم اور متاخرین عرب نے البتہ اس طریقہ میں خوبصورتی پیدا کی کہ اس مقصد کو معنی دار الفاظ میں حاصل کرنے لگے جس سے تاریخ کی رونق دوبالا ہو گئی۔

بعض اہل لغت نے تاریخ کی تعریف میں سنہ ہجری کی جو تخصیص بیان کی ہے ہماری نظر میں وہ بھی غیر موجّہ ہے اس لئے کہ تاریخ کو کوئی خصوصیت صرف سنہ ہجری سے نہیں عربی مورخین نے سنہ ہجری میں تاریخ لکھی ہو۔ فارسیوں نے سنہ نوروز وغیرہ سے بھی کام لیا ہو اور اہل ہند نے اپنے ملک کے مروّجہ سنین کے لحاظ سے مختلف سنین میں تاریخیں کہی ہوں۔ مسلمانوں کے پاس سنہ ہجری کی ترجیح یا ہنود کے لئے سنہ سمت یا کسی اور سنہ کی فضیلت اسی طرح پارسیوں کے لئے سنہ نوروز کی اہمیت یہ تمام ایسی چیزیں ہیں جن کا اثر تعریف لفظ تاریخ پر نہیں پڑ سکتا۔ ہم نے سنین مختلفہ کا خاص بیان اس کتاب کے خاتمہ کے لئے اٹھا رکھا ہے۔ اور اس موقع پر اسی قدر بیان سے اکتفا کرتے ہیں کہ ہماری تحقیق میں سنہ ہجری کی تخصیص کو تاریخ گوئی کی تعریف میں داخل کرنا غلطی ہے اب رہی یہ بات کہ تاریخ داخل صنائع و بدائع ہے یا نہیں۔

صاحب سبحۃ المرجان نے اپنی حد علم تک فرما دیا ہے کہ ادبائے عرب نے تاریخ

کو بدائع میں جگہ نہیں دی جس کا ان کو تعجب ہے۔ ہم کو اس لئے تعجب نہیں ہے کہ تاریخ کی تعریف میں بذات کوئی ایسی ندرت نہیں ہے جس کی رُو سے تاریخ کو بدائع وصنائع میں داخل کریں جب واضع جمل نے ہر ایک حرف کیلئے اس کا عدد مقرر کر دیا تو ان حروف کے مجموعہ سے ایک سنہ کا حاصل کرنا کون سی ندرت ہے؟ ہرگاہ قدمائے عرب اس مجموعہ حروف کو معنی دار الفاظ میں مرتب کرنے کے بھی عادی نہ تھے تو وہ تاریخی بے معنی لفظ کو داخل بدائع وصنائع کیوں کرتے۔ متقدمین فارس نے ان حروف سے معنی دار لفظ پیدا کرنے میں البتہ اپنی روشنی طبع سے کام لیا لیکن اس میں بھی کوئی جدت یا ندرت نہیں جس کے لحاظ سے ہم تاریخ کو صنعت مانیں عربوں اور فارسیوں نے جس قدر اقسام صنائع کی تعریف بیان فرمائی ہے ان میں سے اکثر صنائع کا استعمال طبّاع مورخین اپنی تاریخوں میں بیان کیا کرتے ہیں جس کے لحاظ سے ہم نے صنائع تاریخ کا ایک خاص بیان اسی فصل میں قائم کیا ہے۔ پس ہماری رائے میں کوئی ایسی قوی وجہ نہیں ہے جس سے نفس تاریخ کو داخل اقسام بدائع کیا جائے۔ بدیع کے لغوی معنی نو پیدا شدہ کے ہیں جب کہ واضع جمل نے فن جمل کو ان دو خاص ضرورتوں کے لئے وضع کیا جن کا بیان اس کتاب کے باب اول میں گزر چکا ہے تو تاریخ کی معنوی قسم اسی پہلی غایت میں داخل ہے اور کوئی بات اس سے پیدا نہیں ہوئی قدمائے عرب سے جو لوگ کام سے کام رکھتے تھے وہ مجموعہ حروف سے تاریخ کا مقصد حاصل کرتے تھے اور اپنے قیمتی وقت کو تلاش لفظ معنی دار میں نہیں صرف کرتے تھے۔ ہوسکتا ہے کہ علماء نے اسی کو اصل مقصد کے لئے کافی سمجھا ہو۔ فارسی طبّاعون نے اگر معنی دار الفاظ کا التزام کیا اور مہمل الفاظ پر اس کو ترجیح دی تو ان کی اس تلاش خراش کو دل کے خوش کر لینے کے لئے داخل صنائع کر لینا اور بات ہے۔ لیکن اس سے فاضل بلگرامی کا وہ مقصد نہیں حاصل ہوسکتا کہ تاریخ کو ہم اقسام بدائع سے ایک قسم قرار دے لیں اس لئے کہ فاضل موصوف کی بیان کی ہوئی تعریف میں الفاظ تاریخ کا معنی دار ہونا شرط نہیں ہے اور نہ اہل اصطلاح نے لفظ یا الفاظ معنی دار کی قید لگائی ہے۔ پس ہماری رائے میں نفس تاریخ داخل صنائع نہیں ہے۔ ہم کو قدمائے عرب کے اس عمل سے اتفاق ہے کہ انھوں نے تاریخ کو داخل بدائع نہیں کیا یہ صرف اعتباری بحث ہے اور بس۔

واضح ہو کہ جن حروف لفظ یا الفاظ کے اعداد جمل سے سنہ حاصل ہوتا ہے اس

کو اہل جمل نے مادہ تاریخ سے موسوم کیا ہے اور جن الفاظ سے سال مطلوب صوری طور پر حاصل ہوتا ہے ان پر مادّہ کا اطلاق نہیں کیا جاتا بلکہ اس کا نام صوری تاریخ ہے اور اس کو فن جمل سے کوئی واسطہ نہیں۔ تاریخ اقسام باعتبارات مختلفہ مختلف ہیں جن کو اسی کے متصلہ بیان میں ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔

تاریخ کے اقسام

بیان عام۔

اقسام تاریخ کے بیان میں بعض محققین فن جمل نے اختصار سے کام لیا ہے اور بعض نے اپنے مذاق کے لحاظ سے ان میں کمی و بیشی کی ہے۔

صاحب معدن الجواہر کی رائے میں تاریخ کی صرف تین قسم ہیں (۱) صوری (۲) معنوی (۳) صوری و معنوی۔ بعض نے پانچ قسم بیان کر کے تعمیہ کو بھی اقسام تاریخ میں شمار کیا ہے اور بعض نے بعض صنائع تاریخ کو داخل اقسام کیا ہے۔ بعض حضرات نے اقسام جمل کو بھی اقسام تاریخ قرار دیا ہے۔

ہماری رائے میں مختلف اعتبارات سے تاریخ کے مختلف اقسام ہیں اور صنائع کو اقسام سے کچھ تعلق نہیں ہے۔ اس لئے کہ جن صنائع تاریخ کا ذکر ہم اسی فصل کے بیان میں کریں گے۔ وہ ہر ایک قسم تاریخ میں آسکتے ہیں اور اقسام جمل کو اقسام تاریخ میں ملا دینا تو عام کو خاص کر دینا ہے کیونکہ تاریخ کے مجموعی اقسام اقسام جمل سے ہر ایک قسم میں داخل ہو سکتے ہیں۔

الغرض ہم نے اقسام تاریخ کو مختلف اعتبارات سے ذیل میں عرض کیا ہے تاکہ شائقین فن پر اقسام کی حقیقت اچھی طرح واضح ہو سکے۔

(الف) باعتبار حقیقت۔

باعتبار حقیقت تاریخ کی تین قسم ہیں (۱) صوری[ہلے] (۲) معنوی (۳) صوری و معنوی صاحبان جمل کو ان اقسام ثلاثہ سے اتفاق ہے۔ بعض محققین نے ایک چوتھی قسم تعمیہ کے نام سے بیان کی ہے اور ہم اس کو تمام اقسام سے متعلق خیال کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ ہم نے اس کو تمام اقسام ثلاثہ سے خارج رکھا ہے اور آگے چل کر

اس کو ہدیہ ناظرین کریں گے۔

صوری زبان عربی کا لفظ ہے بمعنی منسوب بصورت یعنی ظاہر۔ اہل جمل نے اس لفظ یا ان الفاظ کو تاریخ صوری کہا ہے جن سے سنۂ مطلوب معلوم ہو۔ محققین نے اگرچہ اس کو اقسام تاریخ میں داخل رکھا ہے لیکن فی الحقیقت اس کو جمل سے کچھ تعلق نہیں ہے۔ اس کی مثال رباعی ذیل سے ظاہر ہے جس کو صاحب ہفت قلزم نے ذکر کیا ہے۔

سلطان تیمور مثل او شاہ نبود ۔۔۔ در ہفصد و سی و نہ در آمد بوجود

در ہفصد و ہفتاد و یکے کرد خروج ۔۔۔ در ہشصد و ہفت کرد عالم پدرود

اسی طرح سعدی علیہ الرحمہ نے کتاب گلستان کی تاریخ بھی صوری لکھی ہے

در آں مدت کہ مارا وقت خوش بود ۔۔۔ ز ہجرت شش صد و پنجاہ و شش بود

اب ہم کہتے ہیں کہ قسم صوری میں وہ الفاظ بھی داخل ہیں جن سے سنۂ مطلوب کے ساتھ تاریخ و مہینہ یا روز۔ یا تاریخ مہینہ اور روز تینوں ظاہر ہوں جس کی ایک مثال حسب ذیل ہے ۔

چوں بہ تخت سلطنت بنشست آں شاہ قریس ۔

بستم شوال بود و ہشت صد یوم الخمیس

اگرچہ ہماری تعریف کا حصۂ آخریں اس تعریف قسم صوری سے زائد ہے جس پر جمل کا اتفاق ہے یعنی اہل جمل نے صوری کی تعریف صرف اس قدر بیان کی ہے جس کو ہم نے آغاز بیان میں عرض کیا ہے لیکن ہماری رائے میں حصۂ آخرین تعریف کے لحاظ سے جو ضمن تعریف ہمارے بیان میں گزرا تمثیل آخرالذکر کو بھی تاریخ صوری میں داخل سمجھنا چاہیئے۔

الف کی دوسری قسم تاریخ معنوی ہے۔ معنوی بھی زبان عربی کا لفظ ہے جس کے معنی منسوب بہ معنی کے ہیں۔ پس اہل جمل نے تاریخ معنوی ان حروف لفظ یا الفاظ کا نام رکھا ہے۔ جن کے اعداد جمل کے مجموعہ سے سنۂ مطلوب حاصل ہو تاریخ ذیل اس کی مثال ہے ۔ لمؤلفہ

اے واقف قانون عدالت افسوس ۔۔۔ وے ماہر احکام وکالت افسوس

در پیشش محق رفتی و گفتم تاریخ مقصود علی نمودہ رحلت افسوس ۱۳۰۰

الف کی تیسری قسم۔ (صوری و معنوی) ہے۱۷۔ یہ جامع ہے ہر دو اقسام اول الذکر کی یعنی جس تاریخ کے الفاظ سے صرف سنہ مطلوب ظاہر ہو یا سنہ کے ساتھ تاریخ و ماہ یا تاریخ و ماہ و روز یا۔ صرف تاریخ و ماہ یا صرف تاریخ و ماہ و روز اور اعداد حروف کے مجموعہ سے بھی وہی سنہ حاصل ہو تو ایسی تاریخ صوری و معنوی کہلائے گی ۔۱۸

صاحب معدن الجواہر نے فرمایا ہے کہ اس قسم کو بعض اہل جمل نے صنع الصنع بھی کہا ہے۔ جناب مولانا محمد حسن علی شاہ نائطی قدس سرہ کے لوح مزار پر جو حیدر آباد میں واقع ہے مولوی عبدالقادر نائطی طاہر تخلص کی کہی ہوئی ایک تاریخ کندہ ہے۔ جو صورت اول قسم ہذا کی اعلیٰ مثال ہے ۔

نمبر (۱)

چوں عاشق ذات قل ھو اللہ احد شد واصل رب لم یلد لم یولد

ایں صوری و معنوی ست تاریخ و سال ہشتاد و چہار و یک ہزار و دو صد ۱۲۸۴ ہجری

مندرجہ ذیل مثال میں الفاظ سنہ کے ساتھ ماہ و تاریخ و روز بھی موجود ہے کسی استاد فن نے ۹۱۵ھ میں لکھا ہے۔

(۲)

گفت ہاتف سال تاریخ وفات بادشاہ ہفدہ شعبان و نہصد و پانزدہ یوم جمعہ ۹۱۵ھ

نمبر (۳) مؤلف الکتاب

محمد زماں خاں عالی نژاد سر شام چوں مہر گردوں نہفت

دلا فکر سالِ شہادت نمود فلک ہفتم ماہ ذی حج بگفت ۱۲۹۲ھ

مؤلف حقیر کے فرزند (غازی الدین احمد) کی ولادت استادی افضل مغفور نے فرمائی تھی۔

نمبر (۴)

تاریخ ولادتش رقم زد افضل شب شنبہ بستم جمادی الاولیٰ ۱۲۹۷ھ

اس تاریخ میں شب کے الفاظ بھی داخل مادۂ تاریخ ہیں اور محققین نے کہا ہے کہ ساعت اور دقیقہ بھی داخل ہو تو ایک قسم کا حسن ہے ۔

حسامی نے ظہیر الدین بابر بادشاہ کی ولادت میں یہ تاریخ کہی ہے۔

نمبر (۵)

چوں در شش محرم زاد آں شہ مکرم تاریخ مولدش ہم آمد شش محرم ۸۸۸ھ

جب بابر شاہ نے دہلی کو فتح کیا تو مولانا حسامی نے اس کی تاریخ لکھی۔

نمبر (۶)

شاہ غازی بابر عالی نسب کشت در پانی پت ابراہیم شاہ
صبح بود و جمعہ و ہفت رجب وقت و روز و سال و تاریخ ظفر

۹۳۲ھ
(نوٹ) اس تاریخ کے مادہ میں لفظ بود بھی شامل ہے اور ایسا شمول غیر مستحسن ہے
جلال الدین اکبر بادشاہ دہلی کی ولادت کی تاریخ کسی استاد نے لکھی ہے۔

نمبر (۷)

للّٰہ الحمد کہ آمد بوجود آں کہ از کون و مکاں منتخب است
بادشاہے کہ ز شاہان جہاں اکبرش نام جلالش لقب است
سال و روز و مہ و سال میلاد شب یکشنبہ و پنج رجب است

۹۴۹ھ
(نوٹ) اس تاریخ کے مادہ میں واؤ عطف داخل نہیں ہے صاحب معدن الجواہر بطریق افادہ فرماتے ہیں کہ تورانیوں کی زبان میں پانچویں کو پنج کہتے ہیں۔ فصحائے ایران نے لفظ پنجم کا استعمال میم فاعلی کے ساتھ کیا ہے جو ترجمہ ہے خامس کا۔

صاحب ہفت قلزم نے لکھا ہے کہ خواجہ حسین انصاری نے خواجہ عبداللہ احرار کے گنبد کی تاریخ صوری و معنوی کہی ہے۔

نمبر (۸)

ساخت ایں عالی بنائے بے ریب و شک خسرو عالی گہر عبدالعزیز
پست چوں گوئے زمیں زیر فلک ہشت نہ طاق فلک در جنب او
سال ہجرت نہ صد و پنجاہ و یک معنوی لفظی بود تاریخ آں

۹۵۱ھ
(نوٹ) اس تاریخ کے مادہ میں الفاظ سال ہجرت شریک ہیں جو محاسن تاریخ کے خلاف اور اس لیے غیر صحیح ہیں۔

عبدالقادر بدایونی نے کتاب منتخب التواریخ میں بضمن تذکرۂ ہمایون بادشاہ لکھا ہے کہ ذیحجہ سنہ ۹۶۱ھ میں بادشاہ سلامت کابل سے راہی ہو کر عازم ہند ہوئے اور یہ اس کی تاریخ ہے

نمبر (۹)

خسرو غازی نصیر الدین ہمایون شاہ آنکہ گوئے سبقت بُرد از شاہان پیشین بے شکے

بہر فتح ہند از کابل عزیمت کردہ شد   سال تاریخ توجّہ نہ صد و شست و یکے ۹۶۱ھ

(افادہ) اس تاریخ میں لفظ شست سین مہملہ کے ساتھ لکھا گیا ہے۔ فارسی میں لفظ شست ساٹھ کا ترجمہ ہے۔ متاخرین املا میں تغیر کرکے صاد مہملہ سے لکھنے لگے۔

تاریخ ذیل کے مورخ فیضی اکبر آبادی ہیں جو غزالی مشہدی کی وفات پر لکھی گئی

نمبر (۱۰)

قدوۂ نظم غزالی کہ سخن   ہمہ از طبع خدا داد نوشت

عقل تاریخ وفاتش بدو طور   سنہ نہ صد و ہشتا د نوشت ۹۸۰ھ

(نوٹ) اس تاریخ میں لفظ سنہ کے عدد بھی شامل ہیں اور یہ قابل اعتراض ہے یا تو صرف نہ صد و ہشتاد سے تاریخ مکمل ہوتی یا سالم مصرع سے۔ صورت اول مستحسن تھی لیکن یہ ہرگز درست نہیں ہے کہ لفظ سنہ تو داخل اعداد ہو اور لفظ نوشت خارج۔ مورخ اگرچہ بڑے پایہ کے شخص گزرے ہیں لیکن غالباً ان سے تسامح ہوا ہے۔

ہم نے اس قسم کے ذیل میں متعدد نظائر کا تذکرہ بے وجہ نہیں کیا ہے۔ طباع مورخ اس بات کو سمجھ سکتے ہیں کہ ہر ایک تاریخ میں ایک ایک خاص بات ہے اور یہی وجہ بعض تاریخیں استادان فن کی ہیں ہم نے ان کو ہدیہ ناظرین کیا ہے۔

محققین فن کا اتفاق ہے کہ صوری و معنوی تاریخوں میں ترجیح اس تاریخ کو ہے جس میں بھرتی کا کوئی لفظ نہ ہو جیسے نظائر بالا سے تاریخ نمبر (۱)

واؤ عاطفہ کو بھرتی نہیں کہہ سکتے اور اس کا ترک ناجائز نہیں ہے۔

سنہ یا سال کا لفظ اس وقت قابل اعتراض نہ ہوگا جب کہ مصرع میں داخل اور الفاظ بیانیہ مادّہ سے متعلق نہ ہو۔ مثلاً تاریخ نمبر (۸) میں لفظ سال قابل اعتراض نہیں ہے اس لئے کہ سالم مصرع مادہ تاریخ ہے اور تاریخ نمبر (۱۰) میں لفظ سنہ قابل اعتراض ہے کیونکہ اس کا تعلق لفظ نوشت سے ہے جو مادہ تاریخ سے خارج ہے۔

مہینہ کے عوض لفظ ماہ یا شہر اسی طرح ایام کے عوض لفظ روز یا یوم داخل مادّہ ہو سکتا ہے علیٰ ہذا شب یا صبح کے الفاظ کے ساتھ ان کے موزوں اور مناسب الفاظ کا استعمال بھی خوبی میں داخل ہے۔ مثلاً اول شب۔ یا آخر شب۔ یا شب قدر، شب برات یا صبح عید وغیرہ

باعتبار لفظ تاریخ کے دو قسم ہیں (۱) تاریخ مفرد (۲) تاریخ مرکب۔ تاریخ مفرد وہ ہے جو کسی حرف عدد جمل سے حاصل ہو۔ اس قسم کی بعض تاریخیں صنائع تاریخ کے استعمال سے حاصل ہوئی ہیں جیساکہ ناسخ نے ایک حکیم کی تاریخ لکھی ہے ۔

کہا جاتا ہے کہ ایک حکیم پر شاہی عتاب ہوا جس کی تنخواہ ایک ہزار تھی بحکم شاہ پانچ سو کردی گئی۔ بدقسمتی نے اسی سال پھر اس کو عتاب کا نشانہ بنایا اور تنصیف تنخواہ کا حکم ہوا یعنی دو سو پچاس پھر اسی سال قسمت کی گردش نے تیسری مرتبہ پھر تنصیف ماہوار کی سزا پائی یعنی ایک سو پچیس ماہوار رہ گئی۔ ناسخ نے اس کی تاریخ کہی (وھو ہذا)

طبعزاد ناسخ مغفور

افتاد حکیم از مراتب　　　تاریخ بطرز نو رقم کن

از جائے حکیم ہشت برگیر　　　سہ مرتبہ نصف نصف کم کن

حرف (ح) کے عدد جمل ۸ ہیں اس کی تنصیف کیجئے تو (۴) ہوئے پھر تنصیف کیجئے تو (۲) اور تنصیف دہلہ سوم میں (۱) رہ گیا۔ ان چاروں ہندسوں کو ترتیب سے لکھئے تو ۱۲۴۸ سنہ واقعہ کے مساوی ہیں۔

ہم اس صنعت کو صنائع تاریخ میں تفصیل کے ساتھ بیان کریں گے۔ اس موقع پر تاریخ مفرد کی وضاحت میں اس قدر بیان کافی ہے ۔

تاریخ مرکب وہ ہے جو ایک یا کئی الفاظ پر شامل ہو جیسے نواب محسن الملک کی تاریخ کسی شاعر نے یغفر لہٗ (۱۳۲۵) کہی ہے۔ یہ مادّہ تاریخ دو لفظوں سے مرکب ہے جن کے اعداد جمل سال وفات یعنی تیرہ سو پچیس کے مساوی ہیں۔

ہم نے ایک لڑکی کا تاریخی نام صغریٰ بی بی تجویز کیا جس کے اعداد ۱۳۲۴ھ اور یہی ولادت کا ہجری سال تھا۔

(ج) باعتبار کلام

باعتبار کلام تاریخ کے دو قسم ہیں (۱) تاریخ منثور (۲) تاریخ منظوم تاریخ منثور وہ تاریخ ہے جو ایک یا کئی جملوں یا فقروں کی عبارت سے حاصل ہو مثال اس کتاب کے سرورق کی وہ عبارت ہے جس کے ہر ایک فقرہ سے اس کا سنہ برآمد ہوتا ہے۔

تاریخ منظوم وہ تاریخ ہے جو ایک مصرع یا جز مصرع یا سالم شعر سے پیدا ہو ناصر علی

سرہندی نے ایک مسجد کی تاریخ لکھی ہے جو سالم مصرع کی تاریخ ہے۔[18]

آں خان غضنفر جگر دشمن گاہ — مسجد آراست نقش بت کردہ تباہ
تاریخ بنائے او علی می گوید — اینک شدہ حسن مطلع بیت اللہ
(۱۱۱۵)

جزو مصرع کی تاریخ شہنشاہ نورالدین جہانگیر بادشاہ دہلی کی وفات کی تاریخ ہے جو لوح مزار پر کندہ ہے اور وہ یہ ہے

چوں تاریخ وفاتش جست کشفی — خرد گفتا جہانگیر از جہاں رفت
(۱۰۳۶ھ)

سالم شعر سے تاریخ کی مثال ذیل کی تاریخ ہے جو بتقریب عروسی دختر جناب احمد حسین چیف سکریٹری و معتمد حضور پرنور سرکار نظام دکن ہم نے لکھی

وقع النکاح بجلسۃ ۔ تاریخہ ارخ الولا ۔ فلقد تزوج ابنت ۔ احمد حسین مطیب
(۱۰۸۳) (۱۳۲۵ھ) (۲۴۲)

(د) باعتبار مادہ تاریخ ۔

باعتبار مادہ بھی تاریخ کے دو قسم ہیں ۔ (۱) مستقل (۲) غیر مستقل ۔ مستقل وہ ہے جو بنفسہٖ کامل ہو ۔ خواہ وہ مفرد ہو یا مرکب منثور ہو یا منظوم ۔ اس کی مثالیں وہی ہیں جو الف اور ب کے تحت بیان ہوئی ہیں ۔ غیر مستقل مادہ وہ ہے جو تعبیہ یا تخرجہ کا محتاج ہو ۔ مثالیں پیش کرنے سے پہلے تعبیہ اور تخرجہ کی صراحت ضروری ہے ۔[19]

تعبیہ و تخرجہ :۔ بمعنی نابینا کرنا ، پنہاں کرنا ، کسی چیز کو پوشیدہ رکھنا یا کسی ایسی چیز کا بنانا جو عجیب ہو ۔

صاحب معدن الجواہر فرماتے ہیں کہ جمل کا اصطلاحی لفظ تعمیہ ہے ۔

صاحب معدن الجواہر کا یہ بھی قول ہے کہ اصطلاح اہل بدیع میں معمیٰ کہنے کو تعمیہ کہتے ہیں اور اصطلاح اہل جمل میں تعمیہ وہ ہے جس کے ذریعہ تاریخ کے اعداد کو درست اور برابر کریں خواہ زیادتی کے ذریعہ ہو یا کمی کے ذریعہ بقول ان کے تعمیہ کی تین قسم ہیں (۱) اگر مادہ تاریخ میں کمی ہو تو بھرتی کریں جس کا نام تدخلہ ہے ۔ (۲) اگر مادہ تاریخ میں اعداد کی زیادتی ہو تو کمی کریں جس کا نام تخرجہ ہے (۳) مادہ کی تکمیل عمل تدخلہ و تخرجہ دونوں سے کریں

بعض اہل جمل نے کہا ہے کہ تعمیہ کی قسم اول کا نام تعمیہ داخلی ہے اور قسم دوم کا نام تعمیہ خارجی ۔ یہ صرف لفظی اختلاف ہے ۔ تدخلہ کہیں یا تعمیہ داخلی ۔ تخرجہ کہیں یا تعمیہ خارجی دونوں تعمیہ کے اقسام ہیں ۔

بعض کا قول ہے کہ اہل جمل نے تدخلہ کا خاص نام تعبیہ رکھا ہے ۔ تعبیہ کے لفظی معنی آراستہ کرنے ۔ ڈھانکنے اور عجیب چیز کے بنانے کے ہیں ۔ اگرچہ تعبیہ اور تعمیہ کے معنی

قریب قریب ایک ہیں لیکن اہل جن نے کسی مادہ تاریخ کی کمی کو دور کرنے اور اس کے عیب یا نقص کو ڈھانکنے کا نام تعبیہ رکھا ہے۔ اس کا عکس تخرجہ ہے جس کی تعریف اوپر بیان ہو چکی ہے۔

ہماری رائے میں تعمیہ اور تعبیہ ایک ہیں تعمیہ کو تعبیہ کا مرادف قرار دے کر اس کے ذیلی اقسام کا نام تدخلہ اور تخرجہ رکھیں یا تعبیہ اور تخرجہ کو دو مستقل اصطلاح قرار دیں دونوں کا نتیجہ معناً ایک ہے صرف لفظی فرق ہے۔ ان الفاظ کی حقیقت کا پتہ اگرچہ کسی قدیم تصنیف میں نہیں ملتا لیکن یہ عمل قدیم فارسی اور اردو شاعری میں بضمن تاریخ جاری ہے۔ ہم پہلے تدخلہ کی صراحت کرتے ہیں کہ کن طریقوں سے جاری ہے۔

صاحب ملخص کا قول ہے کہ تدخلہ اور تخرجہ میں الفاظ سر۔ رخ۔ لب۔ تاج۔ اول ابتدا۔ بالا۔ زبر کے اشارے سے اس وقت کام لیا جا سکتا ہے جب کہ پہلے حرف کو شریک مادہ کرنا یا خارج کرنا مقصود ہے۔ اگر الفاظ سہ حرفی سے درمیانی حرف کا تعبیہ کرنا چاہو تو میان۔ جگر۔ قلب۔ روح۔ جان۔ سینہ۔ کمر۔ ناف سے اشارہ کر سکتے ہیں۔ حرف آخر تعبیہ متروک ہو تو پا۔ دامن۔ انتہا۔ زیر۔ بن آخر۔ غایت۔ نہایت کے اشارے سے کام لے سکتے ہیں اور اسی قیاس پر کلمہ پنج حرفی میں حرف دوم کو دوش۔ گلو۔ کتف سے تعبیر کر سکتے ہیں حرف چہارم کو ران۔ زانو۔ ساق سے۔

ہم کہتے ہیں کہ صرف تعمیہ حرفی میں صاحب ملخص تسلیم نے یہ کہا ہے جو تعمیہ لفظی سے متعلق نہیں۔ تعمیہ حرفی و لفظی کا فرق ناظرین کو ان مثالوں سے خود معلوم ہو جائے گا جو اسی بیان میں آگے آئیں گے۔

تعمیہ حرفی میں بھی ان اشاروں کا انحصار لازمی نہیں ہے کیونکہ اور اشاروں سے بھی اساتذہ نے کام لیا ہے جو لطیف ثابت ہوئے ہیں۔ جیسے چشم بد دور کا تعمیہ خارجی آگے تمثیل نمبر (۱۱) میں ہے بہرحال لطافت شرط ہے ورنہ تعمیۂ بے لطافت ہیچ ہے باوجود لطافت تعمیہ کو غیر تعمیہ پر ترجیح نہیں سوائے خاص صورتوں کے جیسے کہ تمثیل ۲۶، ۸، ۹، ۱۰ وغیرہ

اشارۂ سر کا تدخلہ ایسا ہونا چاہیئے جیسے سرارادت اشارۂ رخ اس طرح جیسے رخ انور سے عیاں ہے تاریخ۔

اشارۂ لب جیسے لب عالم سے یہ دعا نکلی۔ اس ترکیب میں ایک عمل تو یہ ہو سکتا

ہے کہ لب عالم سے ع کا تدخلہ ہو اور دوسرا عمل اس سے زیادہ لطیف ہے کہ لب عالم کے سالم اعداد سے دعا کے اعداد خارج کرکے باقی ماندہ عدد مادہ تاریخ کی تکمیل میں محسوب کریں۔ لب کے عوض زبان یا نوک زبان کا اشارہ بھی مستحسن ہے۔

اشارہ تاج ایسا لطیف ہو جیسا کہ تاریخ تمثیل (۱) میں یعنی اگر اس تاریخ تاج پرنور سے پ کے عدد بغرض تدخلہ لیں تو ایسا تدخلہ لطیف ہوگا اگرچہ مورخ نے اس تاریخ میں تاریخ پرنور کے سالم اعداد سے کام لیا ہے۔

لائق مصنف کی آخری رائے سے ہم متفق نہیں۔ الفاظ پنج حرفی میں حرف اول و چہارم کے لئے جو اشارے بیان ہوئے ہیں ان کی کوئی مثال ہماری نظر سے نہیں گزری اور نہ فن معما میں حرف دوم کو دوش۔ گلو۔ کتف کہا گیا ہے اور نہ حرف چہارم سے ران زانو۔ ساق مراد لی گئی ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ ایسا تعبیہ دلچسپ بھی نہ ہوگا۔

تاریخ گوئی میں عمل تدخلہ مستحسن نہیں ہے اور مجبوری کی حالت میں کیا جاتا ہے بعض استادان فن نے اس کو نہایت لطافت کے ساتھ استعمال کیا ہے تاہم تاریخ مستقل کو اس پر ترجیح ہے کیونکہ مادہ غیر مستقل غیر کا محتاج ہوتا ہے۔ ذیل میں ایک لطیف تعبیہ کی مثال پیش ہے جو ہم نے ملک معظم کے جشن تاجپوشی کے موقع پر لکھا ہے اور جو ایک مکمل قصیدہ کا انتخاب ہے۔

نمبر (۱)

جب تلک نخل میں ہو پھول کی خلقت قائم ۔۔۔ نخل اقبال شہنشہ رہے سرسبز مدام

صنعت تعبیہ جب تک فن تاریخ میں ہے ۔۔۔ تاج پرنور کو ہو فرق شہنشہ پہ قیام

فرق شہنشہ کے اعداد ۱۰۴۰ کو پرنور کے اعداد ۸۶۲ میں جمع کرنے سے تاجپوشی کا سنہ ۱۹۰۲ حاصل ہوتا ہے۔ اسی طرح ایک موت کی تاریخ میں ہم نے تعبیہ داخلی کیا ہے اور مرثیہ تاریخی کا انتخاب حسب ذیل ہے

(۲)

تاریخ ادبیہ تعبیہ زیر سروش غیب ۔۔۔ خیر النسا حضور شہ انبیا رسید

۹۵۲ ۔۔۔ ۳۶۹ = ۱۳۲۱

روح الامین بگفت کہ بنگر مرا تبش　　خیر النسا　بدرگہ طل علا رسد

۱۲۲۱ = ۲۶۹　　۹۵۲

نوٹ :-

خیر النسا نواب غلام غوث خاں بہادر والی کرناٹک کی بیوی تھیں۔ جن کی وفات ۱۲۲۱ ہجری میں واقع ہوئی تھی جس کی یہ تاریخ ہے۔ بعض مورخین نے مصرع سالم میں تاریخیں لکھی ہیں اور صرف ایک حرف یا لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے مثالیں پیش ہیں۔

نمبر (۳)

تاریخ کتاب اشارات بینش

خوش آمد بے خوشا مد چوں اشارات　　فدائے ہر ادائش صد دل و جاں

خرد با چشم بینش گفت سالش　　پسند خاطر معنی پسنداں

1265 = 2+ 1263　　2

اس تاریخ میں چشم بینش یعنی ب کے دو عدد سے تدخلہ کیا گیا ہے جس کو تاریخی مصرع 1263 کے ساتھ ملانے سے 1265 عدد حاصل ہوتے ہیں اور یہی سنہ تالیف کتاب ہے۔ کسی شاعر نے تاریخ کہی ہے

نمبر (۴)

بصدق دل نوشتم مصرع سال　　مبارک باد ایں جشن عروسی

1258 ہجری = 228 + 1030　　228

الفاظ صدق دل کے ۲۲۸ عدد مصرع تاریخ میں شریک کرنے سے سنۂ مطلوب ۱۲۵۸ حاصل ہوتا ہے۔

مندرجہ ذیل تاریخ ع.بی کا ذکر آزاد بلگرامی نے سبحۃ المرجان میں بضمن ترجمہ مولانا احمد التانیسری فرمایا ہے جس میں ایک نئی قسم کا تدخلہ ہے۔

نمبر (۵)

صار فکری مستعینًا واحدًا　　واقتنی تاریخہ فتح قریب

800 ہجری　　1

یہ مادہ تاریخ امیر تیمور کی فتح الہند کا ہے جو ۸۰۱ سنہ ہجری میں واقع ہوئی۔ شاعر نے فتح قریب میں 800 عدد پائے اور ایک کی کمی کو واحد سے پورا کیا۔ اور یہاں لفظ واحد سے شاعر کا مقصد صرف ایک عدد ہے اور اس قسم کا تدخلہ حسن میں داخل ہے

بادی النظر میں ایسا تدخلہ لفظ واحد کے کامل اعداد سے سمجھا جائے گا۔ جب کہ مورخ
نے صرف معنی سے تدخلہ کیا ہے تو اس کا اشارہ مصرع اول میں ضرور تھا۔
مندرجہ ذیل میں تدخلہ کی ایک جدا شان ہے۔

سنیش از لب ا فضل شنیدم نمبر (۶) عطائے باغ از محبوب سبحان
1281 = 1 + 1280

لب افضل سے الف مراد ہے شاعر نے ایک کی کمی کو بذریعہ تدخلہ پورا کیا ہے
تاریخ ذیل میں تدخلہ کی ایک جدا شان ہے

نمبر (۷)

باجان ادب سر دش سال تاریخ گفتا شب گشت بندگان عالی

1264 = 4 + 1260 4

یہ نواب کرناٹک کی تقریب شب گشت کی تاریخ ہے جو افضل الشعرا شیریں سخن خان
راقم مغفور نے لکھی تھی جان ادب یعنی (د) کے عدد سے مادہ کی تکمیل ہوتی ہے۔

ہم نے تدخلہ کی متعدد تمثیلیں محض اس غرض سے پیش کیں کہ ہر ایک میں تدخلہ کا
رنگ جدا ہے شائقین فن ان کے ملاحظہ سے واقف ہو جاویں گے کہ تدخلہ کس کس
ڈھنگ سے کیا جاتا ہے۔

اب ہم ذیل میں تخرجہ کی چند مثالیں پیش کرتے ہیں۔ استادان فن کا قول ہے کہ
تقاریب تہنیت کی تواریخ میں تخرجہ سے کام نہ لینا چاہیئے۔ اس لئے کہ تخرجہ غیر محمود
مانا گیا ہے۔ خوشی کے مواقع پر غیر محمود طریقہ کا استعمال نامناسب ہے
کسی استاد نے تاریخ ذیل میں کیا اچھا تخرجہ کیا ہے۔

نمبر (۸)

ارخ آگاہ من التخرجہ قد خرج الروح عن المرتضیٰ

۲۱۴ 1236 ہجری

یہ تاریخ ایک بزرگ کی رحلت پر لکھی گئی ہے جن کا نام (مرتضیٰ) تھا۔ مرتضی کے
عدد 1450 ہیں اور رحلت 1236ھ میں واقع ہوئی تھی لہذا شاعر نے روح کے اعداد
214 سے تخرجہ کیا بے شک ایسا تخرجہ لطیف ہے۔
اسی طریقہ پر ہم نے فارسی میں ایک تاریخ لکھی ہے۔

نمبر (۹)

گفتم تاریخ او رواں شد جاں از بدن غلام حیدر

بدن غلام حیدر کے اعداد جمل 1349 ہیں اور ان کی موت 1295ھ ہجری میں واقع ہوئی تھی لہذا ہم نے لفظ جان کے 54 عدد کا تخرجہ کیا۔

تاریخ مندرجہ ذیل میں تخرجہ کی ایک دوسری شکل ہے۔

نمبر (۱۰)

کنند گریہ خلائق بنالۂ افغاں ملائک آہ کشید از وفات احمد خاں

1191 ہجری 6

یہ تاریخ احمد خاں بنگش کی وفات کی ہے جو ۱۱۸۵ھ ہجری میں واقع ہوئی۔ وفات احمد خاں کے عدد 1191 تھے۔ لائق مورخ نے لفظ آہ کے 6 عدد کا تخرجہ خوبصورتی کے ساتھ کیا ہے۔

اسی طرح تذکرہ مرآۃ الخیال مؤلفہ شیر خاں لودی کی تاریخ کسی استاد نے تخرجہ کے ساتھ لکھی ہے۔

نمبر (۱۱)

ایں چمن زاریکہ مرآۃ الخیالش گفتہ اند دارد از حسن معانی یک جہاں رنگ کمال
صورت تاریخ انجامش تواں بے پردہ دید گر تامل پردہ بردارد زمرآۃ الخیال

1313 211

مرآۃ الخیال کے اعداد 1313 ہیں جن میں سے لطافت پسند شاعر نے پردہ کے 211 عدد کا تخرجہ کیا ہے جس کے بعد 1102 عدد بچ رہتے ہیں جو سنہ تالیف کتاب کے مساوی ہیں حضرت راقم مغفور استاد مؤلف نے ایک حوض کی تاریخ لکھی ہے جس میں تخرجہ کی نئی صورت ہے۔ اور وہ یہ ہے۔

نمبر (۱۲)

چوں تیار گردید در خانہ باغ پئے نجم دیں خوشنما حوض آب
سنش چشم بد دور راقم بگفت زہے چشمہ چوں چشمۂ آفتاب

1259 = 2 - 1261

مصرع تاریخی کے اعداد 1261 تھے جن میں سے حضرت راقم مغفور نے چشم بد یعنی ب کے دو عدد کا کیا ہے جس سے 1259 عدد باقی رہ جاتے ہیں جو سنہ تعمیر کے مساوی ہیں مندرجہ ذیل تاریخ میں تخرجہ کی ایک نئی شکل ہے یہ بھی حضرت راقم کی تاریخ ہے۔

نمبر (۱۳)

زیں شہر فنا امیر ممتاز چوں راہی جادۂ فنا شد

بے پائے شکیب سالش از دل　　ممتاز بہشتیاں نداشد

1254=2-　　1256　　2

ممتاز بہشتیاں کے عدد 1256 ہیں اور موت 1254ھ ہجری میں واقع ہوئی تھی لہذا شاعر نے پائے شکیب یعنی ب کے دو عدد سے تخرجہ کیا۔

صاحب ہفت قلزم نے ایک تاریخ کا ذکر کیا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت مبارک پر کسی عجمی نے　　ہے۔ اس کا تخرجہ بھی پسندیدہ ہے اور وہ یہ ہے۔

نمبر(۱۴)

سال نقلش خرد بتعمیہ گفت　　از محمدؐ زمانہ خالی شد

زمانہ کے عدد 103 ہیں اور محمدؐ کے عدد 92 پس 103 سے 92 کا تخرجہ کرنے سے 11 باقی رہ جاتے ہیں اور یہی رحلت مبارک کا سال ہجری ہے

شائقین فن جمل کے لئے تخرجہ کی اس قدر مثالیں بہت کافی ہیں جو کہ ہم نے پیش کی ہیں وہ تخرجہ اور تدخلہ محض لچر ہے جیسے سر آہ یا سر درد سے کیا جاوے یا سر غم سے کیا جائے۔ تخرجہ ہو یا تعمیہ ایسی لطافت کے ساتھ ہونا چاہیئے جس سے ہمیشہ دو معنی پیدا ہوں۔ ایک عام معنی بلا لحاظ تخرجہ یا تدخلہ اور دوسرے خاص معنی بلحاظ تدخلہ یا تخرجہ اسی کی مثال امثلہ متذکرۂ صدر کی بعض تاریخیں ہیں۔

اب ہم ذیل میں تیسری قسم کی بھی چند مثالیں پیش کرتے ہیں جن میں تدخلہ اور تخرجہ دونوں کا عمل ہوا ہے۔ تاریخ ذیل کے مصنف نعمت خاں عالی ہیں۔

نمبر(۱۵)

زہق الباطل ست وجاء الحق　　معنی فتح شاہ عالم گیر
سال تاریخش از خرد جستم　　ایں چنیں گفت عقل خوش تقریر
بوالحسن داشت جا بچار محل　　بدرش کرد زاں میاں تقدیر
چوں بروں رفت او بجاش نشست　　شاہ اورنگ زیب عالم گیر

چار محل کے عدد 282 ہیں جن میں سے بوالحسن کے عدد 157 کا تخرجہ کرنا چاہیئے اور باقی ماندہ 125 عدد کو مصرع تاریخ کے 973 عدد میں داخل کرنا چاہیئے مجموعہ 1098 ہوگا اور یہی سنہ مطلوب ہے۔

والہ داغستانی نے اپنی تالیف تذکرۃ الشعراء کی تاریخ اسی طریقہ پر لکھی ہے جو کہ سنہ 1161 میں لکھا گیا۔ اور وہ یہی ہے نمبر (۱۶)

این تذکرہ چوں طرب فزائے دل شد تاریخش راز دل خرد سائل شد
گفتار ریاض الشعراء رفت خزاں درروے چوں بہار سرزدہ داخل شد

ریاض الشعراء کے اعداد 1613 سے خزاں کے اعداد 658 کا تخرجہ کیا جائے تو 955 رہتے ہیں پھر اعداد لفظ بہا 208 میں سے بلحاظ الفاظ سرزدہ (ب) کے 2 عدد کم کرکے باقی ماندہ 206 کو 955 میں داخل کریں تو 1161 عدد حاصل ہوتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ یہ عمل لطیف ہے۔ محاورہ دانانِ زبان فارسی اس تاریخ کی داد دیں گے۔

اسی قسم کی ایک تاریخ وفات ہم نے بھی لکھی ہے جس کو ذیل میں عرض کرتے ہیں۔

نمبر (۱۷)

بندہ سال رحلت خیرالنساء بیگم نوشت شد بگلزار جناں روزیکہ دنیا را گزاشت

خیرالنساء بیگم کے عدد 1024 ہیں جن کو گلزار جناں کے 362 میں بقاعدہ تدخلہ شامل کرنے سے مجموعاً 1386 ہوتے ہیں جس میں سے دنیا کے عدد 65 کو خارج کرنے سے 1321 باقی رہتے ہیں اور یہی سنہ وفات ہے۔

اسی قسم کی ایک تاریخ مسند نشینی والی سلطنت آصفیہ دام اقبالہ مولوی عبدالقادر نائطی تخلص نے لکھی ہے جو ذیل میں عرض کی جاتی ہے۔

افضل الدولہ چوں از تخت دکن راہی ملک عدم گردید آہ ؁1869
1474 987
کرد از اقبال بر جایش جلوس میر محبوب علی خاں بادشاہ
1382ھ

تخت دکن کے عدد 1474 ہیں جن میں سے افضل الدولہ کے عدد 987 خارج کئے جائیں 487 باقی رہتے ہیں پھر ان اعداد باقیہ کو مصرع چہارم کے اعداد 1382 میں شریک کریں تو مجموعہ 1869 ہوتا ہے اور یہی سال عیسوی مطلوب ہے۔

واضح ہو کہ اگر کسی مادّہ تاریخ میں تعمیہ کی جھلک الفاظ سے نظر آئے اور فی الاصل وہ تعمیہ نہ ہو بلکہ کل اعداد مادّہ سے تاریخ حاصل ہوتی ہو تو اس تاریخ کو غلط نہیں کہہ سکتے جیسا کہ مرزا دبیر مغفور کی رحلت کی تاریخ میر اسمٰعیل حسین منیرؔ نے لکھی ہے۔

گفت تاریخ وفاتش را منیرؔ اشکبار عقل بے دل سدرہ بے جبرئیل منبر بے دبیر
1292

اس تاریخ کو ہم نے اس کے اشعار بالائی کے ساتھ خاتمہ کے دوسرے حصہ میں نقل کیا ہے۔ صاحب ملخص تسلیم نے شاعر پر سخت حملہ کرکے فرمایا ہے کہ یہ تاریخ غلط ہے اس لئے کہ مضمون خود کہہ رہا ہے کہ عقل سے دل کو خارج کرو اور سدرہ سے جبرئیل کو اور منبر سے دبیر کو اور اگر ایسا ہی کیا جائے اور سالم مصرعہ کے اعداد محسوب نہ ہوں تو صرف 1066 عدد حاصل ہوتے ہیں۔

فرماتے ہیں کہ یہ مضمون تخرجہ کا متقاضی ہے۔ ہماری رائے میں اعتراض ناواجبی ہے لائق مورخ نے بہت اچھی تاریخ لکھی ہے۔

بات یہ ہے کہ ہر ایک ترکیب کو اگر تدخلہ اور تخرجہ کے خیال سے دیکھا جائے تو کچھ نہ کچھ اشارہ اس میں پایا جائے گا۔ مثلاً اگر کسی شاعر نے یہ مصرع لکھا کہ ع

مسرت سے کہی تاریخ میں نے

تو اس کو ہم اس پر مجبور نہیں کر سکتے کہ لفظ مسرت کے سالم اعداد کو مادہ تاریخ میں خواہ مخواہ داخل کرے لیکن اگر فی نفسہ مادّہ تاریخ میں اس قدر عدد کم ہیں اور مورخ نے لفظ مسرت سے تدخلہ کیا ہے تو کہا جائے گا کہ تدخلہ لطیف ہے تاریخ متذکرہ کی بالکل یہی شکل ہے اور حضرت تسلیم کا اعتراض بے جا ہے اس لئے کہ مورخ نے مصرع اول میں کوئی اشارہ تخرجہ کا نہیں کیا ہے۔

(۵) باعتبار تصنیف:- باعتبار تصنیف بھی تاریخ کی دو قسمیں ہیں (۱) تاریخ مصنّفہ مورّخ (۲) وہ تاریخ جو مورخ کی مصنّفہ نہ ہو اور تاریخ کا سہرہ مورخ کے سر قائم کرے ہم کو پہلی قسم کی تعریف بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ صرف دوسری قسم کو ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔

یہ وہ تاریخ ہے جو کسی استاد کے مشہور مصرع یا ضرب المثل یا حدیث شریف یا آیت کلام اللہ پاک سے حاصل ہو اگرچہ اس قسم کی تاریخ میں مورخ کو کلام پر ملکیت کا حق حاصل نہیں ہے۔ لیکن اہل جمل نے اس قسم کی تاریخوں کو نہایت وقعت کی نگاہ سے دیکھا ہے اور عموماً یہ عمل رہا ہے کہ مصرع کی شہرت عام اس کے مصنف کے نام سے نہ ہو اس کے متعلق ذکر کر دینا چاہیئے کہ فلاں استاد کے کلام سے ہم نے تاریخ برآمد کی ہے۔ استادان فن کا قول ہے کہ ایسے مادّوں میں خفیف سا تصرف اصل کلام

کے مقابلہ میں باغراض تکمیل عدد جائز ہے بشرطیکہ اس کے تغیر کے بعد بھی سامع کا خیال سنتے ہی اصل کلام کی جانب رجوع ہو جائے ۔ مرثیہ ۱۳۰

اب ہم ذیل میں ایسی چند تاریخیں بطور تمثیل ہدیہ ناظرین کرتے ہیں ۔

آزاد بلگرامی نے تذکرۂ ید بیضا میں لکھا ہے کہ نورجہاں بیگم نے دم واپسیں میں اپنی موت کی تاریخ ایک مشہور مثل سے پیدا کی ۔ اور وہ یہ ہے

تنم عاجزہ در تہہ خاک شد　　　فلک گفت خس کم جہاں پاک شد 1106ھ

ہم نے ایک خاص واقعہ پر اس کی تاریخ ع اے باد صبا ایں ہمہ آوردہ تست سے لکھی کسی بزرگ نے تاریخ وفات غازی الدین حیدر بادشاہ لکھنؤ ۱۲۴۸ھ حسب ذیل لکھی ہے

گشت تاریخ مصرع استاد　　　اے لبا آرزو کہ خاک شدہ 1243

کسی استاد نے (آیۃ کریمہ) اولئک مع الذین انعم اللہ سے 1195ھ پیدا کر کے تاریخ لکھی اور ایک بزرگ کے مزار شریف پر ہم نے ان کی رحلت کی تاریخ (آیۃ کریمہ) جنات عدن یدخلونہا (1284) میں کندہ دیکھی ہے۔

اسی طرح ایک مسجد کی تاریخ (آیۃ کریمہ) یا ایہا الذین آمنوا ارکعوا واسجدوا (1290) ہمارے مشاہدہ سے گزری ہے۔

علیٰ ہذا حیدرآباد کی مسجد افضل گنج کی تاریخ 1289ھ ہجری (آیہ کریمہ) وآمر اہلک بالصلوۃ واصطبر علیہا میں ہے۔

میر عبدالرشید تتوی صاحب فرہنگ رشیدی نے جلوس اورنگ زیب کی تاریخ جو 1068ھ ہجری میں واقع ہوا ایک آیت قرآنی سے حاصل کی ہے۔ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم۔

ایک بزرگ کی تاریخ موت (1195ھ) حدیث نبوی عاش حمیداً مات شہیداً سے پیدا کی گئی ہے۔ جیسا کہ صاحب ملخص تسلیم نے ذکر کیا ہے۔

(و) **باعتبار بیان** :۔ باعتبار طرز بیان تاریخ کی تین قسمیں ہیں (۱) بیان واقعی (۲) بیان بذریعہ کنایہ یا استعارہ وغیرہ (۳) دعائیہ۔ قسم اول وہ تاریخ ہے جس میں کسی تقریب یا واقعہ کی خبر بغیر کسی مبالغہ یا بھرتی کے صاف الفاظ میں دی جائے۔ جیسے مندرجہ ذیل تاریخیں ہیں جن کو ہم نے لکھا ہے۔ یہ تاریخ ایک مرثیہ کا انتخاب ہے۔ ع

وہ محسن وہ مہدی علی خاں بہادر — ہوئے آج افسوس دنیا سے رخصت
کہی اس کی تاریخ فکرِ ولاؔ نے — قیامت ہوئی ہائے مہدی کی رحلت
1325

یہ تاریخ فارسی بھی ایک تاریخی مرثیہ کا اقتباس ہے ع

ثبت کن سال وفاتش بر سر لوح مزار — فائز دار البقا گردید سر سالار جنگ
1300ھ

تاریخ ذیل ایک ہمارے دوست کی تقریب شادی پر لکھی گئی ہے ع

لو میاں آج چڑھی بیل منڈھے — آرزو پوری ہوئی کیجیو چین
عقد ہوتے ہی کہا ہاتف نے — کتخدا ہوگئے الطاف حسین
1325ھ

تاریخ ذیل خود ہمارے فرزند کی ولادت کی تاریخ ہے۔ ع

خداوندا بشکر نعمت نتواں سخن گفتن — بکارم خود رسد از لطف عامت آرزومندے
بجوش اعتراف مرحمت گوید ولاؔ سالش — خدائے بے نیازم داد طالع مند فرزندے
1299ھ

ہم نے ایک قسم کی متعدد مثالیں صرف نوعیت مختلفہ کی وجہ سے پیش کیں تاکہ طالبان فن جمل کو بیان واقعی کا مطلب اچھی طرح سمجھ میں آئے۔

دوسری قسم بذریعہ کنایہ یا استعارہ وغیرہ ہے اگرچہ اس قسم کی بعض تاریخوں میں کنایہ یا استعارہ کی وجہ سے لطف سخن دوبالا ہوجاتا ہے لیکن اس کا درجہ بیان واقعی سے کبھی بڑھ نہیں سکتا۔ ہم اس کی کامل صراحت محاسن تاریخ کے بیان میں کریں گے۔ انشاء اللہ

تواریخ ذیل اس قسم کی مثال ہیں۔ ع

سال ولادتش ز عطارد شنیدہ ام — گوئی کہ آفتاب تمنا برآمدہ (ولاؔ)
1290ھ
کلفت زدہ خاطرم سنش گفت — ہے ہے سر شام شمع مردہ (ذکاؔ)
1290ھ
تاریخ بقانون معمّا گفتم — خورشید قراں یافتہ باماہ تمام (شمس الدین قمر)
1120ھ

ہم اس تاریخی معمّے کو بیان صنائع تاریخ میں حل کریں گے۔ انشاء اللہ

قسم سوم (دعائیہ تاریخ) سے وہ تاریخ مراد ہے جس میں واقعہ تاریخی کا ذکر صرف دعا میں ہو۔ جس کی مثال مادہ ہائے ذیل سے واضح ہے

کیا خوب لکھی میں نے رسا عقد کی تاریخ — زہرہ کا قراں مہر فلک کو ہو مبارک
1264ھ
خجستہ سال ولادت رقم زند معنی — طلوع نیر برج شرف ہمایوں باد
1273ھ
ولاؔ سال وفات او رقم زد — خدایا عاقبت محمود بادا
1295ھ

محاسن تاریخ کا بیان

محققین فن جمل نے تاریخ کے محاسن کا ذکر کیا ہے اور شائقین فن جمل کو نصیحت کی ہے کہ ان کی توجہ اس پر مائل رہے کہ جس قدر ہو سکے محاسن تاریخ کا لحاظ رکھیں۔ ہم ذیل میں محاسن تاریخ کی تفصیل کرتے ہیں۔ ہماری اس کتاب کا یہ بیان درحقیقت ایک معیار ہے جس سے مورخ کے نتیجۂ فکر کی خوبی اور منزلت دریافت ہو سکتی ہے یعنی ایک تاریخ جو ہمارے روبرو رکھی ہے اس کی نسبت ہم اس بیان کی مدد سے یہ بات معلوم کر سکتے ہیں کہ وہ کس پایہ کی تاریخ ہے کتنے محاسن اس میں جمع ہیں۔

محاسن تاریخ کے قرارداد کا سہرہ درحقیقت متاخرین ہند کے سر ہے۔ تصانیف و رسائل میں بہت کم اس کا ذکر ہوا ہے۔ ہمارے مرحوم استادوں کی دین ہے۔ ہم ان سے واقف ہو کر اس کا ایک مستقل بیان کر سکے۔ ممکن ہے کہ بعض محاسن مقررہ انہیں بزرگوں کی ایجاد ہوں جیسا کہ بعض محاسن کو متاخرین نے قائم کیا ہے۔

شائقین فن جمل اس کو بے بنیاد سمجھ کر بے توجہی نہ فرمائیں اور من قال سے بحث نہ کریں بلکہ اپنی نازک خیالی کو ماقال پر محول کریں ع متاع نیک ہر دکان کہ باشد؛ جب فہم سلیم ہر امر کے ماننے کے قبل اس کے ہر ایک پہلو پر نظر ڈالنے اور نتیجہ اخذ کرنے کے لئے موجود ہے تو پھر محاسن سے قطع نظر کرنا کیا معنی۔

(الف) میرے استاد مولوی غلام حسین بلگرامی المتخلص بہ قدر فرماتے تھے کہ مادہ تاریخ منثور پر منظوم کو ترجیح ہے۔ اگر کسی مخصوص عبارت یا آیۃ قرانی یا حدیث نبوی یا کسی مشہور مثل سے مادہ حاصل ہو تو حتی الوسع کوشش کرنی چاہیئے کہ اس کو کسی نہ کسی پسندیدہ بحر کے قالب میں داخل کریں اور تبدیل ترکیب وغیرہ کے ساتھ اس خاص مقصد میں کامیابی حاصل کی جائے اور بدرجۂ لاچاری ناپسندیدہ بحر بھی نثر پر فضیلت رکھتی ہے۔ لیکن تبدیل ترکیب میں اس بات کا لحاظ رہے کہ محاورہ اور زبان کے لطف میں فرق آنے نہ پائے۔ اس خاص مقصد کے لحاظ سے مورخ کو فن عروض میں بھی مہارت پیدا کرنا چاہیئے۔

(ب) میرے استاد شفیق افضل الشعراء شیریں سخن خاں مولانا محمد حسین مغفور راقم تخلص میر مجلس مجلس مشاعرۂ نواب کرناٹک کی تاکید تھی کہ مادہ تاریخ منظوم حتی الوسع

مصرع سالم میں لکھا جائے۔ جس قدر استادان فن سے ہم کو ملاقات کا اتفاق ہوا ہم نے ان سب کو اس کلیہ سے اتفاق کرتے ہوئے پایا۔ غور کرنے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ وہ مادّہ جو مصرع سالم میں ہو ان الفاظ خارج از مادہ سے معرّا رہتا ہے جو تکمیل مصرع کے لئے ناگریز لانے پڑتے ہیں۔ نیز اگر کوئی شخص صرف مادّہ کو لوح مزار پر کندہ کرانا چاہے تو ایسا مصرع جو تمامتر مادّہ تاریخ کا حامل ہو کسی دوسرے مصرع کا محتاج نہیں ہوتا۔ جو مادّہ مصرع سالم میں نہیں ہوتا اس کا شمار منظوم مادّوں میں نہیں ہوتا۔ جو محاسن تاریخ کی پہلی قسم ہے۔

(ج) ہمارے استاد افضل العلماء مولانا مولوی سید علی لکھنوی کامل تخلص کا ارشاد تھا کہ محاسن تاریخ میں اس کا خیال رکھا جائے کہ مادّہ تاریخ سے واقعہ زیر تاریخ اور اس شخص کا نام ظاہر ہو جس کے متعلق تاریخ لکھی گئی ہے اور بیان واقعہ اس خوبی کے ساتھ ہو کہ مادّہ تاریخ کسی مزید صراحت کا محتاج نہ ہو اس کی مثال خود ہمارا مصرع ہے ع فائز دار البقا گردید سر سالار جنگ (1300ھ) کامل لکھنوی کا قول ہے کہ مجبوری کی حالت میں جزو نام بھی کافی ہے ع جہاں بگزاشت بیچارہ جہانگیر (1299ہجری) بعض مواقع میں خصوصیات کے لحاظ سے جزو نام سالم نام پر فضیلت رکھتا ہے جیسے ہماری تاریخ ع قیامت ہوئی ہائے مہدی کی رحلت (1325ھ) اگر اس موقع پر سالم نام یعنی (مہدی علی) شریک مادّہ ہوتا تو معنوی لطافت کم ہو جاتی ۔

ہمارے استاد مغفور کا قول تھا کہ اسی کا نام اصطلاح جمل میں بیان واقعی ہے اور بیان واقعی کو کل اقسام تاریخ پر ترجیح ہے اس لئے کہ بیان واقعی کا مادہ تاریخ جس میں واقعہ کی صراحت باظہار نام صاحب واقعہ ہوتی ہے۔ اسی واقعہ کی مخصوص تاریخ ہوتی ہے۔ برخلاف ان تاریخوں کے جن میں یہ پابندی نہ ہو جن کو اس کے مماثل اور واقعات سے بھی متعلق کر سکتے ہیں۔

مثلاً اگر کسی موقع میلاد پر مورخ نے یہ مادّہ لکھا کہ ع گوئی کہ آفتاب تمنا برآمدہ یا کسی سانحہ موت پر لفظ (مغفور 1278ھ 1326) سے سنہ برآمد کیا تو ایسا مادّہ بوجہ تعمیم مضمون تقریب و سانحہ مخصوصہ سے خاص نہیں سمجھا جا سکتا اس لئے کہ ایک سنہ کے متعدد تقاریب ولادت یا سوانح موت میں انھیں مادّوں کا استعمال ہو سکتا ہے اس لئے کہ ان میں نام صاحب

تقریب و واقعہ نہیں ہے نیز یہ مادّے اور مصرعوں کے محتاج ہیں جن میں صاحب تقریب کا نام یا واقعہ کا بیان کیا گیا ہو۔

بعض محققین فن کا قول ہے اور ہم کو اس سے اتفاق ہے کہ بادشاہوں کے تقاریب غسل صحت میں بیان واقعی سے کام لینا ترک ادب ہے ایسے مواقع پر مادۂ تاریخ میں بصراحت نام صرف دعا دینا چاہیئے جس میں ترقی عمر و اقبال یا ردّ بلا کا مضمون ہو۔ یا غسل صحت پر مبارکباد۔

ایک محقق نے سچ کہا ہے کہ بیان واقعی میں صاحب واقعہ یا صاحب تقریب کی منزلت کا لحاظ ضرور رکھا جائے۔ مثلاً ایک وکیل صاحب کی وفات کی تاریخ ع مقصود علی نمودہ رحلت افسوس (۱۳) ۔ بہت صاف اور عمدہ تاریخ ہے جس میں نام مرحوم اور واقعہ رحلت نہایت صاف لفظوں میں بیان ہوا ہے۔ لیکن ایک بادشاہ یا امیر کی وفات کی تاریخ ایسے الفاظ میں زیادہ قابل تعریف نہ سمجھی جائے گی بلکہ ایسے مواقع کے لئے ایسا مادہ زیادہ قابل تعریف ہوگا جس میں جنت یا اس کے مماثل الفاظ ہوں۔ جیسا کہ ہم نے نواب مختار الملک مغفور وزیر اعظم حیدر آباد کے لئے لکھا تھا یعنی ع سیر گلزار جناں بگزید سر سالار جنگ (1300ھ)۔ اس میں بیان واقعی نہیں ہے۔ لیکن صاحب واقعہ کی منزلت کے لحاظ سے اہل جمل نے اس کو بھی بیان واقعی ہی قرار دیا ہے۔

قدر بلگرامی کی رائے تھی کہ بیان واقعی میں الفاظ زائد سے بالکل پرہیز کرنا چاہیئے لیکن مولوی سید علی کامل اس کے مخالف تھے وہ فرماتے تھے کہ میں صرف بھرتی کے الفاظ کا مخالف ہوں۔ صفات میں مناسب اور موزوں الفاظ کا بڑھانا خصوصاً علما اور امراء کی تاریخوں میں کبھی قابل اعتراض نہ ہوگا بلکہ بغیر ان الفاظ کے وہ تاریخ پھیکی کہلائے گی۔ حضرت ممدوح نے ہمارے اس مادہ کو ع چل دیئے دنیا سے باعزاز رفعت یار جنگ (1315ھ) بہت پسند فرمایا اور تحریراً ہم کو مطلع کیا کہ اس دوسرے مادہ تاریخ ہائے دنیا سے گئے خورشید جاہ (1320ھ) کے مقابلہ میں پہلا مادّہ بہتر ہے اور ساتھ ہی فرمایا کہ دوسرے مادّہ کی خوبی میں کچھ کلام نہیں ہے۔ لیکن اگر کچھ اعزازی الفاظ اس میں ہوتے تو بہتر ہوتا۔

حضرت کامل کا قول ہے کہ اگر صاحب واقعہ یا تقریب کا نام یا جزو نام کثیر الاعداد اور سنہ ہجری کی ایسی تاریخ نہ لکھی جا سکتی ہو جس میں نام یا جزو نام کا لانا ممکن ہو تو ایسی

سخت مجبوری میں ترک نام یا جزو نام سے مناسب یہ ہے کہ سنہ ہجری کو ترک کرو اور عیسوی یا سمّت یا کسی اور سنہ میں تاریخ لکھو جس کے اعداد میں صاحب واقعہ کا نام یا جزو نام داخل ہو سکتا ہے۔

حضرت کامل ہی نے فرمایا ہے کہ اگر مادّہ تاریخ میں سالم نام نہ آسکے اور جزو نام خوبصورتی سے مستعمل نہ ہو سکے تو کم سے کم اس قدر کوشش کی جائے کہ الفاظ مادّہ سے کوئی خاص اشارہ اس کی جانب ہو جس سے معاصرین فوراً پہچان جاویں کہ یہ تاریخ فلاں شخص سے متعلق ہے۔ یا واقف لوگ عنوان تاریخ کی مدد سے مادّہ کی خوبی دریافت کرسکیں۔ جیسا کہ مولف کتاب نے اپنے چچا محمود نواز خاں کی رحلت پر دعائیہ تاریخ کہی ہے ع خدایا عاقبت محمود بادا۔ یا استاد داغ کی رحلت کی تاریخ ہے۔ ہائے وہ داغ دے گئے دل پر۔
۱۳۲۲ھ ۱۲۹۵ھ

(۶) ہمارے استاد مغفور نواب فصیح الملک داغ دہلوی اگرچہ فن جمل میں بڑے پایہ کے شخص نہ تھے اور وہ اس کا ذکر فرمایا کرتے تھے لیکن سبحان اللہ زبان کے متعلق ان کی اصلاح کا کیا کہنا۔ انھوں نے ہمارے بعض مادہ ہائے تاریخ کو رد کر دیا جن کی ترکیب میں مبتدا سے خبر دور پڑی ہوئی تھی اور ہمیشہ فرمایا کرتے تھے حسن کلام یہ ہے کہ مبتدا سے خبر بہت قریب ہو ہمارے بعض تاریخی مادوں کی ترکیب انھوں نے بدل دی اور ان کی رونق دو بالا فرمادی تعقید الفاظ کے وہ ہمیشہ مخالف رہا کرتے تھے۔ ان کی تاکید تھی کہ بامحاورہ الفاظ کا لحاظ رکھا جائے۔ اس لئے خوبی زبان کا درجہ سب پر مقدم ہے۔ وہ فرماتے تھے کہ عمدہ مضامین نقص زبان کی وجہ سے خاک میں مل جاتے ہیں اور کم درجہ کا مضمون بھی خوبی زبان کے ساتھ چمک اٹھتا ہے۔

ان کا یہ بھی قول تھا کہ اگر کسی مادّہ میں زبان کی خوبی ہو اور صاحب واقعہ کا نام نہ آسکے تو ایسا مادّہ اس مادہ پر فائق ہوگا جس میں صاحب واقعہ کا نام تو ہو مگر زبان کا لحاظ نہ رکھا گیا ہو۔

(۵) استادان فن جمل نے بالاتفاق کہا ہے کہ محاسن تاریخ میں سب سے بڑی چیز یہ ہے کہ مادّہ تاریخ بدون تدخلہ و تخرجہ ہو تاکہ مصرع تاریخی کسی دوسرے کا محتاج نہ رہے۔ بعض نے کہا ہے کہ صرف تاریخ موت میں اعداد لفظ جان یا روح یا

رواں کا تخرجہ اعداد نام متوفی سے مستحسن مانا گیا ہے اور ایسی تاریخ بے تخرجہ تاریخ سے بہتر مانی گئی جیسے ع قد خرج الروح عن المرتضیٰ۔ 1450 - 214 = 1236

حضرت کامل مغفور کا قول تھا اگر متوفی کے نام 214 اعداد سال مطلوب سے بڑھے ہوئے ہوں تو خود بخود اس کا فیصلہ ہو جاتا ہے کہ مادّہ تاریخ میں مرحوم کا نام داخل نہ ہو سکے گا۔ اور اس مجبوری کی حالت میں مادّہ تاریخ کی بڑی خوبی فوت ہو جائے گی پس اس قسم کے تخرجہ کے بغیر چارہ نہ ہو گا اور ایسا لطیف تخرجہ جیسا کہ مثال بالا میں گزرا تاریخ کو محاسن تاریخ کی تعریف سے خارج نہ ہونے دے گا۔

(و) استادان فن جمل کا قول ہے کہ مادّہ تاریخ میں حتی الوسع بھرتی کے الفاظ آنے نہ پائیں۔ مادّہ کی تکمیل کے لئے مربوط الفاظ سے کام لینا چاہیئے جو منشا تاریخ کے خلاف نہ ہوں اور مضمون سے مناسبت رکھتے ہوں۔ مثلاً موت کی تاریخ میں افسوس یا آہ یا یہہات اور اسی قسم کے الفاظ یا صاحب تقریب یا صاحب واقعہ کے صفات مثلاً اس مادّہ میں ہائے دنیا سے گئے خورشید جاہ 1320ھ۔ ہائے کا لفظ بے محل نہیں ہے اور مناسب وقت بھی ہے اور غم کی حالت میں بولا جاتا ہے۔ اسی طرح اس مادّہ فارسی میں سالار جنگ وائے جہانِ فنا گزاشت 1300ھ۔ لیکن جو مادّہ بھرتی کے الفاظ سے پاک وصاف ہو اس کو ہر حالت میں اور مادّوں پر ترجیح ہے۔ جیسے کتخدا ہو گئے الطاف حسین 1326ھ۔

اس خاص باب میں حضرت کامل کی رائے ہم حرف ج پر عرض کر چکے ہیں حاصل یہ ہے کہ صفات ممدوح وصاحب تاریخ میں مناسب الفاظ کا لانا جن سے بھرتی نہ معلوم ہو مستحسنات سے ہے یا کسی واقعہ کے متعلق الفاظ مناسب ومتعلقہ واقعہ کا استعمال مستحسن مانا گیا ہے۔

(ز) متقدمین کے پاس محاسن تاریخ میں یہ بات داخل تھی کہ تاریخ سنہ ہجری سے مخصوص رہے لیکن متاخرین نے اس سے اختلاف کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ سنہ کی خصوصیت محض فضول ہے بلکہ بعض مواقع میں ناخوشنما اور نامناسب ہو جاتی ہے۔ واقعہ یا تقریب کی مناسبت کے ساتھ سنہ کا تعلق ہونا چاہیئے مثلاً اگر ایک اسلامی سلطنت میں جہاں سنہ ہجری مروّج ہے کسی مسلمان کے لئے تاریخ لکھی جائے تو اس میں سنہ ہجری ہی کا لحاظ رہے یا اگر کسی ہندو کے لئے تاریخ مقصود ہے تو اس کا مذہبی سنہ اولیٰ ہے اسی طرح

عیسائیوں کے لئے عیسوی سنہ اور پارسیوں کے لئے سنہ نو روزیا اگر کسی خاص مقام پر کل اقوام میں ایک ہی سنہ رائج ہے تو اسی سنہ میں تاریخ کہنا زیادہ مناسب ہے۔
ہم اس کتاب کے خاتمہ میں حقیقت سنیں کو بھی مختصر طور پر لکھیں گے۔

صنائع و بدائع تاریخ کا بیان

بیان عام:۔

صنائع و بدائع بلاغت سے اگرچہ صنائع و بدائع کا استعمال تاریخ میں ہو سکتا ہے لیکن تاریخ کے صنائع و بدائع بھی مخصوص ہیں جن کو ہم ذیل میں عرض کرتے ہیں اور ہمارا یہ بیان اقسام مبینہ ذیل پر صنائع کا انحصار نہیں کرتا بلکہ صرف اسی قدر صنائع اس میں بیان ہوئے ہیں جن کا تذکرہ یا تو محققین جمل نے کر دیا ہے یا عملاً رائج ہیں اور ہم کو اس بات کا افسوس ہے کہ صنائع کی تاریخ کہ کون سی صنعت کس کی ایجاد ہے متحقق نہ ہو سکی۔

(۱) صنعت عامۃ الورود:۔

صنائع تاریخ سے یہ صنعت نہایت لطیف ہے۔ اس کو عامۃ الورود اس لئے کہا گیا ہے کہ ہر ایک حرف یا ہر ایک لفظ یا ہر ایک جملہ یا ہر ایک مصرع یا ہر ایک شعر مطلوب سے اس صنعت کی بدولت تاریخ مطلوب حاصل ہو سکتی ہے۔

بعض محققین جمل کی رائے میں یہ شعبدۂ تاریخ ہے۔ بعض نے اس کو احسن الصنائع کہا ہے اور بعض نے اس کو سہل الممتنع سے موسوم کیا ہے۔ بڑی حیرت اس کی ہے کہ جن کتابوں سے ہم نے اس کتاب کی تالیف میں مدد لی ہے ان میں سے کسی کتاب میں اس صنعت کا ذکر نہیں ہے۔ نام خود بتلا رہا ہے کہ اس کے موجد عرب ہیں۔ ہم کو یہ نعمت غیر مترقبہ ہماری قوم کے ایک قابل فخر محقق جمل مولانا مولوی ابو طاہر محمد عبدالقادر طاہر تخلص سے ملی جن کا پایا فن جمل میں بلند ہے اور جو دکن کے اہل جمل میں ایک سر برآوردہ شخص ہیں جن کے خاندان میں حساب جمل کا علم ابا عن جد چلا آتا ہے یہ عربی الاصل ہیں ان کو اس صنعت کا سبق ان کے والد ماجد سے ملا اور ان کو ان کے بزرگوں سے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ صنعت عربی کے رسائل قدیمہ سے حاصل کی گئی ہوگی۔ لیکن اس فن کی بدقسمتی سے آج رسائل قدیمہ عرب پردۂ خفا میں ہیں اور زبان فارسی کا لٹریچر اس سے خالی اور اردو

۔ بان میں برائے نام اس کی بو باس رہ گئی ہے لہذا اس فن کی ایسی لطیف چیزیں صرف عالمان فن کے سینوں میں رہ گئی ہیں اور جو باقی ہیں وہ علم سینہ بن چکی ہیں اور سینہ بسینہ چلی آتی ہیں ۔ ہمارے مہربان مولوی عبدالقادر طاہر اگر کریم النفس نہ ہوتے تو آج یہ نعمت اس کتاب کے ذریعہ سے پبلک کی نذر نہ ہو سکتی ۔

اس صنعت کا استعمال جس سنہ میں مقصود ہو یعنی جس سنہ کی تاریخ اس صنعت میں درکار ہو اول اس کو ایک کاغذ پر لکھنا چاہیئے اور پھر ایک ایسے عدد پر اس کو تقسیم کرنا چاہیئے جس پر اعداد سنہ ملا کر تقسیم ہو جائیں اور پھر مقسوم علیہ اور حاصل تقسیم دونوں کو محفوظ کر لینا چاہیئے ۔ یہی دونوں اس صنعت کی بنیاد ہیں ۔

مثلاً ہم چاہتے ہیں کہ سنہ 1325 ہجری میں ایک تاریخ اس صنعت میں لکھیں تو ہم نے 1325 کو 5 پر تقسیم کیا تو 265 حاصل ہوئے اور کوئی کسر نہ بچی پس ہم نے 265 کو محفوظ کیا اور اس کا نام الف رکھا ۔ اسی طرح مقسوم علیہ یعنی 5 کو بھی محفوظ کیا اور اس کا نام ب رکھا ۔ اور ان دونوں اعداد الف و ب کا نام اصطلاح جمل میں عدد بنیادی ہے ۔ اگر سنہ مطلوب کے اعداد کسی ایسے عدد پر تقسیم نہ ہو سکتے ہوں جس میں کسر نہ بچے یا ہم کو یہ مقصود نہ ہو تو کسرات حاصل شدہ کو بھی محفوظ رکھنا چاہیئے اور اس کو (ج) سے موسوم کرنا چاہیئے ۔ اس حالت میں (ج) بھی الف اور ب کے ساتھ عدد بنیادی میں داخل ہو گا ۔ مثلاً اگر ہم 1326ھ کو 10 پر تقسیم کریں تو حاصل تقسیم 132 ہو گا اور 6 کی کسرات بچ رہے گی تو 132 کا نام (الف) ہو گا اور 10 کا نام (ب) اور 6 کا نام (ج) اور یہ تینوں اعداد بنیادی ہیں ۔

فرض کیجئے کہ ہم ایک ولادت کی تاریخ کسی مولود کے نام سے 1325ھ میں حاصل کرنا چاہیئے ہیں اور نام (حامد) ہے تو سب سے پہلے حامد کے اعداد 53 پر 1325 کا اضافہ کیا جائے تو سب کا مجموعہ 1378 ہوا پھر اس مجموعہ کو ایک ایسے عدد پر تقسیم کیا جس کی کسرات احاد میں بچ رہی ۔ یہ امر بالکل ہمارا اختیاری ہے کہ جس عدد پر چاہیں 1378 کو تقسیم کریں ۔ مثلاً ہم نے 5 پر تقسیم کیا تو 3 کی کسرات بچی اب اس 3 پر ہم نے 12 بڑھائے اور پھر مجموعہ سے 10 گھٹائے ہمارے اس عمل جمع و تفریق کا مطلب یہ تھا کہ ان عملوں کے بعد جو کچھ بچ رہے وہ ب عدد بنیادی کے مساوی ہو اور یہ مورخ کے ذہن میں رہنا چاہیئے ۔ پھر اس کو 265 سے ضرب دیا تو سنہ مطلوب حاصل ہوا

یہاں تک جس قدر ہم نے عملاً سمجھایا ہے وہ بہت کچھ سے شائق صنعت کو بصیرت سے کام لینا چاہیئے اور اعداد بنیادی کو ہمیشہ مخفی رکھنا چاہیئے۔

اصل مقصد کو مخفی رکھ کر اعمال تقسیم و جمع و تفریق سے کام لینا یا اور کچھ اعمال حسابی کا اس میں شریک کرنا مورخ کی فراست پر موقوف ہے۔ مثلاً ہم اسی مقصد کو دوسری شکل میں بیان کرتے ہیں۔ یعنی لفظ حامد کے اعداد 53 پر ہم نے 265 کو بڑھایا (سمجھ رکھئے کہ یہ عدد بنیادی الف ہے) پھر مجموعہ 318 کو 6 پر ضرب دیا تو حاصل ضرب 1908 ہوا جو سنہ عیسوی ہے پھر اس میں سے 1643 کو گھٹا دیا اور حاصل تفریق کو پانچ پر ضرب دیا تو سنہ مطلوب یعنی 1325ھ ہجری حاصل ہوا۔

پھر ہم اصلی مقصد کو ایک تیسری شکل میں بیان کرتے ہیں کہ لفظ حامد کے اعداد 53 کو 1908 عیسوی کے ساتھ جمع کیا۔ مجموعہ (1961) کو دس سے ضرب دیا تو 19610 ہوئے اور مجموعہ کو 5 پر تقسیم کیا تو 3922 حاصل ہوئے اور اس میں سے 3790 کو خارج کر دیا تو 132 باقی رہے اور حاصل تفریق کو 10 سے ضرب دیا پھر حاصل ضرب پر 5 کو بڑھایا تو سنہ مطلوب 1325 حاصل ہوا۔

اگر آسان طریقہ سے اس صنعت کو کام میں لانا چاہو تو لفظیا صرف مطلوب کا عدد حاصل کیجئے پھر اس کو 30 پر ضرب دیجئے حاصل ضرب پر 20 کا اضافہ کیجئے پھر مجموعہ کو 15 پر تقسیم کیجئے اور جو کسرات بعد تقسیم بچ رہیں ان کو 265 پر ضرب دیجئے تو سنہ مطلوب 1325 حاصل ہوگا اور یہ عمل جمع و ضرب و تقسیم کی ہدایت صرف مورخ کی ہدایت پر مبنی ہے جس نے 1325 ہجری کے لحاظ سے اس کا قاعدہ قائم رکھا ہے۔ اگر کسی دوسرے سنہ میں تاریخ مقصود ہوگی تو قواعد صنعت کے لحاظ سے ان اعمال میں بھی ترمیم کر سکتا ہے۔

اس کا اصلی گر اعداد بنیادی کا ضرب ہے اور اس کو ہشیاری اور حاضر مزاجی اور روشن خیالی سے کام میں لانا استاد فن کا کام ہے۔ جس مورخ کو علم حساب میں ید طولیٰ ہوگا وہ اس صنعت میں صرف اسی بیان کے پڑھ لینے سے کامیاب ہوگا۔ جس کو حساب میں دخل نہیں ہے اس کو استاد فن کے سمجھانے کی ضرورت ہوگی۔

(۲) صنعت حاصۃ الوجود

یہ صنعت درحقیقت حق سبحانہ تعالیٰ کی قدرت کا نمونہ ہے کہ اس نے اپنے بندوں

کو کیسے کیسے علوم سکھلائے ہیں اور ان کے ذریعہ سے کس قدر دسترس اور قدرت ان کو حاصل ہوئی ہے۔ اس صنعت کی تخصیص صاحب واقعہ کے نام سے ہے یعنی ہر صاحب واقعہ کا وجود واقعہ تاریخی کا مظہر ہے خواہ وہ نام کسی زبان کا ہو یعنی صاحب واقعہ مسلمان ہو عیسائی یا ہندو یا پارسی اس کے نام کے کسی ایک حرف یا مجموعہ حروف کے اعداد سے تاریخ واقعہ حاصل ہو سکتی ہے بشرطیکہ اس کے ساتھ اظہار واقعہ کا بھی اشارہ ہو مثلاً میلاد ہے تو میلاد زید یا وفات ہے تو وفات زید یا شادی ہو تو نکاح زید یا اور کوئی واقعہ ہو تو اسی قسم کا ایک مختصر اشارہ اس کے نام کے ساتھ کر کے باقاعدہ صنعت خاصہ او جود اس نام اور اشارہ کے سالم اعداد سے تاریخ حاصل کریں جس کو مورخ بہ تظاہر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ عجیب بات ہے کہ کسی اشارہ کی تخصیص بھی نہیں ہے یعنی نکاح زید ہی کہنے کی ضرورت نہیں بلکہ اختیار ہے کہ نکاح زید کہیں یا زید کی شادی یا زید کا عقد یا زید کی کدخدائی یا اور کوئی اشارہ جس سے زید کی تقریب کا اظہار ہوتا ہو۔

قادران فن و حاکمان جمل نے کہا ہے کہ سائل جس کو تاریخ کی طلب ہو خود اپنے ذہن میں الفاظ بالافرض کرے اور ان کے مجموعی اعداد صحیحہ سے مورخ کو آگاہ نہ کرے پھر ان اعداد کو اپنے ہی ذہن میں مضاعف کرے پھر سوال کرے مورخ بلحاظ سنہ مطلوب صرف ایک عدد بتلا دے گا جس کو اس مجموعہ ذہنی پر بڑھا دے پھر اس مجموعہ کی تنصیف اپنے ذہن میں کرے اور حاصل تنصیف سے عدد گھٹا دے جو اس نے پہلی مرتبہ اپنے ذہن میں بڑھایا تھا اور جو کچھ اس کے ذہن میں باقی رہ جائے اس کو ایک ایسے عدد سے ضرب دے جس کی ہدایت منجانب مورخ ہو نتیجہ یہ حاصل ہوگا کہ حاصل ضرب سال مطلوب کے مساوی ہوگا۔

مثلاً خالد کی شادی کی تقریب ہے اور 1325ھ ہجری سنہ مطلوب ہے تو سائل نے اپنے ذہن میں الفاظ خالد کی شادی کو تجویز کر لیا پھر ان کے مجموعی اعداد صحیحہ کو اپنے ہی ذہن میں رکھا پھر متذکرہ بالا قاعدے سے خود ہی اپنے ذہن میں ان اعداد کی تضعیف کی اور پھر مورخ کے حکم سے ان اعداد پر 600 کو بڑھایا اور اس کے مجموعہ کو بھی اپنے ذہن میں رکھا پھر سائل نے حسب قاعدہ بالا اس مجموعہ کی تنصیف خود اپنے ذہن میں بلا اطلاع مورخ کی پھر اضافہ اولین کو حسب قاعدہ بالا منہا کیا اور اس کے بعد اعداد فی الذہن کو مورخ کی ہدایت سے 283 پر ضرب دیا تو سنہ مطلوب حاصل ہوگا۔

غور کرنے کی بات ہے کہ مورخ عدد حرف مفروضہ سے محض بے خبر ہے اور جو کچھ عمل تضعیف و تنصیف ذہن سائل میں ہوا ہے اس سے بھی بے خبر ہے عدد باقی ماندہ کی مورخ کو خبر نہیں ہے پھر کیونکر مورخ کو یہ قدرت حاصل ہوئی کہ اس کو ایک ایسے عدد پر ضرب دینے کی ہدایت کرے جس سے سنہ مطلوب حاصل ہو۔ یہ

کوئی قدرت یا معجزہ یا نجوم یا جادو نہیں ہے صرف عبور فن و قواعد معینہ کی واقفیت کا نتیجہ ہے جس سے مورخ کو مافی الضمیر سے واقف ہونے کی دستگاہ حاصل ہوتی ہے۔ اگر فن حساب میں مورخ کامل نہ ہو اور اس کی طبیعت روشن نہ ہو اور قواعد پر اس کو عبور نہ ہو تو اس سے اس صنعت پر ہرگز عمل نہ ہو سکے گا۔

افسوس ہے کہ ہم اس صنعت کے ایسے قواعد مدّون نہیں کر سکتے اور اس کتاب کے ذریعہ سے ان کو عام ذہنوں کے نذر نہیں کر سکتے جن کو پڑھ کر وہ سمجھ سکیں اور صورت ہائے مختلفہ کا حصر بھی ناممکن ہے۔ جن کی تدوین سے قواعد منضبط ہو سکیں لہذا ایک ہشت سالہ جنتری ذیل میں ہدیہ ناظرین ہوتی ہے جس کی مدد سے من ابتدائے 1326ھ الغایۃ 1333ھ اس صنعت میں مورخ عمل کر سکتا ہے۔ ہم نے جن قواعد پر اس جنتری کی ترتیب کو مبنی کیا ہے ان کا اس کتاب میں بیان کر دینا کچھ آسان نہیں ہے اور ہر درجہ کے مورخ کو سمجھانے میں کامیاب ہونا بہت مشکل ہے۔ قواعد اس قدر وسیع ہیں اور اعمال حسابی اس قدر کثیر ہیں کہ ان کو بیان کرنا نہایت دقت طلب ہے اور ایک خاص حصہ اس کتاب کا ان کے بیان کرنے میں صرف ہو گا لہذا ہم نے اس جنتری کے ذریعہ سے 1333ھ تک مورخین کے لئے ایک ذریعہ اور وسیلہ اس صنعت پر کام کرنے کا پیش کر دیا ہے سنین الٰہی و عیسوی و سمت کی مطابقت بھی اسی کے ساتھ عرض کر دی ہے اور یہی چار سنہ زیادہ مروج ہیں 1334ھ ہجری کے لئے یہ جنتری بے کار ہو گی۔ اگر اس سنہ میں کسی مورخ نے محنت شاقّہ کو برداشت کر کے اور کوئی جنتری آئندہ سنین کے لئے شائع کر دی تو عام مورخین کو اس سے فائدہ پہنچے گا۔

ہم امید کرتے ہیں کہ 1333ھ کے بعد کوئی نہ کوئی استاد جمل اس کام کو پورا کر دے گا۔

واضح ہو کہ جنتری موجودہ میں بمقابلہ سنین صرف دو عدد بیان کئے گئے ہیں۔ (۱) وہ جو مورخ کے حکم سے بڑھایا جائے گا (۲) وہ جس میں مورخ کے حکم سے ضرب دی جائے گی۔ باقی حسابی عمل کے متعلق وہی اصول عام کافی ہیں جن کی صراحت اوپر ہو چکی ہے جس سنہ کے مقابلہ میں صفر ہے وہ اس بات کی علامت ہے کہ اس سنہ کے متعلق اس صنعت کا استعمال قابل اعتراض ہے۔ لیکن جن استادان فن کو اس فن میں عبور کامل اور ید طولیٰ حاصل ہے وہ ان سنین میں بھی اس صنعت کو کام میں لا سکتے ہیں اور یہ بات استاد فن کی قوت تمیزی پر منحصر ہے جس کو ہم لکھ کر نہیں سمجھا سکتے۔

سنہ ہجری			سنہ فصلی			سنہ عیسوی			سنہ سمت		
سنہ	اضافہ	ضرب	سنہ	اضافہ	ضرب	سنہ	اضافہ	ضرب	سنہ	اضافہ	ضرب
۱	۲	۳	۱	۲	۳	۱	۲	۳	۱	۲	۳
سنہ 1326	12	221	سنہ 1317	6	439	سنہ 1908	8	477	سنہ 1964	8	491
سنہ 1327	•	•	سنہ 1318	4	659	سنہ 1909	•	•	سنہ 1965	10	393
سنہ 1328	16	166	سنہ 1319	•	•	سنہ 1910	4	955	سنہ 1966	4	983
سنہ 1329	6	448	سنہ 1320	16	165	سنہ 1911	6	637	سنہ 1967	•	•
سنہ 1330	20	133	سنہ 1321	•	•	سنہ 1912	16	239	سنہ 1968	32	123
سنہ 1331	•	•	سنہ 1322	4	661	سنہ 1913	•	•	سنہ 1969	•	•
سنہ 1332	8	333	سنہ 1323	•	•	سنہ 1914	4	957	سنہ 1970	4	985
سنہ 1333	•	•	سنہ 1324	4	662	سنہ 1915	10	383	سنہ 1971	6	657

اس جنتری کے خانہ ۲ کا عدد صنعت عامۃ الورود کے عدد بنیادی ب کا مضاعف ہے ہمارے اس اشارہ سے شائقین جمل کو اس جنتری کی تیاری میں بہت کچھ مدد مل سکتی ہے جن سنین کے مقابلہ میں صفر ہے ان میں صنعت خاصۃ الوجود ہی تاریخ لکھنا مقصود ہو تو طالب فن اس وقت کامیاب ہوسکتا ہے جب وہ جنتری کے حقائق سے آگاہ ہو کر جنتری تیار کرنے کی صلاحیت حاصل کرے اور یہ صرف مشق پر موقوف ہے ۔

یہ بھی ممکن ہے کہ اس سنہ کے مطابق دوسرے سنہ سے کام لیا جائے مثلاً سنہ 1527 ہجری میں تاریخ نہ لکھ سکے تو 1318 سنہ فصلی میں لکھی جائے یا 1965 سنہ سمت سے کام لیا جائے

۳ صنعت مقطعہ ترتیبی :-

صنعت مقطعہ ترتیبی وہ صنعت ہے جس میں حروف تاریخی کے اعداد جدا جدا ایک سطر میں ترتیب کے ساتھ لکھے جاویں اور بغیر میزان دینے کے سنہ مطلوب حاصل ہو. جیسا کہ نواب عبدالباری خاں موجد مدراسی نے ہمارے آقائے ولی نعمت کی سالگرہ چہل سالہ کی تاریخ لفظ (جبلی) سے پیدا کی ہے۔ جبلی زبان انگریزی کا لفظ ہے اور ایسے ہی تقاریب کے لئے مستعمل ہے اور اردو میں بھی یہی لفظ بولا جاتا ہے پس نواب موصوف نے چاروں حروف لفظ جبلی کے اعداد سے بصنعت مقطعہ ترتیبی و بسط تنزل عددی تاریخ حاصل فرمائی ہے

ج ب ل ی -
3 2 30 10

بسط تنزل عددی کی وجہ سے عشرات کا صفر جاتا رہا اور مقطعہ ترتیبی کی وجہ سے سنہ 1323 حاصل ہوا. واقعی یہ بڑی عمدہ اور لطیف تاریخ ہے۔ اس کو بلحاظ اجتماع صنعتیں مجمع الصنائع بھی کہہ سکتے ہیں جو صنائع تاریخ کی ایک خاص قسم ہے ۔

شیخ عبدالجلیل بلگرامی نے فتح ستارہ گڑھ کی تاریخ بھی اسی صنعت میں لکھی ہے جس کا ذکر میر غلام علی آزاد نے فرمایا ہے اور وہ یہ ہے

چو شاہ ابہام زہر خضر آورد ۔۔۔۔ بود اسم اعظم در شمارہ

زانگشتان شہ برمدّ ابہام ۔۔۔۔ برابر چار الف کردم نظارہ

چار الف کو یا اس کے اعداد کو جو شانہ بحرف الف ہیں مقطعہ ترتیبی کے قاعدہ سے لکھئے تو سنہ مطلوب ۱۱۱۱ ہجری حاصل ہوتا ہے ۔

رسائل سابق الذکر میں اس صنعت کا کوئی تذکرہ نہیں ہے۔ ہم نے اپنے استاد

جمل قدر بلگرامی سے اس صنعت کا نام سنا ہے۔ وہ فرماتے تھے کہ اس کے موجد اہل عجم ہیں

(۴) صنعت تجمع

یہ وہ صنعت ہے جس میں صرف چند الفاظ مناسب واقعہ جمع کر دینے سے سال مطلوب حاصل ہوتا ہے۔ استادی مولوی سید علی کامل تخلص فرماتے تھے کہ اس کے موجد صرف اہل ہند ہیں۔ اس صنعت میں بعض تاریخیں تو ہماری نظر سے گزری ہیں لیکن اس نام کو ہم نے کسی رسالہ میں نہیں پڑھا۔ کسی استاد نے اسی صنعت میں ایک وفات کی تاریخ لکھی ہے اور وہ یہ ہے۔

بسال موت قارون زمانہ اثاث و مال و زر۔ آمد فراہم
1280

لفظ اثاث کے عدد 1002 ہیں اور لفظ مال کے عدد 71 اور لفظ زر کے عدد 207 ان سب کا مجموعہ 1280 ہے اور یہی سال وفات ہے۔

صاحب ملخص تسلیم نے ذیل میں (مخترعات بندہ) اسی قسم کی ایک تاریخ لکھی ہے جس کو صرف صنعت سے موسوم کیا ہے۔ اور وہ یہ ہے۔

طبع را حرمان گرفت و حال شد مقبول بیم دل پسند درد گشت و سینہ را بگزید غم

اعداد لفظ طبع (81) و حرمان (299) و حال (39) و بیم (52) و دل (34) و درد (208) و سینہ (125) و غم (1040) کو جمع کرنے سے 1878 ہوتے ہیں اور یہی عیسوی سنہ مطلوب ہے۔

مورخین ہند سے اکثر بزرگوں نے اس صنعت میں تاریخیں لکھی ہیں اور متعدد کتابوں میں چھپی ہیں۔ صاحب ملخص تسلیم کا عنوان غالباً اس ایجاد و اختراع کی بنیاد پر ہو گا کہ انہوں نے طبع کے لئے حرمان کو پسند کیا اور حال کو بیم کا مقبول قرار دیا۔ اور دل کو درد کی پسندیدگی عطا کی اور سینہ کو غم کی نذر کیا۔ بے شک اسی ترکیب نے اس صنعت کو ان کی مخترعات میں داخل کیا ہے۔

(۵) صنعت تضاعف

اس صنعت میں بہت کم تاریخیں ہماری نظر سے گزری ہیں۔ مادہ تاریخ کے اعداد کو دو چند کرنے سے سنہ مطلوب حاصل ہوتا ہے۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ یہ صنعت بھی روشن

خیالان اور طباعان ہند کی ایجاد ہے۔

ہماری رائے میں یہ صنعت۔ صنعت تضارب میں اسی وجہ سے داخل ہے یعنی اعداد مادّہ کو 2 سے ضرب دینے کا نام صنعت تضاعف ہے۔

ضیاؔ حیدرآبادی کی ایک تاریخ اسی صنعت میں ہماری نظر سے گزری ہے جس کو ہم ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔

مبارک ہو دولہن کی رونمائی حبیب اللہ مسرت سے ہیں مخمور
ضیاؔ نے عرض کی جلوہ کی تاریخ مضاعف ہو گیا نور علی نور

نورٌ علیٰ نور کے اعداد 622 ہیں جن کی مضاعف کرنے سے 1244 حاصل ہوتے ہیں اور یہی سنہ مطلوب ہے۔

رفعت حیدرآبادی کی ایک تاریخ بھی ہم نے اسی صنعت میں دیکھی ہے اور وہ یہ ہے۔

سرکار کو ملی ہے وکالت حضور کی دربار شہ میں آپ کا رتبہ ہوا بلند
جب سند دی تو شاہ نے تلوار کی عطا ہاتف نے دی ندا کہ مراتب ہوئے دوچند

لفظ مراتب کے عدد 643 کو دوچند کرنے سے سنہ مطلوب 1286 حاصل ہوتا ہے

(۶) صنعت تناصف

مادّہ تاریخ کے اعداد کو 2 پر تقسیم کرنے یا ان کی تنصیف سے سنۂ مطلوب حاصل ہونے کا نام صنعت تناصف ہے۔ بعض استادوں نے تنصیف کا عمل کئی مدارج تک کیا ہے جیسا کہ حضرت ناسخ کی ایک تاریخ ذیل میں بیان ہوئی ہے۔

الغرض اصول صنعت کو سمجھ لینے کے بعد اس میں مزید ندرت کا پیدا کرنا یا ایک تاریخ میں متعدد صنائع سے کام لینا طباع مورخ کا اختیاری عمل ہے۔

صنعت تناصف کی ایک مثال ہم ذیل میں عرض کرتے ہیں۔ یہ تاریخ ہم نے حیدرآباد میں سنی ہے۔ یہ بات تحقیق نہ ہو سکی کہ اس کے مورخ کون بزرگ ہیں اور وہ یہ ہے۔

جب کمان اتری تو سرداری رفو چکر ہوئی حور بعد الکور کے معنی ہوئے سب پر عیاں

کی جو فکر جانگزا تاریخ کا ہو گل بجا   گھٹ کر آدھے رہ گئے بخشی ذکاءاللہ خاں

بخشی ذکاءاللہ خاں کے اعداد 2350 ہیں جن کی تنصیف سے 1175ھ ہجری حاصل ہوتا ہے اور یہی سنہ مطلوب ہے

طبعزاد ناسخ مغفور

افتادہ حکیم از مراتب   تاریخ بطرز نو رقم کن
از جائے حکیم ہشت برگیر   سہ مرتبہ نصف نصف کم کن

ظاہر ہے کہ (ح) کے عدد (8) ہیں جب اس کی تنصیف تین بار کی گئی تو 1248 ہوئے اور یہی سنہ مطلوب ہے۔ اس تاریخ میں صنعت تناصف اور بسط تکسر دونوں سے کام لیا گیا ہے اور بلحاظ صنائع متعددہ اس کو مجمع الصنائع کہہ سکتے ہیں۔

چوتھے مصرع میں مرتبہ کا لفظ معنی خیز ہے یعنی ترتیب کے لغوی معنی یکے بعد دیگرے لانے کے ہیں اور اصطلاح جمل میں مرتبہ اس مقام کا نام ہے جو ایک سطر میں ایک عدد کے بعد دوسرے عدد کو حاصل ہو پس تناصف سہ گانہ کے حاصل کو ایک ہی سطر میں لکھنے کے لئے یہ لفظ اشارہ کرتا ہے اور مرتبہ کے دوسرے معنی بھی اس مصرع میں بیکار نہیں ہیں۔ ہماری رائے میں اس صنعت کو صنعت تناصف مرتب کہنا چاہیئے جس میں یہ تخصیص ہے کہ نصف حاصلہ کو ترتیب سے ساتھ ایک سطر میں لکھتے ہیں اور صنعت تناصف کی عام تعریف کے مقابلہ میں اس کو خصوصیت ہے۔

(۷) صنعت تضارب

صنعت تضارب وہ صنعت ہے کہ ایک حرف یا لفظ یا الفاظ کے اعداد کو دوسرے حرف یا لفظ یا الفاظ کے اعداد میں ضرب دینے سے سنہ مطلوب حاصل ہو۔ کہا گیا ہے کہ یہ صنعت عجمیوں کی ایجاد ہے۔

تاریخ ذیل اقبال استرآبادی سے منسوب ہے جو اسی صنعت میں لکھی گئی ہے۔

فیاض زمانہ از زمن شد   تا رست جہاں بماتم او
اقبال بصنعت تضارب   چار آہ کشید در غم او

لفظ چار کے عدد 204 ہیں جن کو عدد آہ (6) میں ضرب دینے سے 1224 حاصل

ہوتے ہیں اور یہی سنہ مطلوب ہے۔

بعض استادان ہند نے لفظ مطلوب کے اعداد کو ایک خاص ہندسہ میں ضرب دینے کا حکم دیا ہے اور ایسی تاریخ بھی اسی سبب سے اسی صنعت میں داخل ہو سکتی ہے۔ جیسا کہ داغ دہلوی نے طوبیٰ آشیاں مرزا محمد سلطان فتح الملک شاہ فخر الدین ولی عہد بہادر گورگان کی تاریخ لکھی ہے اور وہ یہ ہے۔

غم فتح ملک سلطان چہ بلائے جان و دل شد   دہدش مقام جنت ز کرم کریم غفار

چوں ز داغ سال رحلت دل دردمند پرسید   بکشید آہ حسرت دو صد و دوازدہ بار

اس تاریخ میں استاد نے صرف لفظ آہ کے اعداد 6 کو 212 میں ضرب دیا ہے جس کا حاصل مساوی ہے۔ سال مطلوب 1272 کا۔

ہماری رائے میں الفاظ مصرع چہارم اس کے متقاضی ہیں کہ (آہ حسرت) کے اعداد تاریخ میں محسوب ہوں۔ لیکن شمار تاریخ میں صرف (آہ) کے عدد محسوب ہوئے ہیں اور یہ نازک بات شائقین فن جمل کو ملحوظ خاطر رکھنا چاہیئے۔

(۸) صنعت اعجام

اعجام زبان عربی کا لفظ ہے جس کے مرادی معنی نقطہ دار حروف سے کام لینے کے ہیں صنعت اعجام فن جمل میں اس مادۂ تاریخ کا نام ہے جس میں یا تو صرف حروف معجمہ میں لکھا جائے یا مہملہ کو چھوڑ کر صرف معجمہ سے تاریخ حاصل کی جائے قطعات تواریخ ذیل آخری صورت کی مثال ہیں۔

تاریخ وفات شاعر فوقیا نام از جناب باقر گیلانی در صنعت اعجام

سال تاریخ گفت گیلانی   بود در خلق فوقیا فائق

ب۔ خ۔ ق۔ ف۔ ی۔ ف۔ ی۔ ق کے اعداد سے 1082ھ حاصل ہوتا ہے۔

تاریخ تعمیر بیت العزائے اہل بیت اطہرؑ طبعزاد جناب مرزا محمد جعفر۔ اوجؔ۔ لکھنوی

ساخت چوں ناموش آغا حید جنت مکاں   ایں معلیٰ بارگاہ بادشاہ کربلا

حرف منقوطی شمودہ اوج تاریخش نوشت   شد بنا بیت العزائے اہل بیت مصطفےٰؐ

حروف معجمہ ش۔ ب۔ ن۔ ب۔ ی۔ ت۔ ز۔ ی۔ ب۔ ی۔ ت۔ ف۔ ی۔ سے سال مطلوب 1282ھ حاصل

ہوتا ہے۔

(۹) صنعت اہمال

حروف مہملہ سے تاریخ حاصل کرنے کو صنعت اہمال کہتے ہیں۔ اس صنعت کو مورخین نے دو طرح پر استعمال کیا ہے۔ بعض نے مادہ تاریخ کو تمامتر حروف مہملہ سے لکھا ہے اور بعض نے مادّہ سے صرف حروف مہملہ کو محسوب کر کے حاصل کی ہے۔

تاریخ ذیل جناب **عنایت** حسین بلگرامی کی **طبع**زاد ہے جو **جمل صغیر د وسیط لکھی گئی** ہے اور مادہ تاریخ کا سالم مصرع صنعت اہمال کی پہلی قسم ہے۔

خدیو داد گر سلطان عالم ظل سبحانی — چوں از فضل الٰہی یافت اکنوں صحت کامل
سنش در قطعہ بے نقط اندر مصرع آخر — بخواں در بینات و در زبر بے بیش و کم ایدل
بیکدر بینات آمد دگر سنہ در زبر بیدا — بطرز سہل آوردم بنظم ایں صنعت مشکل
کسے گر زیں نمط شعری تواند گفت بسم اللہ — بشاگردی او خط مید ہم اے خسرو عادل
سحر گاہم دعا الحمد اللہ کارگر آمد — کہ آمد سرور اسلام را آرام دل حاصل
معًا در مصرع مدح ملک اعداد سال آمد — سرو سردار دہر اہل [۱۲۶۹] کمال و مالک عادل

(۱) مصرع آخر کے زبر میں بھی سنہ 1269 موجود ہے اور بینات سے بھی 1269 حاصل ہوتا ہے۔ صراحت ہم نے نقشہ ذیل میں کی ہے۔

زبر	س	ر	و	س	ر	د	ا	ر	د
اعداد	60	200	6	60	200	4	1	200	4
بینات	ین	ا	او	ین	ا	ال	لف	ا	ال
اعداد	60	1	7	60	1	31	110	1	31

زبر	ہ	ر	ا	ہ	ل	ک	م	ا	ل
اعداد	5	200	1	5	30	20	40	1	30
بیّنات	ا	ا	لف	ا	ام	اف	یم	لف	ام
اعداد	1	1	110	1	41	81	50	110	41

زبر	و	م	ا	ل	ک	ع	ا	د	ل
اعداد	6	40	1	30	20	70	1	4	30
بیّنات	او	یم	لف	ام	اف	ین	لف	ال	ام
اعداد	7	50	110	41	81	60	110	31	41
میزان حروف زبر	1269				میزان حروف بینات	1269			

تاریخ ذیل جناب مرزا محمد جعفر اوجؔ لکھنوی کی طبعزاد ہے جو کسی بزرگ کی رحلت پر بصنعت اہمال قسم دوم میں لکھی گئی۔

گفتم بحروف مہملہ سال　　　درقصر ارم نمود آرام

1037

(۱۰) صنعت مسروری و ملفوظی و مکتوبی

صنعت مسروری وہ صنعت ہے جو صرف حروف مسروری کے شمار کرنے سے مادّہ تاریخ پیدا کرے۔

حروف مسروری بقول صاحب ہفت قلزم ب۔ ت۔ ث۔ ح۔ خ۔ ر۔ط۔ظ۔ ف ھ۔ ی ہیں جن کے تلفظ میں صرف الف ان کے ساتھ زیادہ کیا جاتا ہے۔ اسی طرح ا۔ ج۔ د۔ ذ س۔ ش۔ ص۔ ض۔ ع۔ غ۔ ق۔ ک۔ ل۔ کا نام حروف ملفوظی ہے۔ اور م۔ ن۔ و، کو صاحب ہفت قلزم نے مکتوبی نام رکھا ہے۔ پس مادّہ تاریخ صرف حروف ملفوظی یا مکتوبی میں لکھا جائے تو اس کو صنعت ملفوظی یا مکتوبی کہتے ہیں۔ ایک شادی کی تقریب پر ہم نے تاریخ ذیل صنعت مسروری میں لکھی ہے جو ہدیہ ناظرین کی جاتی ہے۔

در صنعت مسروری گفتم سنہ شادی　　　　خورشید فلک راشد مسعود قران ماہ
1395ھ

مصرع آخر سے ہم نے صرف خ۔ ر۔ ط۔ ف۔ ر۔ ر۔ ہ کو محسوب کیا ہے۔ اور اس مصرع میں حروف مسروری یہی ہیں۔

(۱۱) صنعت تحریک

صنعت تحریک وہ صنعت ہے کہ مادّہ تاریخ کے صرف حروف متحرکہ کے عدد شمار کئے جائیں اور ساکن حروف کو چھوڑ دیں۔ جیسا کہ جناب تمیزؔ شاگرد مرزا جلالؔ نے ایک تصنیف کی تاریخ لکھی ہے۔

میرے استاد نے حقیقت میں　　　　یہ رسالہ لکھا عجیب و غریب
فکر تاریخ اے تمیزؔ جو کی　　　　مادّہ مل گیا عجیب و غریب
متحرک حروف کو جو لیا　　　　ہوئی تاریخ کیا عجیب و غریب
1293ھ

جناب تمیزؔ نے اس مادّہ تاریخ سے صرف ک۔ ع۔ ج۔ غ۔ ر کو محسوب کیا ہماری رائے میں واؤ بھی محسوب ہونا تھا۔ اس لئے کہ اس کا شمار اس مصرع میں حروف متحرکہ میں ہوگا نہ کہ ساکنہ میں۔ صاحب افادہ،　　　نے بھی اس صنعت کا ذکر فرمایا ہے۔ اس کے موجد اور مخترع غالباً اہل ہند ہیں۔

(۱۲) صنعت تسکین

صنعت تسکین، صنعت ماضیہ کا عکس ہے یعنی صرف حروف ساکنہ سے تاریخ حاصل کرنے کو صنعت تسکین کہتے ہیں۔ ہماری رائے میں غالبًا یہ صنعت بھی طبّاع مورخین ہند کی ایجاد ہے۔ کلام عرب و عجم میں اس کی کوئی مثال نہیں ملی۔ ایک مورّخ دکن نے اس صنعت میں کیا خوب تاریخ لکھی ہے۔

جہاں سے چلا بندہ نیک ذات — کرم اس پہ کرا ے غفور الرحیم
ملی حرف ساکن سے تاریخ فوت — خدا بخش کو بخشدے اے کریم

اس مادّہ تاریخ میں جو سنہ عیسوی میں لکھا گیا ہے صرف حروف ساکنہ یعنی۔ ا۔ خ ش و خ۔ ش۔ ی۔ ی۔ ی۔ م۔ کے عدد محسوب ہوئے ہیں جو مساوی ہیں 1877ء عیسوی کے مادّہ تاریخ حروف ساکن سے حاصل ہوتا ہے۔ مورّخ نے حروف ساکن کا اشارہ کیا ہے

(۱۳) صنعت مفردہ و مرکبہ

صنعت مفردہ وہ صنعت ہے جو صرف مفرد حروف سے تاریخ حاصل کرتی ہے اسی کو صنعت منفصل بھی کہتے ہیں۔ اور صنعت مرکبہ وہ جو حروف مرکبہ سے پیدا کرے جس کو اہل عجم نے صنعت متصل بھی کہا ہے۔ اس کے موجد مورخین عجم ہیں۔ مولانا وحشی یزدی نے مثنوی ناظر و منظور کی تاریخ ایک مصرع میں چار صنائع سے حاصل کی ہے۔ اور وہ یہ ہے۔

کتاب ناظر و منظور ہیں کہ ہر بیتش — ز آسماں کمال ست آیتے منزل
چوں در سرِ دولت و اقبال میر سد بنظام — ازیں کتاب کہ در بے مثالیست مثل
سزد کہ از پئے تاریخ نظم وے گویم — دہی نظام در درج درس درج دول
گرہ کشائے خیالم ز مصرعے کہ گزشت — چہار عقدۂ تاریخ می کند منحل
یکے ز جملہ حروفے کہ داخل نقط است — دوم از انچہ درونیست لفظ را مدخل
سوم ازاں کلماتے کہ واصل اند بہم — چہارم آنکہ در آیند عکس آں بعمل

(۹۶۶)

منقوط حروف مادّہ تاریخ میں ی ن ظ ج ج ہیں ان کے اعداد 10+50+900+3+3 مساوی ہیں 966 کے اور یہی سنہ مطلوب ہے۔ غیر منقوط حروف دہ ام در در

ورس درد دل ہیں ان کے اعداد کا مجموعہ 4+5+1+40+4+4+200+4+2.00+
4+200+60+4+200+4+6+30 مساوی ہے 966 کے اور یہی سنہ مطلوب ہے
حروف متصلہ یعنی مرکبہ کے الفاظ (ہے۔ نظا) سے ہ۔ ی۔ ن۔ ظ۔ ا۔ حاصل ہیں
جن کے اعداد 5+10+50+900+1 مساوی ہیں 966 کے اور یہی سنہ مطلوب ہے
حروف منفصلہ یعنی مفردہ۔ د۔م۔ د۔ ر۔ د۔ ر۔ ج۔ د۔ ر۔ س۔ د۔ ر۔ ج۔ د۔ و۔ ل کے
اعداد 4+40+4+200+4+200+3+4+200+460+200+3+4+6+
30 مساوی ہیں 966 کے اعداد اور یہی سنہ مطلوب ہے۔

یہ بے بہا تاریخ نہ صرف اس خاص صنعت کی مثال ہے بلکہ صنائع گزشتہ سے صنعت نمبر 8۔ ابہام اور صنعت نمبر 9۔ ابہال کی بھی مثال ہے نیز اس کو مجمع الصنائع کی بھی تمثیل خیال کرنا چاہیئے جس کا بیان آگے آئے گا۔

(۱۴) صنعت تعریب

صاحب ملخص تسلیم نے اس کا ذکر کیا ہے۔ یہ وہ صنعت ہے کہ مادّہ تاریخ کے کل الفاظ میں اتحاد اعراب کی پابندی کی جائے یعنی یا تو مادّہ کے کل الفاظ مفتوح ہوں یا مکسور یا مضموم ہماری رائے میں یہ بھی ممکن ہے کہ شعر یا اشعار سے صرف مفتوح الفاظ لیں جن سے تاریخ نکلے یا صرف مکسور و مضموم الفاظ ہی سے تاریخ حاصل کی جائے

ایک بزرگ نے اس صنعت میں خود اپنے دیوان کی تاریخیں لکھی ہیں جن کو ہم نے صاحب ملخص تسلیم سے نقل کیا ہے۔

جو سلطان مطالع کا ہے جب وہاں سے — یہ دیواں سارا ہمارا چھپ آیا
برا یا بھلا الغرض ہے یہ جیسا — جگر کا لہو دل کا پیارا چھپ آیا
خطا اپنی اور سہو کاتب کا جو تھا — گوارا دیا ناگوارا چھپ آیا
مناسب یہ جانا کہ تاریخ لکھوں — لبوں کا محب دل کا پیارا چھپ آیا
قبول اس کی تاریخ بہر فتح کرکے — خطا کار کا قول سارا چھپ آیا

1272ھ

ولہ تاریخ دیگر بقید کسو

صد شکر کہ دیوان یہ مطبوع ہوا — تعجیل ہوئی لگی نہ اس میں کچھ دیر

ہر بیت محب کی خانۂ دل میں بسی — ہر مصرع ہو گیا عدو کو شمشیر
ہاتف نے ندا یہ دی کہ تاریخ تو لکھ — صنعت کی طرف توسن خامہ کو پھیر
جب غیب سے یہ حکم ہوا مجھ کو قبول — چاہا حرکت نہ آئے کوئی جزر زیر
ناگاہ میرے سینہ سے آئی آواز — دل کی اقلیم کس نے کی شعر سے زیر
1272ھ

ولہ تاریخ دیگر بقید ضمہ

این نظم شیریں آنقدر شد رو بروئیش شہد شور — روشن نگاہ دوستاں چشم حسوداں باد کور
ہر کس چشید شیریں بیش مشہور گردد شہد خور — در قید ضمہ سال ہیں از حسن ولطف نور و شور
1272ھ

تاریخ سوم کے عدد 956 حاصل ہوتے ہیں ہم خیال کرتے ہیں کہ شاید غلطی کتابت کی وجہ سے کوئی لفظ غلط چھپا ہو۔

(افادہ) تاریخ دوم وزن رباعی پر ہے جس میں متاخرین اور متقدمین نے چار مصرعوں سے زائد لکھنا پسند نہیں فرمایا اور قواعد عروض کی رو سے پہلے مصرع میں قافیہ ہونا شرط ہے

(۱۵) صنعت ازدواج

صنعت ازدواج وہ صنعت ہے جس میں ایک شعر کے پہلے مصرع سے حروف منقوطہ لیں اور اسی شعر یا دوسرے شعر کے پہلے یا دوسرے مصرع سے حروف مہملہ لیں اور دونوں کے اعداد مجموعی سے سنہ مطلوب حاصل کریں یا

انھیں دونوں متذکرہ بالا مصرعوں سے حروف مفردہ و مرکبہ لے کر ان کے اعداد سے تاریخ نکالیں یا انھیں دونوں متذکرہ صدر مصرعوں سے حروف ساکنہ و متحرکہ یا حروف مسروری و ملفوظی یا حروف ملفوظی و مکتوبی یا حروف مسروری و مکتوبی لے کر ان کے اعداد سے تاریخ نکالیں۔

اس صنعت کے موجد مورخین عجم ہیں۔ بابر بادشاہ کی وفات کی تاریخ سنجر اصفہانی نے لکھی جس میں صنعت ترصیع کے سوا (جس کا بیان آگے آئے گا) صنعت ازدواج اور اعجام اور اہمال بھی ہے اور اسی تاریخ کو مجمع الصنائع بھی کہہ سکتے ہیں۔ اور وہ یہ ہے۔

بادشاہ دہر بابر باکمال عدل بود — واقف احسان عالم مصدر لطف اِلٰہ
937ھ — 937ھ
سال جان او گزیدن جا بفردوس بگوئے — جائے فردوس ابد بگزیدہ بابر بادشاہ
937ھ — 937ھ

اس قطعہ تاریخ میں (۱) صنعت ترصیع ہے یعنی ہر مصرع کے اعداد مجموعی سے سنہ مطلوب حاصل ہوتا ہے

(۲) دوسرا لطف یہ ہے کہ شعر اول کے مصرع اول سے حروف مہملہ لئے جاویں اور اسی شعر کے مصرع ثانی سے حروف معجمہ تو دونوں کے مجموعۂ اعداد سے بصنعت ازدواج سنہ مطلوب حاصل ہوتا ہے ۔

م	ک	ا	ر	ا	ر	ہ	د	ہ	ا	د	ا	حروف مہملہ مصرع اول، حروف معجمہ مصرع ثانی شعر اول
40	20	1	200	1	200	5	4	5	1	4	1	
.	ف	ن	ف	ق	د	و	ل	د	ع	ل	ا	
.	80	50	80	100	4	6	30	4	70	30	1	

(۳) تیسرا لطف یہ ہے کہ شعر اول کے پہلے مصرع سے حروف منقوطہ لیں اور اسی شعر کے مصرع ثانی سے حروف مہملہ تو دونوں کے مجموعہ اعداد سے سنہ مطلوب حاصل ہوتا ہے۔

ع	ا	س	ح	ا	ا	و	ب	ب	ب	ب	ش	ب	حروف منقوطہ مصرع اول، حروف مہملہ مصرع ثانی شعر اول
70	1	60	8	1	1	6	2	2	2	2	300	2	
.	ہ	ل	ا	ط	ل	ر	د	ص	م	م	ل	ا	
.	5	30	1	9	30	200	4	90	40	40	30	1	

(۴) چوتھا لطف یہ ہے کہ شعر دوم کے دونوں مصرعوں سے حروف معجمہ لیں تو ان کے مجموعۂ اعداد سے بصنعت انجام سنہ مطلوب حاصل ہوتا ہے۔ میزان اعداد ۹۳۷

حروف معجمہ مصرع اول و دوم شعر ثانی											
ج	ن	ز	ی	ن	ج	ب	ف	ش	ب	ی	
3	50	7	10	50	3	2	80	300	2	10	937
ج	ی	ف	ب	ب	ز	ی	ب	ب	ب	ش	میزان اعداد
3	10	80	2	2	7	10	2	2	2	300	

(۵) پانچواں لطف یہ ہے کہ شعر دوم کے دونوں مصرعوں سے صرف حروف مہملہ لیں تو ان کے مجموعی اعداد سے بصنعت اہمال سال مطلوب حاصل ہوتا ہے

حروف مہملہ مصرع اول و دوم شعر ثانی																
س	ا	ل	ا	ا	و	ک	د	ا	ر	د	و	س	ک	و	.	
60	1	30	1	1	6	20	4	1	200	4	6	60	20	6	.	937
ا	ر	د	و	س	ا	د	ک	د	ہ	ا	ر	ا	د	ا	ہ	میزان
1	200	4	6	60	1	4	20	4	5	1	200	1	4	1	5	

(۱۴) صنعت معکوس

صنعت معکوس وہ صنعت ہے کہ جب مادّہ کے حروف کو الٹ دیں تو صوری سنہ ظاہر ہو۔ جب نواب سہراب معزول ہوئے تو کسی استاد نے اس واقعہ کی تاریخ لکھی۔ ع۔ کیا چرخ نے نوابی سہراب کو الٹا۔ اگر نوابی سہراب کے حروف کو

الٹ دیں تو بارہ سو بادن کے الفاظ حاصل ہوتے ہیں اور یہ نہایت لطیف اور دقیق صنعت ہے۔ لیکن اس کو فن جمل سے کوئی تعلق نہیں ہے بدیں لحاظ کہ تاریخ کے اقسام میں صوری تاریخ کا ذکر ہوا

(۱۷) صنعت مسجع

معزز ناظرین کتاب غالباً صنعت سجع سے واقف ہیں جو بدائع بلاغت کی ایک قسم ہے یعنی کسی شخص کے نام کو کسی فقرہ یا مصرع میں اس طرح لانا کہ اس فقرہ یا مصرع کے معنوں کے لحاظ سے وہ نام عَلَم کے طور پر مستعمل نہ ہو۔ اہل جمل نے اس صنعت سے صنائع تاریخ میں بھی کام لیا ہے جیسا کہ کسی استاد نے میر الٰہی بخش کی رحلت کی تاریخ مصرع ذیل ع آلٰہی بخش دے اپنے کرم سے (1322) سے حاصل کی ہے۔ اور اسی تاریخ میں صنعت بسط غوری بھی ہے۔ جس کا بیان بضمن بیان دلبسط، آئے گا۔

اس تاریخی مصرع میں (الٰہی بخش) کا نام عَلَم کی حیثیت سے نہیں مستعمل ہوا بلکہ اجزاء عَلَم اپنے خاص معنوں میں مستعمل ہے۔

ہم نے بھی اس صنعت میں اپنے دوست میر قربان حسین مغفور کی رحلت پر ایک تاریخ لکھی ہے جس کو ذیل میں ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔

یوم عاشورہ زد نیا شد رواں   مومن ذاکر ثنا خوان حسینؑ
گفت تاریخش ولائے درد مند   نعمت جاں کرد قربان حسینؑ
1319ھ

(۱۸) صنعت ترصیع

ترصیع زبان عربی کا لفظ ہے بقول صاحب منتہی الارب بمعنی درنشاندن جواہر در چیزے و اندازہ کردن ویافتن و ترتیب نیک درست درنشاندن چیزے وشادمانی وخوشدلی کردن وسخن رانجش بخش کردن و ہر کلمہ بہ مقابلہ خود در وزن وردی یکساں۔ اصطلاح اہل جمل میں صنعت ترصیع اس صنعت کا نام ہے جو ایک قطعہ یا قصیدے یا مرثیے یا عبارت وغیرہ کے ہر رکن یا ہر مصرع یا جملہ سے ایک ہی سنہ یا مختلف سنین کے مادّے پیدا کرے۔ اکثر محققین واستادان جمل

نے اس صنعت میں تاریخیں لکھی ہیں۔

یہ صنعت متاخرین عجم کے اختراعات سے ہے۔ باقرؔ گیلانی۔ سنجرؔ طہرانی۔ ذکیؔ مرآدبادی۔ قدرؔ بلگرامی۔ معنیؔ حیدرآبادی وغیرہ نے اکثر تاریخیں اسی صنعت میں لکھی ہیں اس لئے ہم نے اس موقعہ پر عرض مکرر کی ضرورت نہیں سمجھی۔

(۱۹) صنعت ذو تاریخیں

یہ وہ صنعت ہے جو ایک مادّہ سے دو تاریخیں پیدا کرے۔ بعض نکتہ پروروں نے دو تاریخی ایک مصرع کو صنعت ذو تاریخیں کہا ہے۔ جیسے دو بھائیوں کی موت کی تاریخ (جنھوں نے دو سنوں میں رحلت کی) کسی استاد نے لکھی ہے۔ ؎ داغ جگر آں داین بود داغ دگر
1229 1228

لیکن ہم کو اس سے اتفاق نہیں ہے۔ اس مصرع کو مصرع ذو تاریخیں کہنا تو غلط نہیں ہے لیکن صنعت ذو تاریخیں میں یہ داخل نہیں ہے جس میں ایک ہی مادّہ سے دو مختلف تاریخوں کا نکلنا شرط ہے۔ جیسا کہ پنڈت نبیح ناتھ مالک مطبع ثمر ہند نے کلیات منیر کے طبع کا ایک تاریخی دہرہ لکھا ہے۔ جس میں دُہری تاریخ ہے۔ اور وہ یہ ہے۔

وگ کلیات منیر شر۔ رہت شتر من ہار ؎ بت سر رس گن گرہ شش رس نو رب مشست وہار

1285 ف | 1801 ساکی | 1936 سمت | 1296 ہجری

سن فصلی ساکی بھرت سر دداہن جگت ؎ ہوت عیسوی انت میں ہجری پانچواں اُکت
12

ترجمہ

اطراف دنیا میں منیر کا کلام مثل تیر کے پہنچ گیا۔ اور اس سے کل دشمنوں کا دل چھوٹ گیا یعنی وہ من ہار گئے۔ یہ بات سمت 1936- 1296 ہجری میں واقع ہوئی۔

سنہ فصلی اور ساکی نکلتا ہے اور دواہن کے 12 عدد ملنے سے عیسوی سنہ اور پانچواں سنہ ہجری حاصل ہوتا ہے۔

(شرح تاریخ)

وگ کلیات منیر شر کے اعداد جمل سے سنہ 1285 فصلی حاصل ہوتا ہے۔ رہت شتر من ہار کے اعداد جمل سے ساکی سنہ 1801 نکلتا ہے۔ بت سر رس گن گرہ شش میں بت سر سمت کے معنوں میں ہے اور بموجب قاعدہ جمل سنسکرت یعنی جمل لفظی رس کے عدد (6) ہیں اور گن کے عدد (3) اور گرہ

کے عدد (9) اور ششن یعنی چاند کا عدد (1) جس کا مجموعہ بقاعدہ صنعت مقطعات ترتیبی 1936ہے یعنی سنہ سمت اور پھر اسی عبارت بت سر رس گن گرہ ششن کے اعداد حروف بحساب جمل حرفی جمع کریں تو اس سے 1867حاصل ہوتے ہیں اور مصرع سوم کی ہدایت کے لحاظ سے دواہن کے 12عدد کا تدخلہ اس میں کریں تو 1879عیسوی سنہ حاصل ہوتا ہے یعنی یہ فقرہ صنعت ذوتاریخیں میں لکھا ہے۔ رس نورب شت وہار میں بموجب قاعدہ جمل لفظی مروجہ سنسکرت رس کے عدد 6 ہیں اور نو سے نون گرہ۔ رب بمعنی سورج کے بار اراس ہیں اور شت بمعنی 100 پس رب شت کے معنی بارہ سو 1200 ہیں۔ صنعت مقطعات ترتیبی سے 1296ہجری حاصل ہوتا ہے۔ لفظ دہار برائے بیت ہے۔

ہم نے اس کتاب کی تاریخ بھی اس صنعت ذوتاریخین میں لکھی ہے۔ جو اس موقع پر ہدیہ ناظرین کی جاتی ہے۔

شد پایۂ ایں کتاب در خلق بلند ۔۔۔ قدرش ز اندازۂ خیالم دہ چند
یک مصرع سال او دو تاریخ آورد ۔۔۔ شد طبع غرائب الجمل ملک پسند

سالم مصرع میں سنہ عیسوی 1908ہے اور صرف غرائب الجمل میں سنہ فصلی 1317

(۲۰) صنعت مراتب

مراتب اعداد سے تاریخ کو مخصوص کرنے کا نام صنعت مراتب ہے یعنی صرف احاد یا صرف عشرات یا صرف مآت یا صرف الوف سے تاریخ حاصل کریں۔

سنہ ہجری کے سالگرہ مبارک میں کسی حیدر آبادی شاعر نے ایک تاریخی قطعہ لکھا تھا جس میں اسی صنعت کا استعمال ہوا ہے یعنی صرف مآت سے تاریخ حاصل کی گئی ہے اور وہ یہ ہے۔

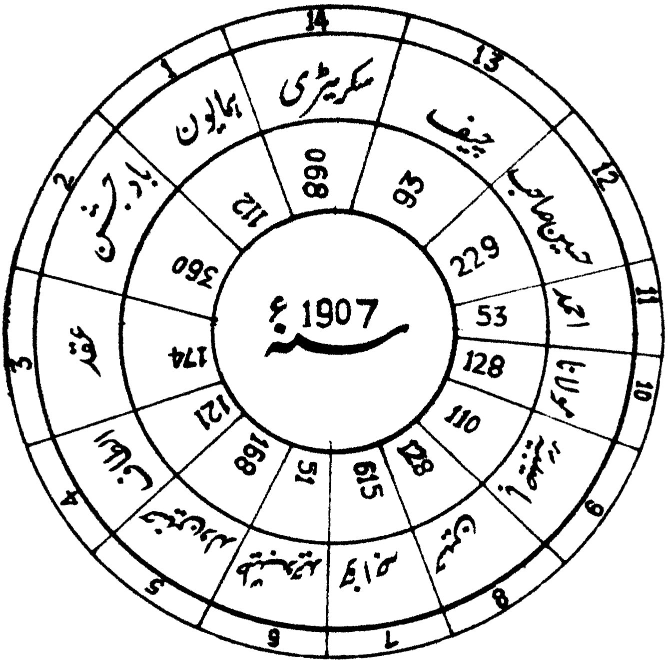
پھر آج جشن سالگرہ ہے حضور کا ۔۔۔ کل جس طرح تھی دھوم زمانے میں پار سال
سنتے ہیں سیکڑوں کی زباں سے یہی دعا ۔۔۔ قائم ہمارے سر پہ رہو تم ہزار سال (۱۳۰۰ھ)

(افادہ) مورخ نے سیکڑوں سے مآت کا اشارہ تو کر دیا ہے لیکن تاریخی اشارہ صراحت کے ساتھ نہیں ہے۔ محتاط مورخین کو ہمیشہ اس بات کا لحاظ رکھنا چاہیئے کہ مصرع ثالث میں بالضرور کوئی ایسا اشارہ کیا کریں جس سے معلوم ہو سکے کہ یہ تاریخ ہے۔ بادی النظر میں یہ قطعہ صرف دعائیہ معلوم ہوتا ہے۔

(۲۱) صنعت دائرہ

صنعت دائرہ ایک عجیب صنعت ہے جس سے بے شمار تاریخیں نکلتی ہیں۔ دائرہ میں چودہ خانے ہوتے ہیں اور ہر ایک خانہ میں ایک لفظ اور ہر لفظ کے ذیلی خانہ میں اس کا عدد لکھا جاتا ہے۔ ان خانوں سے کسی ایک خانہ کو مبدا قرار دیا جائے اور کوئی ایسا عدد دل میں فرض کیا جائے جو 1 - 14 - اور 14 کے اضعاف (پہاڑوں) اور نیز ۱۵ کے سوا ہو بعد ازاں عدد مفروض کو دیکھا جائے اگر وہ طاق ہے تو اسی خانہ مبدا سے جس کو آپ نے تجویز کیا ہے عدد مفروض کے موافق شمار کیا جائے۔ اور جس خانے پر شمار ختم ہو اس کے مندرجہ اعداد کو ایک کاغذ پر لکھ لیا جائے اور پھر اسی خانہ کو ملا کر عدد مفروضہ کے مطابق شمار کیا جائے۔ پھر جس خانہ پر شمار ختم ہو اس کے اعداد کو اسی جدا گانہ کاغذ پر لکھ جائے اسی طرح شمار اس وقت تک جاری رکھا جائے جب تک شمار کا اختتام خانہ مبدا پر نہ ہو پھر ان اعداد کو جو جدا گانہ کاغذ پر لکھے گئے ہیں۔ جمع کر لیا جائے تو ان کا مجموعہ سنہ مطلوب ہوگا۔ اگر عدد مفروضہ جفت ہو تو خانہ مبدا سے شمار کا آغاز کرنا چاہیئے اور جس خانہ پر شمار ختم ہو اس کے عدد کو جدا کاغذ پر لکھ لینا چاہیئے۔ اور پھر اس کے بعد کے خانہ سے شمار ختم کرنا چاہیئے اور عدد حاصلہ کو اسی کاغذ جدا گانہ پر لکھنا چاہیئے اور پھر شمار کا آغاز اس کے بعد کے خانہ سے ہونا چاہیئے یہی سلسلہ اس وقت تک جاری رہے گا جب تک کہ سلسلۂ شمار کا اختتام خانہ مبدا کے ماقبل پر ہو۔ پس میزان اعداد مذکور سے سنہ مطلوب حاصل ہوگا۔

ہمارے مہربان جناب منشی فاضل و مولوی فاضل محمد یحیٰی قاصدؔ تخلص نے بتقریب عقد نکاح صاحبزادی جناب مولوی احمد حسین ایم۔ اے۔ بی ایل (معتمد سرکار نظام دام اقبالہم و چیف سکریٹری سرکار عالی) ایک تاریخ اسی صنعت میں لکھی ہے جس کو ہم ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔ اور وہ یہ ہے۔



اس دائرہ سے تاریخ حاصل کرنے کے لئے ہم نے ایک عدد فرض کرلیا اور
وہ (5) ہے۔ (ظاہر ہے کہ یہ عدد ان مستثنیات کے سوا ہے جن کا ذکر اوپر ہوا ہے)
پھر اس دائرہ کے خانوں سے ہم نے کسی ایک خانہ کو مبدأ قرار دیا اور وہ خانہ 14
ہے بایں وجہ کہ ہمارا مفروضہ عدد (5) طاق ہے۔ ہم نے اسی خانہ 14 سے شمار کا آغاز کیا
اور پانچ کا شمار خانہ 4 پر ختم ہوا جس کے عدد 121 ہیں۔ ان اعداد کو ہم نے ایک جداگانہ
کاغذ پر لکھ لیا۔

پھر شمار کا آغاز اسی خانہ 4 سے کیا تو 5 کا شمار خانہ 8 پر ختم ہوا اور اسی خانہ کے
اعداد 128 ہیں جن کو ہم نے جدا کاغذ پر لکھ لیا۔

پھر شمار کا آغاز اسی خانہ 8 سے کیا تو 5 کا شمار خانہ 12 پر ختم ہوا جس کے اعداد
229 ہیں جن کو ہم نے جدا کاغذ پر لکھ لیا۔

پھر شمار کا آغاز اسی خانہ 12 سے کیا تو 5 کا شمار خانہ 2 پر ختم ہوا اور اسی خانہ کے
اعداد 360 کو ہم نے اسی جدا کاغذ پر لکھ لیا۔

پھر شمار کا آغاز اسی خانہ 2 سے کیا تو 5 کا شمار خانہ 6 پر ختم ہوا جس کے اعداد 51 ہیں اور ان اعداد کو اسی جداگانہ کاغذ پر لکھ لیا۔

پھر شمار کا آغاز اسی خانہ 6 سے کیا تو 5 کا شمار خانہ 10 پر ختم ہوا جس کے اعداد 128 ہیں ان اعداد کو اسی جداگانہ کاغذ پر لکھ لیا۔

پھر شمار کا آغاز اسی خانہ 10 سے کیا تو 5 کا شمار خانہ 14 پر ختم ہوا جس کے اعداد 890 ہیں پس ان اعداد کو جداگانہ کاغذ پر لکھ لیا۔

اب آئندہ شمار کی ضرورت نہیں ہے اس لئے کہ شمار کا اختتام اسی خانہ ۱۴ پر ختم ہوا ہے جس سے ہم نے آغاز شمار کیا تھا اور یہی ہمارا مبدأ ہے۔ اب ہم نے ان اعداد کی میزان دی جو جدا کاغذ پر لکھے گئے ہیں اور وہ یہ ہیں۔

121 + 128 + 229 + 360 + 51 + 128 + 890 = 1907 اور یہی سنہ مطلوب ہے

مخفی نہ رہے کہ عدد مفروضہ کے طاق اور جفت میں یہ فرق ہے کہ طاق کے گنتی کے آغاز میں خانہ منتہی کو بھی محسوب کیا جاتا ہے اور جفت کی گنتی میں خانہ منتہی کے بعد سے شروع ہوتا ہے۔

شائقین فن جمل کو معلوم ہونا چاہیئے کہ صنعت دائرہ دو ایسے مادہ ہائے تاریخ پر مبنی ہوتی ہے جن میں سے ہر ایک مادہ کے ۷ جزو ہوں پھر دونوں مادوں کے 14 اجزاء سے دائرہ کی خانہ پوری اس طرح کرنی چاہیئے کہ مادہ اول کا پہلا جزو ایک خانہ میں لکھنے کے بعد مادہ دوم کا دوسرا جزو دوسرے خانہ میں لکھیں پھر مادہ اول کا دوسرا جزو تیسرے خانہ میں اور مادہ دوم کا دوسرا جزو چوتھے خانہ میں پھر مادہ اول کا تیسرا جزو پانچویں خانہ میں اور مادہ دوم کا تیسرا جزو چھٹے خانہ میں یہی دور تسلسل آخر تک قائم رکھا جائے۔

ملاحظہ ہو دائرہ تمثیلی کے خانہ 1-3-5-7-9-11-13 کی میزان 1225 ہجری ہے اور اسی طرح خانہ 2-4-6-10-12-14 کی میزان 1908ء پس معلوم ہوا کہ اس دائرہ کے مجموعی 14 خانے دو مادہ تاریخ پر مبنی ہیں ایک ہجری دوسرا عیسوی جن کو اس صنعت نے بے شمار تاریخوں کا ماخذ قرار دیا ہے۔ جن میں سے بعض مادے عیسوی سنہ کے متعلق حاصل ہوں گے اور بعض ہجری کے متعلق۔

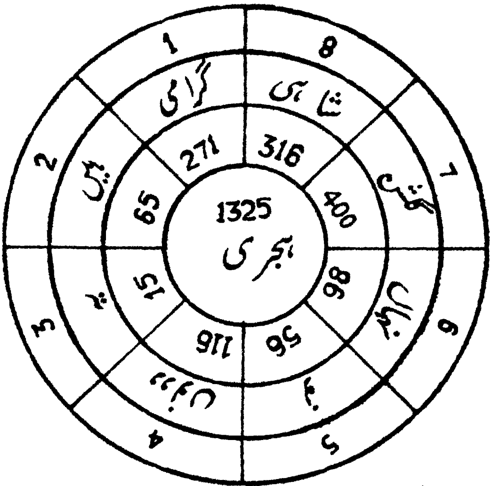
روشن خیال مورخ ایک دائرہ سے دو مختلف اقسام کے سنہ پیدا کر سکتا ہے۔ عیسوی اور ہجری ہی پر کچھ موقوف نہیں ہے اور ایک دائرہ میں متعدد صنائع سے کام لے سکتا ہے۔ جو کہ اہل بصیرت

اور روشن خیالوں کا حصّہ ہے۔

اور یہ بھی ممکن ہے کہ صرف 8 خانوں کا ایک ایسا دائرہ بنایا جائے جس کے آٹھوں خانہ میں (8) اعداد ہوں جس کسی خانہ سے آپ چاہیں شمار سے مطلوب حاصل کریں اس دائرہ ما بعد الذکر کا نام استادان فن نے دائرہ مثمنہ رکھا ہے اور اہل فن نے اس کو دائرہ اول الذکر پر ترجیح دی ہے اس لئے کہ اس کے عمل میں عدد مفروضہ کے لئے کسی استثنار کی ضرورت نہیں ہے جیسا کہ دائرہ اول الذکر میں 1 و 14 وغیرہ کا استثنار شرط ہے۔

ہم نے اس دائرہ مثمنہ میں شاہزادگان بلند اقبال حضرت آقائے ولی نعمت سرکار نظام خلد اللہ ملکہ و دولتہ کی تاریخ ولادت لکھی ہے جس کے مادّہ تاریخ کا مصرع

گرامی ہیں یہ دونوں نونہال گلشن شاہی۔ اس دائرہ میں تقسیم پاتا ہے اور قاعدہ مقررہ سے بے شمار تاریخیں اس سے حاصل ہوتی ہیں۔



اس دائرہ سے کثیر تاریخوں کے حاصل کرنے کا قاعدہ یہ ہے کہ ایک عدد فرضی تسلیم کریں جو دو صورتوں سے خالی نہ ہو یا تو طاق ہو گا یا جفت۔

پھر اسی دائرہ سے کسی ایک خانہ کو جس کو آپ کا جی چاہے مبدأ قرار دیں یعنی شمار اس خانہ مبدأ سے شروع کریں۔

اگر عدد مفروضہ طاق ہے تو برعکس طریقہ دائرہ اول الذکر شمار کا آغاز خانہ ما بعد (مبدأ) سے ہو گا

پس جس خانہ پر عدد مفروضہ کا شمار ختم ہوا اس خانہ کا عدد ایک کاغذ پر لکھ لیں پھر اس کے بعد کے خانہ سے شمار کا سلسلہ جاری کریں جس خانہ پر شمار ختم ہو اس کا عدد اسی کاغذ پر لکھے جائیں پھر اس کے بعد کے خانہ سے شمار کا سلسلہ جاری رکھیں یہ دور تسلسل اس وقت تک جاری رہے گا جب تک کہ شمار کی انتہا خانہ ماقبل مبدأ پر نہ ہو۔ پھر اس کے بعد ان کے بعد ان اعداد کو جو آپ الگ کاغذ پر لکھتے رہے ہیں جمع کریں۔ سال مطلوب حاصل ہو گا۔

اگر عدد مفروضہ جفت ہے تو شمار کا آغاز ہمیشہ اسی خانہ سے ہو گا جس خانہ پر شمار ختم ہوا ہے یہ دور شمار اس وقت تک جاری رہے گا جب تک شمار اختتام خانہ مبدأ پر نہ ہو۔

مثلاً ہم نے ایک فرضی عدد 5 قرار دیا اور نقشۂ بالا سے خانہ 3 کو مبدأ تجویز کیا اور بایں وجہ کہ عدد مفروضہ طاق ہے شمار کا آغاز خانۂ مابعد مبدأ یعنی خانہ 4 سے کیا تو 5 کا شمار خانہ 8 پر ختم ہوا اور اس کے عدد (316) محفوظ کئے گئے۔

پھر اس کے بعد کے خانہ سے آغاز شمار ہوا اور شمار کا اختتام خانہ 5 پر قرار پایا۔ جس کے اعداد (56) محفوظ کئے۔

پھر اس کے بعد کے خانہ سے آغاز شمار ہوا اور شمار کا اختتام خانہ 2 پر ہوا جس کے اعداد (65) محفوظ کئے گئے۔

پھر اس کے بعد کے خانہ سے آغاز شمار ہوا اور شمار کا اختتام خانہ 7 پر ہوا جس کے (400) محفوظ کئے گئے۔

پھر اس کے خانہ مابعد سے شمار کا آغاز ہوا اور اختتام خانۂ 4 پر ہوا جس کے اعداد (116) محفوظ کئے گئے۔

پھر اس کے خانہ مابعد سے شمار کا آغاز ہوا اور اختتام خانہ (1) پر۔ جس کے اعداد (271) محفوظ کئے گئے۔

پھر اس کے خانۂ مابعد سے شمار کا آغاز ہوا اور اختتام خانۂ 6 پر۔ جس کے اعداد (86) محفوظ کئے گئے۔

پھر اس کے خانۂ مابعد سے شمار کا آغاز ہوا اور اختتام خانہ 3 پر جو مبدأ ہے اور اس اعداد (15) محفوظ کئے گئے۔

اب شمار کی ضرورت نہیں ہے اس لئے کہ مبدأ پر اختتام ہوا پس ہم نے اعداد محفوظ کو جمع

کیا تو 316+56 + 65 + 400 + 116 + 271 + 86 + 15 مساوی ہیں 1325 کے اور یہی سنہ مطلوب ہے۔

اب ہم نے دوسرا عدد فرض کیا جو چھ ہے اور ظاہر ہے کہ یہ عدد جفت ہے اور مبدا خانہ 5 کو قرار دیا اور حسب قاعدہ متذکرہ بالا اسی خانہ سے شمار کا آغاز کیا تو 6 کا شمار خانہ 2 پر ختم ہوا جس کے اعداد (65) کو ہم نے محفوظ کیا۔

اور پھر اسی خانہ سے شمار کا آغاز کیا تو خانہ 7 پر شمار ختم ہوا جس کے اعداد (400) محفوظ کئے گئے۔

اور پھر اسی خانہ سے شمار کا آغاز کیا تو خانہ 4 پر شمار ختم ہوا جس کے اعداد (116) محفوظ کئے گئے۔

اور پھر اسی خانہ سے شمار کا آغاز کیا تو خانہ (1) پر شمار ختم ہوا جس کے اعداد (271) محفوظ کئے گئے۔

اور پھر اسی خانہ سے شمار کا آغاز کیا تو خانہ 6 پر شمار ختم ہوا جس کے اعداد (86) محفوظ کئے گئے

اور پھر اسی خانہ سے شمار کا آغاز کیا تو خانہ 3 پر شمار ختم ہوا جس کے اعداد (15) محفوظ کئے گئے

اور پھر اسی خانہ سے شمار کا آغاز کیا تو خانہ 8 پر شمار ختم ہوا جس کے اعداد (316) محفوظ کئے گئے

اور پھر اسی خانہ سے شمار کا آغاز ہوا تو خانہ 5 پر شمار ختم ہوا جس کے (56) ہیں چوں کہ شمار خانہ مبدا پر ختم ہوا لہذا اب شمار زائدہ کی ضرورت نہیں۔

پس ہم نے اعداد محفوظ کو جمع کیا تو 65 +400+116+271+86+ 15+316+ 56 مساوی ہیں 1325 کے اور یہی سنہ مطلوب ہے۔

اس دائرہ کی ترتیب جس پر ایک مصرع کے الفاظ کو تقسیم کیا گیا ہے محض مورخ کی روشنی طبع پر منحصر ہے کوئی خاص امر قابل بیان نہیں ہے۔ ایک تجربہ کار اور مشاق مورخ ان آٹھ الفاظ سے مادۂ تاریخ تجویز کر سکتا ہے جن سے یہ مقصد حاصل ہو۔

فن جمل استاد سے مستغنی نہیں ہے۔ ہماری رائے یہ ہے کہ اگر فن جمل کو صرف زور طبیعت سے بذریعہ کتاب سمجھنا چاہو تو مقصد حاصل نہ ہوگا۔ اس لئے کہ استادان فن نے بعض صنائع کے بیان کرنے میں طرز بیان کو آسان اور سریع الفہم الفاظ میں نہیں کیا اگرچہ ہم نے اپنی اس کتاب کی ہر ایک بحث میں حتی الامکان مربوط اور معمولی بول چال میں

سمجھانے کی کوشش کی ہے تاہم بعض صنائع کی تعریف تفہیم استاد کی محتاج ہے۔ اگر ہمارے اس خیال کے برخلاف کوئی طباع شخص اس کے سمجھنے میں امداد استاد کے بغیر کامیاب ہو جائے تو وہ الا ماشاء اللہ کا مصداق ہوگا۔ صنعت دائرہ کے موجد طباعان عجم ہیں۔

(۲۲) صنعت معمّا

معمّا زبان عربی کا لفظ ہے۔ صاحب غیاث اللغات فرماتے ہیں کہ معمّا بمعنی پوشیدہ شدہ وکور و نابینا و بقول صاحب لطائف مکان پوشیدہ اصطلاح میں وہ رمز و ایما جو کہ طبع سلیم کو پسند ہو۔ بعض صاحبان مصطلحات نے لکھا ہے کہ معمّا اس کلام کو کہتے ہیں جو بطرز رمز و ایما ایک ایسے کلام پر دلالت کرے جو بطریق تشبیہ یا قلب ہو۔ یا بحساب جمل معمّائے جمل سے وہ صنعت مراد ہے جس میں معمّے کے ساتھ تاریخ مادہ بھی ہو کہ جیسا شمس الدین فقیر نے ایک شادی کی تاریخ لکھی ہے۔

تاریخ بقانون معمّا گفتم خورشید قراں یافتہ باماہ تمام

1190ھ 30

ماہ سے بقاعدہ ترادف شہر مراد ہے اور ماہ تمام تیس دن کے مہینے کو کہتے ہیں تیس کا ترجمہ فارسی (سی) اور لفظ سی کے اعداد جمل ستر 70 ہیں پس ستر 70 کو اعداد خورشید 1120 پر بڑھانے سے 119 ہوتے ہیں اور یہی سنہ مطلوب ہے۔

بعض محققین نے لکھا ہے کہ مورخ کو صنعت معمّا سے احتراز کرنا اولیٰ ہے کیونکہ تاریخ کا اصل مقصد معمے کی بدولت فوت ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ اہل تحقیق نے فرمایا ہے کہ جمل میں صنعت کے موجد یہی بزرگ ہیں جن کی تاریخ اوپر لکھی گئی ہے۔

(۲۳) صنعت تکثیر

یہ وہ صنعت ہے جس کے ذریعہ سے مادہ تاریخ کے ارکان بدلتے ہیں اور 40320 مادّے ایک ہی مصرع تاریخی سے حاصل ہوتے ہیں۔ مولانا عبدالجلیل بلگرامی نے بتقریب جلوس محمد شاہ غازی اسی صنعت میں تاریخ لکھی ہے اور قاعدہ کو بھی منظوم فرمایا ہے۔

بحمداللہ بہار آمد جہاں سرسبز شد یکسر — بہ تخت سلطنت بنشست شاہنشاہ دیں پرور
محمد شاہ غازی بادشاہِ کشور احسان — بجائے ہمچو جمشید و بشانے ہمچو اسکندر
وجودش آیۂ رحمت نگاہش مایۂ عزت — بنامش زینت سکہ بذکرش رفعت منبر
بمیدانِ شجاعت دشمناں را تیغ سر افگن — بدیواں عدالت تشنگاں را موجۂ کوثر
من از بہر جلوس آں شہ اورنگ خورسندی — نوشتم مطلع پر نور ہمچوں مطلع خاور
ظل افشاں شد بہار خرمی زیں مژدہ رنگیں — بہر سو بلبلِ موزوں ترنم تہنیت گستر
برآید چل ہزار و سہ صد ابیات لطیف آری — برآں مجموع بست افزوں کن و دریاب ایں مظہر
شہ عادل مہ کامل یم سائل (778) جسم والا — 1140 بدل دانا بید دانا بجود (362) اولی ابجد اونیٰ
ازیں پیش از برائے تاریخ شاہی اندریں صنعت — بروں ناورد غواصی ز بحرے ایں چنیں گوہر
کتب موجود یارانِ مورخ ہر ہمہ حاضر — بدعوی گر عزیزے پیش آید وا کند دفتر
بود فال مبارک ایں ہمہ تکثیر اعدادش — بطول عمر شاہ دیں پناہ وسعت کشور
دعائے شاہ از عبدالجلیل واز ملک آمین — ہمیشہ باد روشن اختر شاہ جہاں پرور
اگر خواہی کہ استخراج ایں اعداد دریابی — بہرہا می کنم خاطر نشیں طبع دانشور
بود ترکیب ایں بیت طرب افروز شش ارکان — کہ در ارکان او ممکن بود تقدیم یک دیگر
پس از رکن سوم نسبت بہر دو شش صور گردد — کہ از ضرب سہ در دو بے تکلف شش بود اظہر
دریں شش بازچوں رکن چہارم را بضرب آری — برآید بست ابیات و چہار افزوں برو بنگر
بریں منوال گر ارکان باقی را بما قبلش — بضرب آری بایں اعداد بے شک می شود منجر
چوں تفصیل صور در دہ مجلد می تواند شد — ازیں رو کردہ ام مجمل مطلب رہنمون پے بر
اگر خواہی بخواہی ضبط تفصیل صور خواہی — دبیر چند چابک دست آرد کاغذ و مسطر
کہ من ایں نسخۂ رنگیں مرتب کردہ ام زیں رو — نشانے تا بود باقی بعالم تا دم محشر
الٰہی تا جہاں باشد شہ ما کامراں باشد — بہ تخت و تاج و عدل و داد و جود و بخشش اوفر

اس صنعت کا بھید صرف ارکان کا مساوی وزن ہے جن کے الٹ پھیر اور تقدیم و تاخیر سے وزن شعر میں فرق نہ آئے اعداد ارکان میں کوئی خاص قاعدہ مقرر نہیں ہے۔ ان کے اعداد جو کچھ بھی ہوں۔ تقدیم و تاخیر سے اصل مادّہ میں کوئی نقصان پیدا نہ ہوگا۔ کہا گیا ہے کہ عبدالجلیل بلگرامی پہلے شخص ہیں جنہوں نے اس صنعت میں تاریخ لکھی۔

(۲۴) صنعت تنقیط

صنعت تنقیط اس عمل کا نام ہے کہ مندرجہ ذیل حروف مہملہ کو جو مادّہ تاریخ میں واقع ہوں نقطہ دار فرض کر کے ان کے عدد محسوب کریں یعنی (ح) کو (خ) فرض کیا جائے اور (د) کو (ذ) (ر) کو (ز) (س) کو (ش) (ص) کو (ض) (ط) کو (ظ) (ع) کو (غ)۔ جس مصرع یا فقرہ یا لفظ کو مادّہ قرار دیا جائے گا اس کے مجموعی حروف سے صرف حروف متذکرہ بالا کو صنعت تنقیط کے ساتھ حساب میں شمار کیا جائے گا اور باقی حروف حساب میں داخل نہ ہونگے۔ بعضوں نے کہا ہے کہ باقی حروف بحال خود رہ کر حساب میں داخل ہوں گے۔ اس اختلاف کا تصفیہ جب تک نہ ہوئے اور جب تک ایک قاعدہ کے ہم پابند نہ ہو جائیں۔ صنعت تنقیط پر عمل نہ ہو سکے گا۔ کیونکہ یکسوئی لازم ہے لہذا ہم صورت اول کے پابند ہیں۔ اگر دو عمل قائم رکھی جائے تو ہر مادّہ کے ذیل میں اس کی صراحت کرنی ہوگی کہ فلاں طریقہ پر عمل ہوا ہے اور صرف صنعت تنقیط کا اشارہ کافی نہ سمجھا جائے گا اور صراحت کی احتیاج صنعت ناقص قرار دے گی اس لئے ہماری رائے یہ ہے کہ شائقین جمل اس صنعت کی تعریف میں صورت اول الذکر کے پابند رہیں۔

مندرجہ ذیل تاریخ اسی صنعت میں لکھی گئی ہے تمثیلاً ہدیہ ناظرین کی جاتی ہے۔

نوکری کھو کر بنے محتاط آپ — دشمنوں نے آپ کو جو کس کیا
کر دکھایا ایک تنکے کو پہاڑ — ان حریفوں نے تمھیں بے بس کیا
جو ہوا قاصد تیری امداد کا — دے کے جل بیرنگ اسے واپس کیا
پھنس گیا آفت میں بیچارہ غریب — گھر گیا حملوں میں اور بس بس کیا
صنعت تنقیط میں ہے اس کا سال — ایک کو نقطہ لگا کر دس کیا
1907

اس مصرع تاریخ میں صرف (ط) کے عوض (ظ) محسوب ہوئی ہے اور (ر) کے عوض (ز) اور (د) کے عوض (ذ) اور (س) کے عوض (ش) حروف معینہ سے صرف اسی قدر حروف اس مادّہ میں قابل تنقیط تھے۔

تمثیلی تاریخوں میں اگر محاورہ کی کوئی غلطی ہو تو ہم معذور ہیں مورّخ خود اس کے ذمہ دار ہیں ہم کو صرف مادّہ تاریخ کے تمثیل سے کام ہے۔

یہ صنعت صرف ہندیوں کی ایجاد ہے فارسی کی کوئی تاریخ اس صنعت میں ہماری نظر سے نہیں گزری۔

(۲۵) صنعت سلب نقطہ

صنعت سلب نقطہ حروف ذیل سے متعلق ہے یعنی اگر مادۂ تاریخ میں (ج) یا (خ) واقع ہو تو اس کا نقطہ سلب کر کے دونوں کے لئے (ح) کے عدد محسوب ہوں گے۔ اسی طرح (ذ) کو (د) فرض کرنا یا (ز) کو (ر) یا (ش) کو (س) اور (ض) کو (ص) یا (ظ) کو (ط) یا (غ) کو (ع) فرض کرنا صنعت سلب نقطہ میں داخل ہے۔ اس صنعت کے موجد اہل ہند ہیں سلب نقطہ کی کوئی تاریخ ہماری نظر سے نہیں گزری۔

بعض اہل فن نے ایک ہی مادہ میں دونوں صنائع کو جمع کیا ہے ایک عجمی شاعر نے اس صنعت میں کیا خوب تاریخ لکھی ہے اور وہ یہ ہے۔

نورالنساء بمہر علی ازدواج یافت ۔۔۔ نوشاہ را عروس بود حسن انتخاب

سلب نقطہ بصنعت تنقیط گشتہ سال ۔۔۔ بامشتری خجستہ بود وصل آفتاب

(تشریح) 1883ء

حروف اصلی	ش	ر	خ	ج	س	د	ص	
حاصل صنعت تنقیط و سلب نقطہ	س	ز	ح	ح	ش	ذ	ض	میزان
اعداد	60	7	8	8	300	700	800	1883

(۲۶) صنعت طلسمی

صنعت طلسمی ایک عجیب صنعت ہے جس کو کام میں لانے سے لوح طلسمی متعدد تاریخوں کو پیش کرتی ہے۔

اکیس مدارج اور مراتب کے ایک نقشہ کا نام لوح طلسمی ہے جس کے ہر ایک خانہ میں مفردات و مرکبات سے خانہ پری کی جاتی ہے اور وہ تمام مفردات اور مرکبات درحقیقت حامل تاریخ ہوتے ہیں۔ سائل کو اختیار ہے کہ ان کل خانوں سے جس خانے کو وہ چاہے مبدأ قرار دے اور اسی مبدأ سے اکیس خانے شمار کر کے اکیسویں خانہ کی تحریر کو ایک کاغذ پر لکھ لے پھر اس کے بعد کے خانہ سے شمار کا آغاز کرے اور ہر اکیسویں خانہ کا نوشتہ اسی کاغذ پر ترتیب کے ساتھ یکے بعد دیگرے سطروں میں لکھتا ہوا چلا جائے

تا آنکہ اس شمار کا سلسلہ خانہ ماقبل مبدا پر ختم ہو۔

لیکن اس بات کا لحاظ رکھا جائے کہ حروف حاصلہ خانہ ہائے سطور فوقانی مبدا کو اس سلسلہ ترتیبی سے جو ایک جدا کاغذ پر جاری ہے مقدم رکھنا چاہیئے جب شمار ختم ہو جائے گا. تو حروف محفوظ سے ایک ایسا فقرہ یا مصرع حاصل ہو گا جس کے اعداد مجموعی سنہ مطلوب کے مساوی ہوں گے۔

نقشہ مندرجہ ذیل اس صنعت کی مثال ہے جس کو استادی مولوی وجیہ الدین خاں معنیؔ تخلص نے نواب میر تراب علی خاں بہادر سر سالار جنگ منیر الدولہ مختار الملک مغفور وزیر اعظم ریاست حیدر آباد دکن کی تقریب وزارت پر مرتب فرمایا تھا وہ یہ ہے۔

لوح طلسم الموسوم بیادگار معنیؔ

لوح طلسمی الموسوم بیادگار معنی

بج	ب	خ	مبا	ز	بجو	ز	بگر	مدا	ب	فد	لا	سر	بر	ز	ع	ج
ال	ب	سن	ببا	م	ش	ہے	ہ	گو	ش	بر	و	را	شد	ا	ل	ا
ا	ا	جب	ہا	ہی	گر	کو	دا	و	دسا	س	ا	ہر	دل	ق	د	کر
وا	ے	را	عد	یو	ہل	نب	نے	تا	د	ن	د	ا	ل	ا	تے	با
ش	د	د	و	را	و	ح	ا	ا	ح	و	ا	بو	او	ا	د	لعد
ار	لا	بے	ر	دہ	ا	ر	ہ	ب	چہ	صو	بپا	ن	ک	و	مد	د
یو	مین	لت	از	و	ر	ک	ی	گر	نش	تجا	یا	ان	ا	ل	ے	ب
ست	ا	ہ	سا	د	ر	و	اف	ا	کز	عا	د	یا	عا	ب	تجا	د
د	اب	و	ل	ال	گر	بر	کن	ما	یا	جا	صنا	لا	من	لم	ست	ن
لم	ا	ب	ر	جا	د	ے	ند	حق	مع	خو	چو	ن	ست	ہ	ل	شا
سو	کن	عطا	بس	فر	بر	عا	گا	نم	جا	بہر	و	تا	نی	ا	مر	تد
از	ا	ع	ن	ب	دسا	ے	از	د	مہر	ی	ہ	کہ	نے	سو	ے	م
ہم	ن	کز	پر	د	بد	ز	با	ی	لا	یا	بے	ز	نو	م	اق	د
ی	می	کہ	س	از	جو	ا	کا	جو	در	یز	قبا	اس	ر	م	ما	لم
ر	نز	صی	ر	ا	فت	بعد	لم	دو	دو	ین	را	د	گر	د	ل	م
ی	ر	ی	عد	د	لت	جا	عز	ف	د	لا	سل	لت	ے	ز	نف	او
و	ا	عج	جز	د	ا	گی	نہ	ہ	ا	ہ	نشا	تہ	چو	ت	می	بر
کنو	م	لک	ہم	دے	ہب	ب	ی	و	د	نے	یب	پ	ل	او	ر	مر
ن	نا	بر	د	ن	ین	گر	یشہ	قر	سبحا	دیو	لو	را	د	ش	ا	نہا
ح	در	ا	جا	گو	ہی	ہا	ز	مہا	یک	دا	با	یا	ن	ان	ہی	ن
ے	ان	و	ن	ق	بان	و	ن	ے	شد	ن	لتہ	ن	رہ	ان	د	ن

اس لوح طلسمی کے تیار کرنے کے لیے اکیس مادہ تاریخ کا لکھنا ضرور ہے خواہ وہ اکیس فقرے ہوں یا اکیس مصرع پھر اکیسوں مادوں کو سترہ اجزاء پر تقسیم کریں اور ۳۵۷ اجزاء سے اس لوح کی خانہ پُری اس ترتیب کے ساتھ کی جائے۔ کل اجزاء اول لکھا جائے اور اس کے بعد اسی قاعدے سے کل کا جزو دوم پھر جزو سوم اسی طرح اکیس کے سترہ اجزاء کی ترتیب اس لوح کے خانے بھر دیں۔

اس عمل میں بہت محتاط رہنا چاہیے اگر کسی ایک حرف کی بھی غلطی ہوگئی تو ساری لوح بیکار ہو جائے گی۔

۲۷ صنعت مجمع الاقسام

مجمع الاقسام اس صنعت کا نام ہے جس کے مادہ تاریخ کے الفاظ سے بعض لفظ کے اعداد بحساب جمل صغیر لیں اور بعض لفظ کے اعداد بحساب جمل وسیط اور بعض میں جمل کبیر یعنی ایک ہی مادہ میں زبر یا بینات یا زبر و بینات کا استعمال ہو[۲۶]۔ صاحب میزان الاشعار کے حوالہ سے فاضل مؤلف ارمغان نے لکھا ہے کہ "جائز ہے معمے اور تاریخ میں یہ کہ لیے جائیں اعداد حروف کے بحساب جمل صغیر یا یہ کہ لیے جائیں اعداد بطریق زبر و بینات یا یہ کہ لیے جائیں اعداد بعض ان ہی کلمات کے بحساب جمل صغیر اور اعداد بعض کے بطریق زبر و بینات (یعنی جمل کبیر) اور اس وقت میں واجب ہے یہ کہ اشارہ کیا جائے ان دونوں کی طرف کسی اشارہ کے ساتھ تاکہ نہ لازم آئے خلاف مقصود اور التباس نہ ہو۔"

اس صنعت کی مثال جناب مرزا دبیر مغفور کی تاریخ ہے جس پر صاحب ملخص تسلیم نے ناحق و ناروا حملہ فرمایا ہے۔ اور ہماری رائے میں یہ تاریخ نہایت قابل تعریف ہے۔

سال تاریخش بہ زبر و بینہ شد زیب نظم ۔۔۔ طورسینا بے کلیم اللہ و منبر بے انیس

فاضل مؤلف نے اس تاریخ میں بعض الفاظ کا زبر لیا ہے اور بعض کا بینہ بعض میں دونوں اور مختلف طریقوں سے تاریخ نکالی ہے۔

الف۔ طورسینا کا زبر ۳۳۶ بے کا زبر و بینہ (۱۶) کلیم اللہ کا زبر (۱۶۶) و منبر بے انیس کا زبر بینات (۷۷۵) اور اعداد کا مجموعہ (۱۲۹۱) ہے اور یہی سال وفات ہے۔

ب۔ طورسینا بے کا زبر و بینات (۵۸۶) کلیم اللہ کا زبر (۱۷۲) منبر کا زبر و بینات (۳۰۰)

بے انیس کا زبر (۱۳۳) اور کل اعداد کا مجموعہ (۱۲۹۱) سنہ مطلوب۔

ج ۔ طور سینا کا زبر و بینات (۲۰۷۵) بے کلیم اللہ و کا زبر (۱۸۴) منبر بے کا زبر و بینات (۳۴) انیس کا زبر (۱۲۱) کل اعداد کا مجموعہ ۱۲۹۱ سنہ مطلوب۔

د ۔ طور سینا کا زبر (۳۳۶) بے کا بینات (۲) پھر کلیم اللہ کا زبر و بینات (۵۳۲) پھر منبر کا زبر (۲۹۸) لیا اور پھر بے کا بینہ (۲) لیا اور انیس کا زبر (۱۲۱) شریک کیا تو مجموعہ (۱۲۹۱) ہوا اور یہی سنہ مطلوب ہے۔

ہ ۔ طور سینا کا زبر (۳۳۶) بے کا بینہ (۲) کلیم اللہ کا زبر (۱۶۶) منبر بے کا (۳۰۴) انیس کا بینہ (۲۲۷) ان سب اعداد کا مجموعہ (۱۰۳۵) جو سنہ ۱۲۹۱ھ کا مساوی یزدجردی سال ہے۔

و ۔ طور سینا کا زبر (۳۳۶) بے کا زبر و بینات (۱۴) کلیم اللہ کا زبر (۱۶۶) و کا بینہ (۷) منبر کا زبر و بینہ (۴۰۰) بے کا بینہ (۲) انیس کا زبر (۱۲۱) ان کل اعداد کا مجموعہ (۱۰۴۶) ہے جو سنہ ۱۲۹۱ ہجری کا مساوی سال ہندی ہے۔

اب محققین فن انصاف فرمادیں کہ کیا یہ تاریخ معمولی چیز ہے۔ ہرگز نہیں۔ سچ یہ ہے کہ اس میں طباعی کو بھی کامل دخل نہیں ہے بلکہ تائید ایزدی اس میں شریک ہے۔ ایسی تاریخیں کہاں ہوتی ہیں ہم تیس برس سے اس فن کے ساتھ خاص دلچسپی رکھتے ہیں۔ ایک ہزار سے زیادہ تاریخیں خود ہم نے لکھیں اور کئی ہزار تاریخیں متقدمین اور متاخرین کی ہماری نظر سے گزریں ہم کہہ سکتے ہیں کہ ان سب میں یہ تاریخ اپنی آپ مثال ہے۔

۲۸. مجمع الصنائع

جس مادہ تاریخ میں متعدد صنائع جمع ہوں اس کا نام مجمع الصنائع ہے۔ متاخرین سے باقر گیلانی نے اس فن میں اپنے معاصرین پر تفوق حاصل کیا ہے اور متاخرین نے ان کو امام المجمل کہا ہے۔ آپ نے نعت حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ۱۷۸ تاریخی مسجع فقرے لکھے ہیں جن میں سے ہر ایک حامل تاریخ جلوس بادشاہ عالمگیر ہے اور چوبیس شعر کا ایک قصیدہ کہا ہے جس سے چار ہزار پانچ سو بارہ تاریخیں حاصل ہوتی ہیں۔

فقرہ ہائے تاریخی میں گیارہ فقرے ایسے ہیں جن میں پہلے فقرہ کے حروف مساوی ہیں

دوسرے فقرہ کے۔

ہم نے قصیدۂ متذکرہ کو کتاب ہذا کے حصہ دوم کا عنوان قرار دیا ہے جس کے نو اشعار میں یہ صنعت ہے کہ ہر ایک مصرع میں سنہ مطلوب ہے اور ہر ایک مصرع کے حرف معجمہ اور مہملہ تعداداً مساوی ہیں اور عدد کے اعتبار سے بھی مساوی۔ ہر مصرع کے حروف مہملہ و معجمہ کو کسی اور مصرع کے حروف مہملہ و معجمہ کے ساتھ جمع کرنے سے بھی سنہ مطلوب حاصل ہوتا ہے۔

صنائع تاریخ کے گزشتہ حصہ میں بعض بعض تاریخیں گزری ہیں جن پر مجمع الصنائع کی تعریف صادق آتی ہے ہم نے اسی مقام پر اس کا اشارہ بھی کر دیا ہے اس لیے اس موقع پر ہم کسی خاص تمثیل کے پیش کرنے کی ضرورت خیال نہیں کرتے۔

۲۹: صنعت بسط

صاحبان لغت نے بسط کے معنی فراخی اور کشادگی کے لکھے ہیں۔ لیکن اصطلاح جمل و جفر و تکسیر وغیرہ میں بسط اس عمل کا نام ہے جو ایک حرف سے دوسرا حرف پیدا کرے صاحب مطلع العلوم و مجمع الفنون نے لکھا ہے اور صاحبان معدن الجواہر اور مخلص تسلیم نے بھی اس کا ذکر کیا ہے کہ قواعد بسط (۳۶۰) ہیں۔ یعنی صنعت بسط کا استعمال (۳۶۰) طریقوں پر ہو سکتا ہے لیکن ان اقسام کا مکمل بیان نہ مصنفین قدیم نے کیا ہے اور نہ متاخرین سے کسی نے اس جانب توجہ کی۔ یہی وجہ ہے کہ بعض اہل تحقیق نے اس تعداد کو مبالغہ پر محمول کیا ہے۔ بہر حال ہم اس کتاب میں انھیں (۲۸) اقسام کا ذکر کریں گے جو ہم کو تصانیف متعددہ سے حاصل ہوئے اور گنتی میں (۲۸) حروف ابجد کے مساوی ہیں۔

مقدمہ تاریخ ابن خلدون اور شمس المعارف کبریٰ اور جواہر خمسہ و کتاب نقش خاطر و معدن الجواہر و کتاب المداخل و مخلص تسلیم وغیرہ سے جس قدر اقسام معلوم ہوتے ہیں وہ حسب ذیل ہیں۔

صاحبان تحقیق نے بسط کو صنائع تاریخ سے موسوم نہیں کیا ہے بلکہ جہاں کہیں انھوں نے جمل کا ذکر کیا ہے اسی کے ساتھ بسط کا اجمالی یا تفصیلی تذکرہ بھی فرما دیا ہے صاحب معدن الجواہر نے بسط کے لیے ایک معلق باب قائم فرمایا ہے۔ ہم نے اپنے طرز ترتیب اور سلسلہ بیان اور نیز حقیقت بسط کے لحاظ سے یہی مناسب خیال کیا کہ اس کو صنائع و بدائع تاریخ میں جگہ دیں۔

الف۔ بسط کی پہلی قسم بقول صاحب معدن الجواہر بسط عددی ہے اور یہ دو اقسام پر منقسم ہے۔
(۱) بسط عددی حرفی (۲) بسط عددی ترکیبی۔

۱۔ بسط عددی حرفی۔ وہ ہے کہ جس کلمہ یا کلمات کو بسط کرنا چاہیں ان کے حروف کو ایک دوسرے سے جدا کریں اور پھر ان حروف کے اعداد جمل کو لکھیں اور جمع کرلیں اور مجموعہ اعداد سے پھر حروف بنا دیں۔ اس آخری عمل کو اہل جمل نے استنطاق کہا ہے۔

پس عمل استنطاق سے جو لفظ حاصل ہوگا وہ نتیجہ ہے بسط عددی حرفی کا مثلاً ہم چاہتے ہیں کہ لفظ حامد پر یہ عمل جاری کریں تو اس کے حروف کو جدا جدا لکھا یعنی ح۔ا۔م۔د۔ پھر ان چاروں حروف کے اعداد ۸۔ ۱۔ ۴۰۔ ۴۔ کو جمع کیا ۵۳ حاصل ہوئے پھر ۵۳ میں عمل استنطاق کیا ۳ سے ج حاصل ہوا اور ۵ سے ہ پس ا۔ ج۔ ہ۔ بسط عددی حرفی ہے۔ لفظ حامد کا۔ اس قسم کو جمل سے کچھ تعلق نہیں ہے۔ ہم نے تکمیل بیان کے لیے اس کو ہدیہ ناظرین کیا۔ البتہ بسط عددی کی دوسری قسم سے ہمارا مقصد متعلق ہے۔

استنطاق کی تعریف۔ استنطاق زبان عربی کا لفظ ہے جسکے معنی بات کرانے کے ہیں اور اصطلاح اہل جمل میں سطر اعداد سے بقاعدہ خاص حروف پیدا کرنے کو استنطاق کہتے ہیں مثلاً (۶۵۲) کا استنطاق ب۔ ہ۔ و۔ ہے اگر درمیان سطر اعداد میں ایک یا ئی صفر واقع ہوں تو صرف دو صفر سے کام لیا جائے گا اور باقی صفر چھوڑ دیے جائیں گے مثلاً (۶ ..۴۷) کا استنطاق و۔ ر۔ ز۔ ہے اور ۲...۳ کا استنطاق ب۔ ش یعنی عدد ۲ سے ب حاصل ہوئی اور ۳۰۰۰ سے بقاعدہ بالا ایک صفر ترک کرکے ۳۰۰ کا (ش) محسوب ہوا۔ دو سے زیادہ صفر اس لیے ترک کر دیتے ہیں کہ اس سے کوئی حرف مستقل نہیں حاصل ہو سکتا۔ اگرچہ ایک کے ہندسہ کے ساتھ تین صفر ہونے کی حالت میں اس سے (غ) حاصل ہو سکتا ہے لیکن چونکہ الف کے درجہ میں (غ) کے سوا کوئی اور حرف نہیں ہے لہذا اصول عام کے لحاظ سے یہی قاعدہ قرار پایا کہ تیسرے صفر سے کام نہ لیں۔

صاحب معدن الجواہر نے اگرچہ لفظ استنطاق کی اصطلاحی تعریف سے کنارہ کیا لیکن انھوں نے اعداد کے مراتب کے لحاظ سے حروف حاصل کیے ہیں مثلاً ۶۵۲ سے ب۔ ن۔ خ (ب) اس لیے کہ ۲ کا ہندسہ درجہ احاد میں ہے اور ن اس لیے ۵ کا ہندسہ درجہ عشرات میں ہے اور خ اس لیے کہ ۶ کا ہندسہ درجہ مآت میں ہے۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ اگر استنطاق میں مراتب سے کام لیا جاوے تو پھر

استنطاق کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی اعداد حاصلہ گو حروف مستنطقہ کے اعداد ہیں۔ پھر استنطاق کا طول عمل بے کار اور بے ضرور ٹھہرا۔

اسی طرح انھوں نے اعداد ۳۰۰۰ ہزار سے تین غین حاصل کیے ہیں اور ہندسہ ۳۰۰۰ میں نہ معلوم وہ کیا عمل کریں گے۔ اس لیے کہ ان کے اختیار کردہ اصول سے تیس۳۰ غین حاصل ہوں گے۔ اور جب تیس۳۰ غین مستنطقہ کے عدد لیے جائیں گے تو وہ ۳۰۰۰ ہزار ہوں گے اور پس استنطاق کا عمل تحصیل حاصل ٹھہرا۔ ہمارا خیال ہے کہ ان سے تسامح ہوا ہے اور دیگر محققین نے اس نازک بحث سے مطلق کنارہ کشی کی ہے اور یہ کبھی مناسب نہ تھا اس لیے کہ متعدد صنائع میں استنطاق کی ضرورت لاحق ہوتی ہے۔

پس شائقین فن جمل کو چاہیے کہ ہماری عرض کی ہوئی تعریف کو اچھی طرح ذہن نشین فرمالیں تاکہ عمل میں کوئی غلطی نہ ہونے پائے اور استنطاق کا مطلب فوت نہ ہو۔

پس ہم کو بسیط عددی حرفی کی تعریف سے تو صاحب معدن الجواہر کے ساتھ اتفاق ہے لیکن تمثیل کے نتیجہ حاصلہ سے اتفاق نہیں ہے یعنی ہماری رائے میں ۵۳ کا استنطاق ج۔ ہ ہے نہ کہ ج۔ ن۔ جیسا کہ لائق مؤلف موصوف نے لکھا ہے کیونکہ ان کا عمل تعریف استنطاق کے مغائر ہے۔

اگر یہ سمجھا جائے کہ صفت صرف ایسے لفظ پر جاری ہو سکتی ہے جس کے اعداد ہزار کے درجہ سے نہ بڑھیں تو ایسی تخصیص اس تعریف عام سے پیدا نہیں ہوئی جس کو صاحبان فن نے بیان کیا ہے اور پھر ایسے استنطاق سے کوئی نتیجہ حاصل نہ ہوگا۔ یعنی اگر ہم نے لفظ حامد پر یہ صنعت جاری کی اور اس کے اعداد مجموعی (۵۳) کے استنطاق سے لفظ جن حاصل کیا اور پھر لفظ جن سے عدد تاریخ میں (۵۳) محسوب کیے تو استنطاق عمل محض بے کار قرار پایا۔ اس لیے ہماری رائے میں وہی عمل صحیح ہے جس کو اسی تعریف کی بنیاد پر ہم نے کیا ہے۔ پس عمل استنطاق میں ہم کو مراتب اعداد سے کچھ سروکار نہ رکھنا چاہیے۔

۲۔ بسط عددی ترکیبی۔ وہ عمل ہے کہ اعداد کلمہ کو بقاعدۂ متذکرہ قسم اول جمع کرکے استنطاق کرنے کے بعد جو حروف حاصل ہوں ان کو بپابندی سلسلہ مرکب کرکے لفظ بنا دیں۔

پس واضح ہو کہ بقول صاحب معدن الجواہر لفظ حامد پر یہ صفت جاری کرنے کے بعد اس کے استنطاق سے حروف ج۔ ن۔ حاصل ہوئے اور ان دونوں حروف سے لفظ (جن) مرکب ہوا اور ہماری رائے کے مطابق جس کی صراحت بضمن تعریف قسم اول ہوئی ہے حروف مستنطقہ سے لفظ (جہ) حاصل ہوا۔

محققین فن نے جا بجا اپنی تصانیف میں اس ذکر تو فرمادیا ہے مگر کسی بزرگ نے یہ نہ بتایا کہ اس صنعت کا استعمال تاریخ گوئی میں کس طرح ہو سکتا ہے۔ ہم نے بڑے غور کے بعد کئی صورتیں اس کے استعمال کی پیدا کی ہیں جن کو ذیل میں ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں۔ اس صفت کی قسم دوم مورخ کو کام دے سکتی ہے یعنی جب ایک طبّاع مورّخ کسی واقعہ تعزیت پر مرثیہ تاریخی لکھنا چاہیے تو وہ اسی صفت کے ذریعہ سے مادّہ تاریخ اور نام مرحوم یا مادّہ تاریخ اور اشعار مرثیہ میں تعلق پیدا کر سکتا ہے۔

فرض کیجئے کہ ابوطالب نام ایک بزرگ کی رحلت ۶ھ ہجری میں واقع ہوئی تھی جس کی تاریخ ہم نے لفظ آہ سے لکھی تو یہ تاریخ صفت (بسط عددی ترکیبی) کہلائے گی۔ اس طرح کہ ابوطالب کے ۷ حروف ہیں۔ ا۔ب۔و۔ط۔ا۔ل۔ب۔ اور ان ساتوں حروف کے عدد ۱۔۲۔۶۔۹۔۱۔۳۰۔۲۔ ہیں ان کا مجموعہ (۵۱) ہے اور (۵۱) کا استنطاق الف اور ہا۔ اور ان دونوں حرف کا مجموعہ لفظ آہ ہے اور آہ کے عدد جمل ۶ میں جو سنہ وفات کی خبر دیتے ہیں اسی صنعت میں ہم نے ایک منظوم تاریخ ہدیہ ناظرین ہے۔

زیں جہاں وائے سوئے ملکِ بقا شد راہی | صائم الدہر ابوطالب فرخندہ صفات
نام مغفور بہ (بسط عدد ترکیبی) | صورت آہ بود حاصلِ تاریخ وفات

اس صنعت پر عمل کرنے کے لیے طباع مورخ کو اول مادّہ تاریخ لکھ لینا چاہیے پھر اس کے حروف جدا جدا قائم کر کے ہر ایک کے ذیل میں اس حرف کا عدد لکھ دینا چاہیے اور ان اعداد کو بقاعدہ مقطعہ ترتیبی اعداد اشعار مرثیہ یا قصیدہ کا مجموعہ قرار دینا چاہیے۔

ہم اسی مضمون کو ایک مختصر سی تمثیلی تاریخ کے ذریعہ سے جو ۶ھ ہجری میں لکھی گئی ہے ہدیہ ناظرین کرتے ہیں تاکہ سمجھنے میں آسانی ہو۔

ایزد از لطف بسید علی ماہ جبیں | داد آرام دل و راحتِ جاں نور نگاہ
سال تاریخ ببسط[۶۴۴] عددی ترکیبی | شد ز اشعار ہمیں قطعہ ہویدا چوں[۱۳۰۳] ماہ

اس قطعہ کے تمام الفاظ میں[۲۱۰۵] یہ صنعت جاری کی گئی ہے یعنی مصرع اول کے اعداد[۱۳۰۳] (۶۴۴) ہیں اور مصرع ثانی کے اعداد (۱۲۸۶) اور مصرع سوم کے اعداد (۲۱۰۵) اور مصرع چہارم کے اعداد (۱۳۰۳) ان سب کو جمع کیا تو میزان (۵۱۴۰) ہوئی اور ان اعداد کا استنطاق (م۔ا۔ہ) ہے۔ ان تین حروف سے لفظ ماہ حاصل ہوتا ہے اور ماہ کے اعداد (۴۶) ہیں جو مساوی ہیں

سنہ تاریخ ولادت کے۔

ہم نے پہلے اس ولادت کا مادہ تاریخ لفظ ماہ سے حاصل کیا۔ پھر (ماہ) کے حروف کو جدا جدا لکھا۔ م۔ ا۔ ہ۔ پھر ان حروف کے اعداد کو مقطوع ترتیبی کے قاعدہ سے۔ ۵۱۴۰ ۔ اب یہ فکر کی کہ چار ایسے مصرعے لکھیں جن کے مجموعی اعداد ۵۱۴۰ ہوں۔ پس ہم نے متذکرہ بالا چار مصرع تصنیف کیے ہیں جن کے اعداد مجموعی ۵۱۴۰ ہیں تو کہا جائے گا کہ الفاظ مجموعی چاروں مصرعوں کا (بسط عددی ترکیبی) لفظ (ماہ) ہے جس کے عدد ۴۶ سنہ مطلوب کے مساوی ہیں۔ پس مادہ تاریخ کا بوجہ صنعت ہذا اشعار بالا کے ساتھ ایک خاص صنعتی تعلق ہے۔

اسی صنعت سے ایک اور کام بھی لیا جا سکتا ہے یعنی ایسے الفاظ سے جن کے اعداد بہت زیادہ ہیں تاریخ مطلوب حاصل کی جا سکتی ہے۔

مثلاً ایک شخص سنہ ۲۰ ہجری میں عازم سفر تھا اور مورخ نے اس کی تاریخ فَاللهُ خَیْرٌ حَافِظًا لکھی جس کے مجموعی عدد ۱۹۴۶ ہیں جب ان اعداد سے استنطاق کیا گیا تو حروف و۔ د۔ ط۔ا۔ حاصل ہوئے جن کے مجموعی عدد (۲۰) ہیں اور یہی سنہ مطلوب ہے۔

(ب) بسط کی دوسری قسم کا نام بسط الحروف ہے اور بقول صاحب معدن الجواہر یہ صنعت تلفظاً اعداد حروف سے متعلق ہے۔ اس کی تین قسمیں ہیں۔ قسم اول کا نام زُبر ہے اور قسم دوم کا نام بیّنات اور قسم سوم کا نام زُبر و بیّنات جس کو بسط لفظی و بسط ظاہری بھی کہتے ہیں۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ تو بسط نہیں ہے۔ بلکہ یہ تینوں اقسام جمل سے ہیں جن کا بیان جمل صغیر و وسیط و کبیر کے نام سے گزر چکا ہے اور خود صاحب معدن الجواہر بضمن اقسام جمل اس کو لکھ چکے ہیں۔ استادان فن نے اس کو ایک خاص عمل استنطاق کے لیے بسط میں داخل کیا ہے۔ جیسا کہ صاحب ملخص تسلیم نے لکھا ہے۔ اس کا اصلی نام بسط عددی ملفوظی ہے۔ یعنی جب حرف کو ملفوظ کر کے اسم حرف کے اعداد سے بقاعدہ استنطاق دوسرا حرف حاصل کریں تو اس کو بسط عددی ملفوظی یا بسط الحروف یا بسط لفظی و ظاہری کہتے ہیں مثلاً لفظ واحد سے (د) لیا جس کا اسم ملفوظ داد ہے اور داد کے اعداد (۱۳) ہیں اور ۱۳ کا استنطاق ج۔ا۔

پھر (ا) لیا جس کا اسم ملفوظ الف ہے اور الف کے اعداد ۱۱۱ ہیں جس کا استنطاق تین الف ہے۔ یعنی (ااا)

پھر (ح) لیا جس کا اسم ملفوظ حا ہے اور حا کے اعداد ۹ اور ۹ کا استنطاق ط ہوا۔

پھر (د) لیا اور د کا اسم ملفوظ دال ہے جس کے اعداد ۳۵ ہیں اور ۳۵ کا استنطاق ہ ۔ ج
اب کل حروف مستنطقہ کو جمع کیا تو ج ۔ ا ۔ ا ۔ ا ۔ ا ۔ ط ۔ ہ ۔ ج حاصل ہوئے جن کے مجموعی اعداد
۲۴ ہیں پس لفظ واحد کو بسط عددی ملفوظی کرنے سے اس کے عدد ۲۴ منسوب ہوئے صاحب
معدن الجواہر نے غالباً اس پر غور نہیں فرمایا۔ ان کا اجمال بیان اس تفصیل سے ساکت ہے جس
کی صراحت اہل فن نے کی ہے اس صنعت کی ایک تاریخ ہم ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔

عارفِ کامل شد از ملکِ فنا سوئے الٰہ — گفتمش خلد آشیاں خلد بریں ماوائے اوست
ہاتفِ غیبم بسالِ رحلتش ارشاد کرد — در جوارِ رحمتِ خلاقِ اکبر جائے اوست
۴۲۸

تشریح

حرف	د	ا	ج	ی	ا	ر	ر	ہ	ح	ی	ز	ج	ر	ا
اسم حرف	دال	الف	جیم	یا	الف	را	را	ہا	حا	یا	زا	جیم	را	الف
عدد	۳۵	۱۱۱	۵۳	۱۱	۱۱۱	۲۰۱	۲۰۱	۶	۹	۱۱	۸	۵۳	۲۰۱	۱۱۱
استنطاق	ہ ج	ا ا ا	ج ہ	ا ا	ا ا ا	ا ر	ا ر	ہ	ط	ا ا	ح	ج ہ	ا ر	ا ا ا
عدد	۸	۳	۸	۲	۳	۳	۳	۶	۹	۲	۸	۸	۳	۳

حرف	ب	ا	ر	ج	ا	ا	ق	ا	ج	ر	ی	ا	ط	میزان
اسم حرف	بیا	الف	یا	ب	را	جیم	الف	قاف	الف	الف	یا	جیم	طا	
عدد	۱۳	۱۱۱	۱۱	۳	۲۰۱	۵۳	۱۱۱	۱۱	۱۱۱	۱۱۱	۱۱	۵۳	[illegible]	
استنطاق	ج ا	ا ا ا	ا ا	ج	ا ر	ج ہ	ا ا ا	ا ا	ا ا ا	ا ا ا	ا ا	ج ہ	[illegible]	۴۲۸
عدد	۴	۳	۲	۳	۳	۸	۳	۲	۳	۳	۲	۸	[illegible]	

یہ صنعت درحقیقت صنعت الف کی دوسری قسم ہی ہے جو جمل کبیر میں جاری ہوئی ہے۔
کیونکہ تمام صنائع کو محققین نے جمل صغیر میں بیان کیا ہے اس لیے اس کو ایک خاص نام سے
موسوم کرکے داخل جمل صغیر کیا گیا ہے۔
(ج) بسط کی تیسری قسم بسط المربّی ہے جس کو محققین فن جمل نے بسط المقوی بھی کہا ہے بس بعوض

حروف مطلوب حروف مربّیہ ومقویہ سے کام لینے کو بسط المربّی یا بسط المقوّی کہتے ہیں جس میں پابندی مراتب لازمی نہیں ہے جیسا کہ بسط عزیزی میں لازمی ہے۔ اس کتاب کے باب اوّل میں بذیل بیان الفاظ جمل ہم لکھ آئے ہیں کہ کون کون حروف ناریہ اور مائیہ اور ہوائیہ اور ترابیہ ہیں۔ پس اہل جمل نے حروف ناریہ کو حروف ہوائیہ کا مربی ومقوی قرار دیا ہے اور حروف ہوائیہ کو مربی ومقوی ناریہ مانا ہے۔ اسی طرح حروف مائیہ کو مربّی ومقوی حروف ترابیہ مانا ہے اور ترابیہ کو مربّی ومقوی مائیہ۔

صاحب معدن الجواہر نے اس صنعت کا ذکر فرمایا ہے اور تمثیل میں ان سے تسامح ہوا ہے یعنی تمثیل خلاف تعریف ہے۔

اب ہم چاہتے ہیں کہ لفظ حامد کا (بسط مربّی ومقوّی) کریں تو پہلے ہم نے اس کے حروف جدا جدا لکھے (ح ا م د) پھر ح کو جو مائی ہے بلا لحاظ مرتبہ ب سے بدلا جو ترابی ہے پھر الف کو جو ناریہ ہے اسی کے ہم مرتبہ حرف ہوائیہ (ج) سے بدلا اور اسی طرح م کو جو ناریہ ہے بلا لحاظ مرتبہ ق سے بدلا جو ہوائیہ ہے اور د کو جو مائیہ ہے ب سے بدلا اس لیے کہ وہ ترابیہ ہے۔ پس لفظ حامد کا بسط مربّی ومقوّی ب ج ق ب ہے جس کے اعداد ۱۰۷ ہیں۔

جب کبھی اس صنعت میں تاریخ لکھی جائے تو مورخ کو ضرور ہے کہ اس کے ذیل میں ایک نقشہ لکھ دے جس میں اس امر کی صراحت رہے کہ کس حرف کے عوض کون سا حرف مقوی قرار دیا گیا ہے اور حساب میں محسوب ہوا ہے۔ اس نقشہ اور صراحت کی ضرورت اس لیے ہے کہ ایک ایک حرف کے عوض سات سات حروف ہیں جن میں سے کسی ایک کا تبادلہ اس حرف کے ساتھ جائز ہے۔

باب اوّل کی فصل دوم سے ابجد عناصر ملاحظہ ہو تو ہمارا یہ بیان آسانی کے ساتھ سمجھ میں آسکے گا۔

اب ہم ذیل میں دو تاریخیں عرض کرتے ہیں (۱) بسط مقوی کی تاریخ ہے اور (۲) بسط مربّی کی تاریخ۔ (۱) کو ہم نے طبع کتاب کے وقت شریک کر دیا ہے۔ (۱) تاریخ بسط مقوی جو ہم نے نواب سرافسر الملک بہادر کے سی آئی ای کے صاحبزادہ کی غرقابی کے موقع پر لکھی ہے۔

اوغرقِ تہہِ آب شد وغرقِ غمش ما — اے وائے کہ ایں زندہ وصد حیف کہ آں مرد
اے مادرِ فرزند کش از دستِ تو فریاد — تو پیرِ کہن سالہ بمانی و جواں مرد
جان بود مگر زندگی جسمِ جہاں را — تن زندہ بگور ست اگر جانِ جہاں مرد
استاد شنابود و کمند شس مددی کرد — ہیہات چہ افتاد ونہ دانم کہ چساں مرد
اے سلسلہ جنبان قضا دست تو کوتاہ — زین حادثہ استاد شناسی متواں مرد
اے کاتبِ تقدیر چرا فاش نکردی — آں راز نہفتہ کہ تہہِ آب نہاں مرد
داد از ستم دورِ سبک سیرِ افلاک — کشتی بسرش آمد و زیں بار گراں مرد
حیف اے فلک سفلہ کہ دستش نگرفتی — غربت بسفر داشت کہ بے تاب و تواں مرد
حیف ست اگر شمع بمیرد سرِ مغرب — زانساں کہ چراغ سحری وقت اذان مرد
خاموش و لا نوحہ بفریاد روا نیست — کز حکم قضا چارہ نمیداشت ازاں مرد
شد مصرع سعدی سنہ بسط مقوی — ایں ماتم سخت است کہ گویند جواں مرد

۱۳۲۶ ہجری

نقشہ تبادلہ حروف مقویہ

(تشریح)

حروف اصلی	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
نتیجہ بسط مقوی	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
اعداد	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
حروف اصلی	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	
نتیجہ بسط مقوی	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	
اعداد	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	

میزان اعداد حروف نتیجہ بسط مقوی ۱۳۲۶ ہجری

تاریخ (۲) بصنعت بسط مربی طبع زاد یکے از شعرائے دکن

برادر زنت حقِ ما را گرفت — مربی از من اے دوست الحق ثمر
بہ بسط مربی نوشتم سنش — مربی بیارد مربی بجور

۱۲۸۳ ہجری

تشریح

حروف اصلی	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
نتیجہ بسط مرتب	ق	ن	ح	ح	ح	ح	ل	ن	[illegible]
اعداد	۱۰۰	۵۰	۸	۸	۸	۸	۳۰	۵۰	۴

حروف اصلی	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	۱۷۸۸ [illegible]
نتیجہ بسط مرتب	ق	ن	ح	ح	ح	[illegible]	[illegible]	ن	
اعداد	۱۰۰	۵۰	۸	۸	۸	۸۰۰	۴	۵۰	

(د) بسط غریزی۔ غریزی کی چوتھی قسم۔ حروف ناریہ و ہوائیہ کا ایک دوسرے کے ساتھ بدرجۂ مساوی بلحاظ مراتب تبادلہ یا حروف مائیہ و ترابیہ کو باہم دیگر بلحاظ مراتب مساوی درجہ میں بدلنے کا نام بسط غریزی ہے صنعت ماضیہ اس صنعت میں فرق اسی قدر ہے کہ اس میں مدارج و مراتب کی پابندی مشروط ہے اور اس میں من مانے عمل کیا جاتا ہے۔

(مثال بسط غریزی) اگر ہم چاہیں کہ لفظ (حامد) پر بسط غریزی کا عمل کریں تو اس کے حروف جدا جدا لکھیں ح ا م د پس (ح) کو جو مائی ہے اور دوسرے مرتبہ میں واقع ہے (و) سے بدلیں جو خاکی ہے اور جس کا مرتبہ بھی دوسرا ہے۔

پھر (ا) کو جو ناری ہے اور مرتبۂ اول میں واقع ہے (ج) کے ساتھ بدلیں جو ہوائی اور مرتبۂ اول ہی میں ہے۔

اسی طرح (م) کو جو ناری ہے اور مرتبہ چہارم میں واقع ہے (س) سے بدلیں جو ہوائی ہے اور اسی مرتبۂ چہارم کا حرف ہے۔

اسی طرح (د) کو جو مائی ہے اور مرتبۂ اول میں ہے (ب) کے ساتھ بدلیں جو ترابی ہے اور اسی طرح مرتبۂ اول میں ہے۔

اس عمل کا نتیجہ یہ ہوگا کہ لفظ حامد کا بسط غریزی (وجسب) ہو جائے گا جس کے عدد (۱۱) ہیں۔

جہاں تک ہم نے غور کیا اہل جمل نے اس صنعت کو ایک خاص غرض کے لیے ایجاد کیا ہے وہ یہ ہے کہ مورخ کو اعداد حروف کے برابر کرنے میں زیادہ گنجائش حاصل ہو۔

اسی صنعت کی مثال میں ہم تاریخ ذیل کو ہدیہ ناظرین کرتے ہیں جو کسی طبّاع مورخ کی طبع زاد ہے۔

الٰہی بخش شیخ وفق و دعوت — جعفرآباد تھا جن کے کرم سے
کسی شیطاں کو شیشہ میں اتارا — کسی ابلیس کو مارا قلم سے
فلیتہ سے کیا مفتوں کسی کو — کوئی زندہ ہوا حضرت کے دم سے
گرا فالج تو سمجھے چڑھ گیا بھوت — گرے بیت الخلا میں آپ دھم سے
مریدوں نے کیے لاکھوں اتارے — چڑھائے بھینٹ بارا ایک دم سے
شیاطیں کو ہوئی بے حد مسرت — کہ لوٹی پریزادوں کی غم سے
غرض ناچار دنیا سے سدھارے — ہوئی فرمائش تاریخ ہم سے
کہا بسط عزیزی میں رسا نے — الٰہی بخش دے اپنے کرم سے
۱۳۲۲ ہجری

(نوٹ) مادہ تاریخ میں علاوہ صنعت بسط عزیزی کے صنعت سجع بھی ہے۔

اس مادہ کے عدد معمولی شمار سے ۱۳۵۵ ہیں مگر صنعت بسط عزیزی سے ۱۳۲۲ اور یہی سنہ مطلوب ہے۔

(تشریح)

حروف اصلی	ا	ل	ہ	ی	ب	خ	ش	د	ی
نتیجہ بسط عزیزی	ج	ی	ز	ل	د	ت	ث	ب	ل
اعداد	۳	۱۰	۷	۳۰	۴	۴۰۰	۵۰۰	۲	۳۰

حروف	ا	پ	ن	ی	ک	ر	م	س	ی
نتیجہ بسط عزیزی	ج	د	ع	ل	ط	ص	س	م	ل
اعداد	۳	۴	۷۰	۳۰	۹	۹۰	۶۰	۴۰	۳۰

میزان اعداد (نتیجہ بسط عزیزی) ۱۳۲۲ ہجری

نقشہ بالا کے ملاحظہ سے روشن ہوگا کہ مادہ تاریخ کے حروف میں بلحاظ مراتب ناریہ کا تبادلہ ہوائیہ سے یا ہوائیہ کا ناریہ سے اور مائیہ کا تبادلہ ترابیہ سے یا ترابیہ کا مائیہ سے ہوا ہے اور دستور العمل میں وہی نقشہ ہے جو باب اول کے بیان الفاظ جمل میں ابجد عناصر پر گزر رہا ہے۔ گویا

وہ اس عمل کی جنتری ہے۔

(۵) بسط ترفع عددی. بسط کی پانچویں قسم بسط ترفع عددی سے مراد عدد حروف کا اپنے درجہ اور مرتبہ سے درجہ و مرتبہ اعلیٰ میں ترقی کرنا ہے یعنی اگر ایک حرف کا عدد درجہ احاد کا ہے تو اس کو درجہ عشرات کے اسی مرتبہ میں ترقی دیں جس مرتبہ میں وہ احاد میں تھا اور اگر اس کا عدد درجہ عشرات کا ہے تو اس کو اسی مرتبہ کے درجہ مآت میں لے جاوئیں. اسی طرح اگر اس کا عدد درجہ مآت کا ہے تو اس کو الوف کے اسی مرتبہ میں پہنچا دیں۔ محققین فن نے اسی کو بسط مراتبی بھی لکھا ہے اور اس بسط کے لیے ابجد ترفع سے کام لیا ہے جس کو ہم نے باب اول میں بذیل الفاظ جمل بیان کیا ہے اور ایک خاص نقشہ کے ذریعہ سے مراتب اور مدارج کو دکھلایا ہے۔

صاحب ملخص تسلیم اور معدن الجواہر نے اس صنعت کا ذکر فرمایا ہے۔ پس اگر ہم الف کو بسط ترفع عددی کریں تو (ی) ہو جائے گا اور اس کا عدد (۱) کے عوض (۱۰) ہو جائے گا۔ اسی طرح اگر (ی) کو بسط ترفع عددی کریں تو (ق) ہو جائے گا اور اس کے عدد ۱۰۰ محسوب ہوں گے اسی طرح (ق) کا بسط ترفع عددی ہونے سے (غ) ہو جائے گا، اور اس کے عدد ۱۰۰۰ محسوب ہوں گے۔

(تمثیل) اگر ہم لفظ حامد کا بسط ترفع عددی کریں جس کے عدد اس وقت ۵۳ ہیں تو ح. ف سے بدل جائے گی۔ اور الف. ی سے اور میم. ت سے اور دال. م سے. پس (حامد) کے عدد ۵۳۰ ہو جائیں گے۔

تاریخ میں اس صنعت کا استعمال اعداد حروف کو دہ گونہ کر دیتا ہے اور سادہ طریقہ پر جس قدر عدد مادہ تاریخ کے حاصل ہوتے ہیں وہ اس صنعت میں دہ گونہ بڑھ جاتے ہیں۔

ہم تاریخ ذیل کو جو اسی صنعت میں لکھی گئی ہے تمثیلاً ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔

تاریخ تعمیر عزیز باغ طبع زاد مؤلف

اس مختصر مکان کی تعمیر ہم نے کی — چھوٹا سا خانہ باغ بھی ہے جس میں پر بہار

بسط ترفع عددی سے کھو دلا — فصلی کا سنہ عزیز ولا سے ہے آشکار

۱۳۱۰

(تشریح)

حروف اصلی	ع	ز	ی	ز	و	ل	ا	میزان	
بسط ترفع	ذ	ع	ق	ع	س	ش	ی		
اعداد	۷۰۰	۷۰	۱۰۰	۷۰	۶۰	۳۰	۱۰	۱۳۱۰	

(و) بسط ترفع حرفی۔ بسط کی چھٹی قسم ہے۔ ابجد لوحی کے ایک حرف کو اس کے مابعد کے حرف سے بدلنے کا نام بسط ترفع حرفی ہے۔ اگر ہم چاہیں کہ لفظ حامد میں بسط ترفع حرفی کریں تو ح کو ط سے بدلیں گے اور الف کو ب سے اور م کو ن سے اور د کو ہ سے جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ حامد کے ۵۳ عدد اس صنعت کے بعد ۶۶ ہو جائیں گے۔ صاحبان معدن الجواہر و ملخص تسلیم نے اس کا اجمالی تذکرہ فرمایا ہے۔ صاحب ملخص تسلیم نے لکھا ہے کہ ترفع حرفی بدل کردن حرف ست بحرف ماقبلش۔ ہم عرض کرتے ہیں کہ ان سے بیان تعریف میں تسامح ہوا ہے یہ تعریف تنزل حرفی کی ہے جس کا بیان آگے آئے گا۔ ترفع حرفی میں ایک حرف کا حرف مابعد سے تبادلہ ہونا چاہیے نہ کہ ماقبل سے۔ اس صنعت میں ہم نے ایک تاریخ لکھی ہے جو تمثیلاً ذیل میں عرض کرتے ہیں۔

رحمت اللہ خاں نام آور ساخت حوضے نمونہ صنعت
شد بہ بسط ترفع حرفی سال تاریخ چشمۂ رحمت
۱۳۱۹ ہجری

(تشریح)

حروف اصلی مادہ	چ	ش	م	ہ	ر	ح	م	ت	میزان
حروف بعد بسط ترفع حرفی	د	ت	ن	و	ش	ط	ن	ث	
اعداد	۴	۴۰۰	۵۰	۶	۳۰۰	۹	۵۰	۵۰۰	۱۳۱۹

(ز) بسط ترفع طبعی۔ بسط کی ساتویں قسم کا نام ہے۔ حروف کو بحسب طبیعت ترقی دینے کا نام بسط ترفع طبعی ہے یعنی حروف مائیہ کو ہوائیہ سے بدلا جائے اور حروف ہوائیہ کو ترابیہ سے اور حروف ترابیہ کو ناریہ سے۔ اس عمل میں حروف ناریہ بحال خود رہیں گے اس لیے کہ ناریہ سے زیادہ عالی درجہ نہیں ہے جس میں اس کا ترفع ہو سکے۔ باب اول کی پہلی فصل میں بذیل الفاظ جمل جو نقشہ ابجد عناصر کا گزرا ہے اس کے معائنہ سے معلوم ہوگا کہ سب سے آخری درجہ حروف مائیہ کا ہے اور اس سے بالاتر حروف ہوائیہ کا اور اس سے بالاتر حروف ترابیہ اور بلند ترین درجے میں حروف ناریہ۔

مثلاً اگر لفظ حامد کو بسط ترفع طبعی کرنا چاہیں تو (ح) کو جو مائی ہے اسی کے ہم رتبہ بالاتر درجہ ہوائی میں (ز) سے بدلیں اور (ا.م) کو بحال خود رکھیں اس لیے کہ دونوں ناریہ ہیں اور ناریہ کے

ترفع کے لیے کوئی بالاتر درجہ نہیں ہے۔ پھر (د) کو جو مائیہ مرتبہ اوّل ہے اس کے درجہ بالا میں (ج) سے بدلیں جس کا مرتبہ ہوائیہ میں اوّل ہے۔ حاصل یہ ہے کہ اس عمل سے لفظ حامد کا بسط ترفع طبعی زام ج ہوا جس کے عدد (۵۱) ہیں پس اس صنعت کا نتیجہ یہ ہے کہ جب ہم نے لفظ حامد کا استعمال کیا جس کے عدد اصلی (۵۳) ہیں تو اس صنعت کی وجہ سے اس کے عدد (۵۱) محسوب ہوئے۔

بعض محققین نے اس صنعت کے متعلق کہا ہے اربعہ عناصر میں سب سے پہلا اور فائق درجہ ناریہ کا ہے اور اس کے بعد ہوائیہ کا اور پھر مائیہ کا سب سے آخر ترابیہ کا پس بسط ترفع طبعی میں حروف ترابیہ کو مائیہ سے بدلنا چاہیے اور مائیہ کو ہوائیہ سے اور ہوائیہ کو ناریہ سے اور ناریہ حروف بحال خود برقرار رہیں گے۔

صاحب معدن الجواہر نے بھی اسی سلسلہ کو بیان فرمایا ہے۔ صاحب ملخص تسلیم بھی اسی کے ساتھ متفق ہیں۔ نقشہ متذکرہ الفاظ جمل میں جو ترتیب قائم ہوئی ہے وہ باعتبار خاص ہے۔

ہم کو بھی محققین بالا سے اتفاق ہے۔ ہم نے اس صنعت میں ایک تاریخ لکھی ہے جس کو تمثیلاً ذیل میں عرض کرتے ہیں۔

ہجرت کی ملّا واعظ نے — افسوس دکن سے چلے واعظ
تو بسط ترفع طبعی سے — تاریخ سفر ہے خدا حافظ
۱۲۹۲ ہجری

(تشریح)

حروف لفظ خدا حافظ	خ	د	ا	ح	ا	ف	ظ	میزان
حروف بعد بسط ترفع طبعی	ث	ج	ا	ز	ا	ف	ذ	
اعداد	۵۰۰	۳	۱	۷	۱	۸۰	۷۰۰	۱۲۹۲

الفاظ خدا حافظ کے حقیقی اعداد ۱۵۹۴ تھے لیکن بسط ترفع طبعی کے بعد اس کے اعداد ۱۲۹۲ ہوئے اور یہی سنہ مطلوب ہے۔

(ح) بسط کی آٹھویں قسم بسط ترفع بالطبع ہے۔ یہ اس عمل کا نام ہے کہ ہم ایک طبیعت کے حروف سے ایک حرف کو اسی طبیعت کے بلند مرتبہ حروف کے ساتھ بدلیں یعنی اس کو ترقی دیں۔

ملاحظہ ہو نقشہ متعلقہ ابجد عناصر مندرجہ فصل دوم باب اول جس میں حروف ناریہ ا - ہ

ط ـ م ـ ف ـ ش ـ ذ ہیں اگر ہم کو الف کا ترفع بالطبع مقصود ہو تو اس کو ہ سے بدلیں گے جس کا درجہ باعتبار اعداد الف سے فائق ہے اسی طرح ہ کو ط سے بدلیں گے اور ط کو م سے اور م کو ف سے اور ف کو ش سے اور ش کو ذ سے پس اگر ہم لفظ حامد کا بسط ترفع بالطبع چاہیں تو ح ـ ل سے بدلے گی اور الف ـ ہ سے اور م ـ ف سے اور د ـ ح سے

اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ لفظ حامد کے جو عدد ۵۳ تھے اس عمل کے بعد ۱۲۳ ہو جائیں گے۔ تاریخ ذیل اسی صنعت کی مثال ہے۔

بہیں یہ نسخہ را در بفتی طبعیات   رسالایست کہ تعلیم را بود موضوع
ضیا بہ صنعت بسط ترفع بالطبع   رقم زدہ سنہ طبعش صحیفۂ مطبوع
۱۱۲۵ھ ہجری

(تشریح)

حروف اصلی مادہ تاریخ	ص	ح	ی	ف	ہ	م	ط	ب	و	ع	تاریخ
حروف بعد بسط ترفع بالطبع	ت	ل	ن	ش	ط	ی	م	و	ی	ر	
اعداد	۴۰۰	۳۰	۵۰	۳۰۰	۹	۱۰	۴۰	۶	۱۰	۲۰۰	1125

(ط) بسط کی نویں قسم بسط ترفع اوتار ہے۔ اوتار عربی زبان کا لفظ جمع ہے وتر کی معنی عدد طاق و فرد۔ اور اعداد جمل کے ہر مرتبہ میں ۱۔ ۳۔ ۵۔ ۷۔ ۹ اوتار ہیں۔ پس آحاد میں ا ج ـ ہ ـ ز ـ ط اور عشرات میں ی ـ ل ـ ن ـ ع ـ ص اور مآت میں ق ـ ش ـ ث ـ ذ ـ ظ اور الوف میں غ حروف اوتار کہلاتے ہیں۔ ترفع اوتار اس عمل کا نام ہے کہ آحاد میں الف کے عوض ج لیں اور ج کے عوض ہ اور ہ کے عوض ز اور ز کے عوض ط لیکن اگر ط واقع ہو تو وہ بحال خود رہے گی۔ اس لیے کہ آحاد میں اس سے فائق درجہ اوتار کا نہیں ہے۔

اسی طرح عشرات میں ی کی جگہ ل اور ل کے عوض ن محسوب ہوگا۔ اور ن کے عوض ع اور ع کے عوض ص اور ص بحال بخود رہے گی۔

علیٰ ہذا مآت میں ق کی جگہ ش اور ش کے عوض ث اور ث کے عوض ذ اور ذ کے عوض ظ اور ظا بحال خود برقرار رہتے گی۔

اور الوف میں غ بحال خود قائم رہے گا اس لیے کہ اس سے فائق عدد کا حرف نہیں ہے اور حرف ازدواج بحال خود قائم رہیں گے۔ حرف ازدواج وہ ہیں جو اوتار کے سوا

ہوں۔ جن کا بیان آگے آئے گا۔

مثلاً لفظ حامد کا بسط ترفع اوتار ح ج م د ہے۔ حرف اول بحال خود رہا اس لیے کہ اوتار سے خارج ہے اور الف کو ج سے بدلا اس لیے کہ الف سے فائق درجہ جیم کا ہے اور م اور د بحال خود رہے اس لیے کہ دونوں اوتار نہیں ہیں۔ نتیجہ اس عمل کا یہ ہوا کہ حامد کے عدد جو ۵۳ تھے بعد اس عمل کے ۵۵ ہو گئے۔

گشت تعمیر مسجد عالی   بایدم گفت اے ولا تاریخ
من بصنع ترفع اوتار   گفتمش خانۂ خدا تاریخ

۱۲۸۷ ہجری

(تشریح)

حروف اصلی	خ	ا	ن	ہ	خ	د	ا	میزان
حروف بعد ترفع اوتار	خ	ج	ع	ز	خ	د	ج	
اعداد	۶۰۰	۳	۷۰	۷	۶۰۰	۴	۳	۱۲۸۷

نقشۂ بالا میں خ۔ د۔ دونوں بحال خود رہے اس لیے کہ وہ حروف اوتار نہیں ہیں بلکہ ازدواج ہیں اور ا۔ ج سے بدلا اور ن کے عوض ع محسوب ہوا۔ اسی طرح ہ کے عوض ز اور پھر ا کے عوض ج۔ اس صنعت کی وجہ سے الفاظ خانۂ خدا کے اعداد اصلی جو ۱۲۶۱ تھے ۱۲۸۷ ہو گئے اور یہی سنہ مطلوب ہے۔

(ی) بسط ترفع ازواج۔ دسویں قسم ہے بسط کی۔ ازواج۔ زبان عربی میں زوج کی جمع اور زوج وتر کا ضد ہے جو اعداد طاق نہیں ہیں بلکہ جفت ہیں ان کے حروف کو ہر مرتبہ میں ترقی دینے کا نام بسط ترفع ازواج ہے۔ اعداد ازواج ۲۔ ۴۔ ۶۔ ۸ ہیں اور حروف آحاد میں ب۔ د۔ و۔ ح اور عشرات میں حروف ک۔ م۔ س۔ ف اور مآت میں حروف ر۔ ت۔ خ۔ ض۔ حروف ازواج سے موسوم ہیں۔

پس ترفع ازواج اس عمل کا نام ہے کہ آحاد میں ب کے عوض د لیں۔ اور د کے عوض و۔ اور و کے عوض ح۔ اور ح بحال خود رہے گی اس لیے کہ اس سے زیادہ آحاد میں کسی زوج کا درجہ نہیں ہے۔

اسی طرح عشرات میں حرف ازواج کا شمار ک کے عوض م اور م کے عوض س اور س کے عوض ف۔ اور ف۔ بحال خود رہے گی اس لیے کہ عشرات میں ف سے فائق کوئی حرف زوج نہیں ہے

اسی طرح آت میں حروف ازواج کا شمار ر کے عوض ت اور ت کے عوض۔ خ اور خ کے عوض ض۔ اور ض بحال خود قائم رہے گا اس لئے کہ آت میں ض سے فائق کوئی زوج نہیں ہے۔

اور الوف میں غ اس لیے بحال خود رہے گا کہ اس سے ازواج کو کوئی تعلق نہیں ہے اور اس عمل میں اور تمام اوتار بھی بحال خود رہیں گے اسی طرح جس طرح صنعت ماضیہ میں تمام ازواج بحال خود تھے۔

اب ہم لفظ حامد کا بسط ترفع ازواج کرتے ہیں۔ ح بحال خود ہے کیونکہ حاد میں اس کا درجہ سب سے عالی ہے اور (الف) بھی بحال خود چھوڑ اگیا کیونکہ اوتار سے ہے اور (م) حسب قاعدۂ بالا اس سے بدلا گیا۔ د۔ د ہوگئی حاصل یہ ہوا کہ لفظ حامد کے عدد جو ۵۳ تھے اس صنعت سے ۵۷ ہو گئے۔

مندرجہ ذیل تاریخ ایک مشہور شادی کے متعلق کسی نے اسی صنعت میں لکھی ہے۔

حکمت اللہ خاں طبیب دکن بقدوم عروس شد۔ خوش حال

من بہ بسط ترفع ازواج کدخدا شد حکیم گفتم سال

۱۲۷۷ ہجری

نقشۂ ذیل سے مادۂ تاریخ میں صنعت کا عمل ظاہر ہوتا ہے۔

حروف اصلی مادۂ تاریخ	ل	و	ص	و	ا	ش	و	ح	ل	ی	ک	[illegible]
حروف بعد بسط ترفع ازواج	م	و	ض	و	ا	ش	و	ح	م	ی	س	
اعداد	۴۰	۶	۸۰۰	۶	۱	۳۰۰	۶	۸	۴۰	۱۰	۶۰	۱۲۷۷

بعض ائمہ جمل نے لکھا ہے کہ ایک ہی تاریخ میں بسط ترفع اوتار و ازواج ہو سکتا ہے۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ اس کی کیا تخصیص ہے ایک ہی تاریخ میں متعدد صنائع سے کام لیا جا سکتا ہے۔

(ک) صاحب مفتاح الاستخراج نے فرمایا ہے کہ بسط تنزل بھی تاریخ کی ایک صنعت ہے۔ صاحب معدن الجواہر نے لکھا کہ اس کی چار قسمیں ہیں (۱) بسط تنزل عددی (۲) بسط تنزل حرفی (۳) بسط تنزل طبعی (۴) بسط تنزل بالطبع اور یہ برعکس ہے بسط ترفع کے انھوں نے اپنے اس بیان کو اس عبارت پر ختم فرمایا ہے کہ تمام امثلہ میں اسی پر قیاس کر لیجیے کیونکہ عاقل کو اشارہ کافی ہے۔ پھر انہی کا قول ہے کہ بسط تنزل اوتار و بسط تنزل ازواج بھی ایک قسم ہے جس کو صاحب مفتاح الاستخراج نے لکھا ہے کہ جو شخص اس کو معلوم کرنا چاہے پس

رجوع کرے اس کی جانب۔ ہم نے اس کے بیان کو کتاب محول علیہ میں بھی غیر صریح پایا لہٰذا یہی مناسب خیال کیا کہ اپنے طرز کے مطابق ہر ایک قسم کا بیان صراحت کے ساتھ کر کے آگے بڑھیں۔

پس بسط تنزل عددی بسط کی گیارھویں قسم ہے اس سے مراد عدد حرف کا اپنے درجہ اور مرتبہ سے درجہ و مرتبہ ادنیٰ میں تنزل پانا ہے۔ یعنی اگر ایک حرف کا عدد درجہ آحاد کا ہے تو اس کا تنزل نہ ہو سکے گا اس لیے کہ احاد سے کمتر کوئی درجہ نہیں ہے۔

لیکن اگر وہ عدد حرف جس کا تنزل مقصود ہے عشرات کا عدد ہے تو اس کا تنزل درجۂ آحاد میں بلحاظ مرتبہ ہو سکے گا جیسے کاف کے عدد کا مرتبہ درجہ عشرات میں دوسرا ہے تو اس کا تبادلۂ تنزلی درجۂ آحاد میں ب کے عدد کے ساتھ ہو گا اس لیے کہ ب کا مرتبہ بھی درجۂ آحاد میں دوسرا ہے۔

اسی طرح ات کا تنزل عشرات کے درجہ میں بلحاظ مرتبہ اور الف کا تنزل درجہ آت کے پہلے مرتبہ میں مثلاً (غ) کے عدد کا تبادلۂ تنزلی ق کے عدد کے ساتھ۔

پس اگر ہم لفظ زید میں بسط تنزل عددی کرنا چاہیں تو ز کا عدد بحال خود رہے گا کیونکہ وہ خود درجہ آحاد کا عدد ہے۔ اور ی کا عدد ۱۰ جو درجۂ عشرات کے مرتبہ اول کا عدد ہے درجۂ آحاد کے مرتبۂ اول یعنی الف کے عدد کے ساتھ بدل کر بعوض ۱۰ کے (۱) رہ جائے گا۔ اور دال کا عدد (۴) بحال خود رہے گا کیونکہ وہ بھی درجۂ آحاد کا ہے جیسا کہ پہلے حرف کا عدد۔ پس اس عمل کا نتیجہ یہ ہو گا کہ زید کے مجموعی اعداد (۲۱) اس صنعت سے (۱۲) ہو جائیں گے تاریخ ذیل اسی صنعت میں لکھی گئی ہے جو ایک خمسۂ ہجو کا آخری بند ہے۔ مصنف تاریخ سے ہم آگاہ نہیں ہیں۔ ع متاع نیک ہر دکان کہ باشد۔

خدمت گھٹی تو ظلم بڑھا ہائے رے غضب　　　تنخواہ کم ہوئی تو زیادہ ہوئی طلب
بسط تنزل عددی کا ہے یہ سبب　　　خمسہ کا بند داخل تاریخ سب کا سب
سچ ہے حرام زادے کی رسی دراز ہے

اس سالم بند کے حروف میں بسط تنزل عددی کرنے سے سنہ ۱۳۰ ہجری حاصل ہوتا ہے۔

(تشریح)

مصرع اول

۱	حروف	خ	د	م	ت	گ	ہ	ٹ	ی	ت	و	ظ	ل	م
	اعداد	۶۰۰	۴	۴۰	۴۰۰	۲۰	۵	۴۰	۱۰	۴۰۰	۶	۹۰۰	۳۰	۴۰
	تنزل عددی	۶۰	۴	۴	۴۰	۲	۵	۴۰	۱	۴۰	۶	۹۰	۳	۴

۲	حروف	ب	ڑ	ہ	ا	ہ	ا	ے	ر	ے	غ	ق	ب
	اعداد	۲	۲۰۰	۵	۱	۵	۱	۱۰	۲۰۰	۱۰	۱۰۰۰	۸۰۰	۲
	تنزل عددی	۲	۲۰	۵	۱	۵	۱	۱	۲۰	۱	۱۰۰	۸۰	۲

میزان اعداد خانہ سوم مصرع اول ۵۳۷

مصرع دوم

۳	حروف	ت	ن	خ	و	ا	ہ	ک	م	ہ	و	ی	ی	ت
	اعداد	۴۰۰	۵۰	۶۰۰	۶	۱	۵	۲۰	۴۰	۵	۶	۱۰	۱۰	۴۰۰
	تنزل عددی	۴۰	۵	۶	۶	۱	۵	۲۰	۴	۵	۶	۱	۱	۴۰

۴	حروف	و	ز	ی	ا	د	ھ	ہ	و	ی	ی	ط	ل	ب
	اعداد	۶	۷	۱۰	۱	۴	۵	۵	۶	۱۰	۱۰	۹	۳۰	۲
	تنزل عددی	۶	۷	۱	۱	۴	۵	۵	۶	۱	۱	۹	۳	۲

میزان اعداد خانۂ سوم مصرع دوم ۲۲۷

۵	حروف	ب	س	ط	ت	ن	ز	ل	ع	د	د
	اعداد	۲	۶۰	۹	۴۰۰	۵۰	۷	۳۰	۷۰	۴	۴
	تنزل عددی	۲	۶	۹	۴۰	۵	۷	۳	۷	۴	۴

حروف	ی	ک	ا	ہ	لے	ی	ہ	س	ب	ب
اعداد	۱۰	۲۰	۱	۵	۱۱	۱۰	۵	۶۰	۲	۲
تنزل عددی	۱	۲	۱	۵	۱	۱	۵	۶	۲	۲

میزان اعداد خانہ سوم مصرع سوم ۱۱۳

مصرع چہارم

حروف	خ	م	س	ہ	ک	ا	ب	ن	د	د	ا	خ
اعداد	۶۰۰	۴۰	۶۰	۵	۲۰	۱	۲	۵۰	۴	۴	۱	۶۰۰
تنزل عددی	۶۰	۴	۶	۵	۲	۱	۲	۵	۴	۴	۱	۶۰

حروف	ل	ت	ا	ر	ی	خ	س	ب	ک	ا	س	ب
اعداد	۳۰	۴۰۰	۱	۲۰۰	۱۰	۶۰۰	۶۰	۲	۲۰	۱	۶۰	۲
تنزل عددی	۳	۴۰	۱	۲۰	۱	۶۰	۶	۲	۲	۱	۶	۲

میزان اعداد خانہ سوم مصرع چہارم ۲۹۸

مصرع پنجم

حروف	س	چ	ہ	ی	ح	ر	ا	م	ز	ا	د	ی
اعداد	۶۰	۳	۵	۱۰	۸	۲۰۰	۱	۴۰	۷	۱	۴	۱۰
تنزل عددی	۶	۳	۵	۱	۸	۲۰	۱	۴	۷	۱	۴	۱

حروف	ک	ی	ر	س	ی	د	ر	ا	ز	ہ	ے	
اعداد	۲۰	۱۰	۲۰۰	۶۰	۱۰	۴	۲۰۰	۱	۷	۵	۱۰	
تنزل عددی	۲	۱	۲۰	۶	۱	۴	۲۰	۱	۷	۵	۱	

میزان اعداد خانہ سوم مصرع پنجم (۱۲۹) صدر جملہ ۱۳۰۴ھ ہجری

(ل) بسط تنزل حرفی۔ بسط کی بارہویں قسم ہے اور یہ عکس ہے بسط ترفع حرفی کا یعنی ابجد نوی کے ایک حرف کو اس کے ماقبل کے حرف سے بدلنے کو بسط تنزّل حرفی کہتے ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ ہر ایک حرف کے ماقبل کا حرف باعتبار عدد مابعد سے کم رتبہ رکھتا ہے اسی سے اس قسم کی وجہ تسمیہ ظاہر ہوتی ہے۔ اس صنعت میں الف بحال خود رہتا ہے اس لیے کہ اس سے کم مرتبہ کا کوئی حرف نہیں ہے جس کے ساتھ اس کا تنزل ہو سکے۔

پس اگر لفظ بکر کا بسط تنزّل حرفی کریں تو ب۔ الف سے بدلی جائے گی اور کاف ی سے اور ر۔ ق سے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ لفظ بکر کے اعداد بعوض ۲۲۲ کے ۱۱۱ رہ جاوئیں گے۔ اسی طرح لفظ حامد میں ح۔ ز سے بدلی جائے گی اور الف بحال خود رہے گا کیونکہ اس سے کم رتبہ کا کوئی حرف نہیں ہے اور م۔ ل سے بدلا جاوے گا اور د کی جگہ ج قائم ہوگا۔ پس لفظ حامد کے اعداد مجموعی جو فی الحقیقت ۵۳ تھے۔ اس قاعدہ سے ۴۱ رہ جائیں گے۔

تاریخ ذیل اسی صنعت میں لکھی گئی ہے[۲۳]

فضل حق نے بچا لیا ان کو رہ گیا سارا طمطراق یہاں
ہوا سال تنزل حرفی گرے گھوڑے سے برکت اللہ خاں

۱۳۰۳

حروف اصلی	ے	ـ	م	ے	ہ	ہ	ـہ	م	ع	م	ج
نتیجہ بسط تنزل حرفی	ی	ق	ط	ی	د	ہ	ق	ط	ن	ط	ـ
اعداد	۱۰	۱۰۰	۹	۱۰	۴	۵	۱۰۰	۹	۵۰	۹	۱

حروف اصلی	ـ	ے	ج	ـ	ک	ک	ہ	ع	ـ	ج	ج
نتیجہ بسط تنزل حرفی	ق	ی	ش	ـ	ک	ک	د	خ	ـ	م	[illegible]
اعداد	۱۰۰	۱۰	۳۰۰	۱	۲۰	۲۰	۴	۵۰۰	۱	۴۰	۱۳۰۳

(م) بسط تنزل طبعی۔ یہ اقسام بسط کی تیرہویں قسم ہے۔ یہ وہ ہے کہ حروف ناریہ کو ہوائیہ کے ساتھ اور ہوائیہ کو مائیہ کے ساتھ اور مائیہ کو ترابیہ کے ساتھ تنزل کیا جائے یعنی بدلا جائے۔

ہم نے بسط ترفع طبعی میں بیان کیا ہے کہ سب سے بڑا درجہ ناریہ کا ہے اور پھر ہوائیہ کا اور اس کے بعد مائیہ کا پھر ترابیہ کا۔ پس بڑے درجہ کے حرف کو اس سے کم درجہ کے حرف کے ساتھ بدلنے کا نام بسط تنزّل طبعی ہے۔ اس عمل میں حروف ترابیہ کسی اور حرف کے ساتھ بدلے نہ جائیں گے بلکہ بحال خود رہیں گے۔ اس لیے کہ ترابیہ سے کم درجہ کوئی نہیں ہے یعنی ترفع میں ناریہ کے ساتھ جو عمل تھا وہی عمل تنزّل میں ترابیہ کے ساتھ ہے۔

مثلاً ہم نے چاہا کہ لفظ خالد میں بسط تنزّل طبعی کریں تو (خ)، جو کہ آبیہ میں چھٹے مرتبہ کا حرف ہے۔ خاکیہ کے اسی مرتبہ کے حرف (ت) کے ساتھ بدلا جائے گا۔ اور (الف) جو ناریہ کے پہلے مرتبہ کا حرف ہے (ج) ہوائیہ کے پہلے مرتبہ کے حرف سے بدلے گا۔ اسی طرح (ل) جو آبیہ کے تیسرے مرتبہ کا حرف ہے (ی) سے متبدل ہو گا۔ کیونکہ خاکیہ میں (ی) کا مرتبہ بھی

تیسرا ہی ہے اور علیٰ ہذا القیاس (د) کا تبادلہ اور تنزل (ب) سے ہوگا۔ اس عمل سے حاصل یہ ہوگا کہ خالد کے عدد حقیقی ۵۳۶ صرف ۵۱۴ رہ جائیں گے۔ تاریخ ذیل اسی صنعت میں ہے۔

وہ زور و شور اب نہیں باقی رہا جناب — خدمت جو آج ہاتھ سے ان کے نکل گئی
وہ نخوت و غرور کہاں اور یہ انکسار — آثار اس کے ہیں کہ طبیعت سنبھل گئی
اچھے رہیں وہ ہم کو کسی سے ہے کیا غرض — شکر خدا کہ کالی بلا سر سے ٹل گئی
لکھو نوا تنزّل طبعی سے اس کا سال — بگڑی ہوا تو صاف طبیعت بدل گئی

۱۲۹۳ ہجری

حروف اصلی	ب	[illegible]	[illegible]	ی	ہ	و	-	ت	و	ص	-	[illegible]	[illegible]
حروف بعد بسط تنزّل طبعی	ب	ل	ص	ی	ز	و	ج	ت	و	ص	ج	ق	ک
اعداد	۲	۳۰	۹۰	۱۰	۷	۶	۳	۴۰۰	۶	۹۰	۳	۱۰۰	۲۰

حروف اصلی	ب	ی	[illegible]	ت	ب	ب	و	ل	[illegible]	ی	ی
حروف بعد بسط تنزّل طبعی	ب	ی	ن	ت	ب	ب	ی	ل	ی	ی	میزان
اعداد	۲	۱۰	۵۰	۴۰۰	۲	۲	۱۰	۳۰	۱۰	۱۰	۱۲۹۳

(ن) بسط تنزّل بالطبع۔ اقسام بسط کی چودھویں قسم ہے۔ ایک ہی طبیعت کے حروف میں ایک حرف کا تنزّل ماقبل کے ساتھ کرنے کو بسط تنزّل بالطبع کہتے ہیں نقشہ متعلقہ ابجد عناصر مندرجہ الفاظ جمل متذکرہ فصل ۲ باب اول کے دیکھنے سے واضح ہوگا ا، ہ، ط، م، ف، ش، ذ حروف ناری ہیں۔ پس ہ کا تنزّل الف کے ساتھ اور ط کا تنزّل ہ کے ساتھ اور م کا تنزل ط کے ساتھ اور ف کا تنزّل م کے ساتھ اور ش کا تنزّل ف کے ساتھ اور ذ کا تنزّل ش کے ساتھ ہوسکتا ہے اور الف کا تنزّل اس لیے

نہ ہوسکے گا کہ اس سے کم درجہ کا کوئی حرف، حروف ناریہ نہیں ہے۔

پس اگر ہم چاہیں کہ لفظ ہاشم کا بسط تنزل بالطبع کریں تو ہ کو الف کے ساتھ بدلیں گے اور الف بحال خود رہے گا۔ اور ش کا تبادلہ ف کے ساتھ ہوگا اور م کو ط سے بدلیں گے اور اس عمل کی وجہ سے ہاشم کے اعداد بجائے ۳۴۶ کے صرف ۹۱ رہ جائیں گے۔

تاریخ ذیل کسی نے اسی صنعت میں لکھی ہے۔

ستم شعار نہ کردی بجور و ظلم دریغ   بریں نتیجہ کشیدت مآل افعالت

نوشت شوقؔ بہ بسط تنزّل بالطبع   شدہ تنزّل خدمت سزائے اعمالت

۶۶۸

حروف اصلی	ص	ہ	ہ	ق	ک	د	ط	ش	ہ	ی	ق	ل
نتیجہ بسط تنزّل بالطبع	ف	د	ا	ص	ی	ج	ح	ر	د	ط	ص	ک
اعداد	۸۰	۴	۱	۹۰	۱۰	۳	۸	۲۰۰	۴	۹	۹۰	۲۰

حروف اصلی	د	ـ	ز	ـ	م	ی	ـ	ط	ق	میزان
نتیجہ بسط تنزل بالطبع	ج	ـ	و	ـ	ل	ط	ـ	ح	ص	
اعداد	۳	۱	۶	۱	۳۰	۹	۱	۸	۹۰	۶۶۸

(س) اقسام بسط کی پندرہویں قسم بسط تنزل اوتار ہے۔ اور

(ع) سولہویں قسم بسط تنزّل ازواج۔ حروف اوتار و ازواج کی تعریف ہم نے بسط ترفع اوتار و ازواج کی ذیل میں بیان کی ہے (دیکھو صنعت ط و ی) پس اس خاص موقع کے لیے ہم ایک نقشہ ہدیہ ناظرین کرتے ہیں جو انھیں تعریفات ماضیہ کا لب لباب ہے۔

مدارج	حروف اوتار					حروف ازواج			
احاد	ا	ج	ہ	ز	ط	ب	د	و	ح
	۱	۳	۵	۷	۹	۲	۴	۶	۸
عشرات	ی	ل	ن	ع	ص	ک	م	س	ف
	۱۰	۳۰	۵۰	۷۰	۹۰	۲۰	۴۰	۶۰	۸۰
مآت	ق	ش	ث	ذ	ظ	ر	ت	خ	ض
	۱۰۰	۳۰۰	۵۰۰	۷۰۰	۹۰۰	۲۰۰	۴۰۰	۶۰۰	۸۰۰
الوف	غ								
	۱۰۰۰								

پس ط کا تنزّل ز کے ساتھ اور ز کا تنزّل ہ کے ساتھ اور ہ کا تنزّل ج کے ساتھ اور ج کا تنزّل الف کے ساتھ بسط تنزّل اوتار کہلائے گا۔

اسی طرح ح کا تنزل و کے ساتھ و کا تنزل د کے ساتھ د کا تنزّل ب کے ساتھ بسط تنزّل ازواج سے موسوم ہوگا اور یہی عمل عشرات اور مآت میں ہوگا۔

سمجھ رکھنا چاہیے کہ حروف اوتار سے ا۔ی۔ق۔غ کا تنزّل نہ ہوگا۔ علیٰ ہذا حروف ازواج سے ب۔ک۔ر کا بھی تنزل نہ ہوگا۔ اس لیے کہ یہ حروف اپنے مرتبہ میں کمترین حروف ہیں جن سے زیادہ۔ کم درجہ کا کوئی دوسرا حرف نہیں ہے۔

اگر ہم ایک ہی لفظ میں یہ دونوں صنعتیں جاری کریں تو ہو سکتا ہے۔ لیکن جب صرف ایک صنعت تنزّل اوتار ہی جاری کریں تو ازواج بحال خود رہیں گے یا اگر ہم کو صرف صنعت تنزّل ازواج سے کام لینا مقصود ہو تو حروف اوتار میں کوئی تبدیلی نہ ہوگی۔

مثلاً ہم نے لفظ ہندہ کا بسط تنزّل اوتار کیا تو ہ۔ج سے بدلے گی اور ن۔ل سے اور د بحال خود رہے گی۔ کیونکہ حروف ازواج سے ہے اور دوسری ہ۔ج سے بدلی جائے گی۔

نتیجہ یہ ہوگا کہ ہندہ کے اعداد اصلی (۶۴) کے عوض ۴۰ محسوب ہوں گے۔
اگر ہم اسی لفظ ہندہ میں بسط تنزّل ازواج کریں تو ہ اور نون بحال خود رہیں گے اس لیے کہ یہ دونوں حروف اوتار سے ہیں اور د، ب سے بدل جائے گی اور دوسری ہ بھی بحال خود رہے گی۔ پس (ہندہ) کے اعداد اس صنعت میں ۶۴ کے بجائے ۶۲ محسوب ہیں۔
اگر ہم اسی لفظ ہندہ میں دونوں صنعتیں جاری کریں تو ہ۔ج سے بدل جائے گی۔ اور ن۔ل سے اور د۔ب سے اور ہ۔ج سے پس لفظ ہندہ کے اعداد اصلی (۶۴) اس عمل کے بعد (۳۸) ہو جائیں گے۔
اب ہم ذیل میں دو ایسی تاریخیں پیش کرتے ہیں جن میں ان دونوں صنعتوں کا استعمال ہوا ہے۔

تاریخ بصنعت بسط تنزّل اوتار

چور تھا کون کس نے پائی سزا — ہائے کس کی بلا ہے کس کے سر
مثل مفقود کی منیجر نے — ذمہ داری میں پٹ گیا ریٹر
نزلہ ریزد مگر بعضو ضعیف — ہمچو خاک ست بندۂ بے زر
زید ہے یہ تنزّل اوتار — آفت آتی ہے بے وسیلوں پر

۱۲۴۱

حروف اصلی	ا	ف	ت	ا	ت	ی	ہ	ی	ب	ی
نتیجہ بسط تنزّل اوتار	ا	ف	ت	ا	ت	ی	ج	ی	ب	ی
اعداد	۱	۸۰	۴۰۰	۱	۴۰۰	۱۰	۳	۱۰	۲	۱۰

حروف اصلی	و	س	ی	ل	و	ں	پ	ر	میزان
نتیجہ بسط تنزّل اوتار	و	س	ی	ی	و	ل	ب	ر	
اعداد	۶	۶۰	۱۰	۱۰	۶	۳۰	۲	۲۰۰	۱۲۴۱

تاریخ بصنعت بسط تنزّل ازواج

مرد باآب و تاب شمس الدین — جو کہ ذرے سے آفتاب ہوا
زور بازو سے وہ بنا تیراک — اپنے فن میں وہ لاجواب ہوا
تھا وہ استاد ایسا لاثانی — میر مچھلی جسے خطاب ہوا
نعش اک بہہ چلی جو دریا میں — دیکھ کر اس کو پیچ و تاب ہوا
چور تھا نشۂ جوانی میں — شام تھی مست نیم خواب ہوا
طرفۃ العین میں وہ کود پڑا — ایک عالم کو اضطراب ہوا
ہائے تقدیر سے لڑی تدبیر — ملک الموت کامیاب ہوا
تھی قضا اس کے سر پر آن کھڑی — ایک لمحہ میں انقلاب ہوا
اس کی صورت نہ پھر نظر آئی — اس کا جینا خیال و خواب ہوا
سال بسط تنزّل ازواج — کہو ہاتف وہ غرق آب ہوا

۱۳۲۲

(تشریح)

حروف اصلی	و	ہ	غ	ر	ق	ا	ب	ہ	و	ا	میزان
اعداد	۶	۵	۱۰۰۰	۲۰۰	۱۰۰	۱	۲	۵	۶	۱	۱۳۲۶
حروف بعد بسط تنزّل ازواج	د	ہ	غ	ر	ق	ا	ب	ہ	د	ا	میزان
اعداد	۴	۵	۱۰۰۰	۲۰۰	۱۰۰	۱	۲	۵	۴	۱	۱۳۲۲

(ف) بسط کی سترہویں قسم۔ بسط تواخی ہے۔ صاحب مفتاح الاستخراج نے اس کا ذکر کیا ہے اور صاحب کتاب المداخل نے اس کو بسط تشابہ اور بسط تزوّج بھی کہا ہے۔ یہ اس عمل کا نام ہے کہ ایک حرف کو اس کے مشابہ اور تشارک دوسرے حرف سے بدل دیں۔ جیسے ب کو ت یا ث سے یا ت کو ب یا ث سے یا ث کو ب یا

ت سے اور حروف باہم تواخی رکھتے ہیں یعنی اخوّت علیٰ ہٰذا ج ح خ بھی اخوت ہے اسی طرح د ذ۔ ر ز۔ س ش۔ ص ض۔ ط ظ۔ ع غ ہیں بعض صاحبان تحقیق نے ف ق میں بھی اخوّت قائم کی ہے لیکن اکثر اس کے خلاف ہیں۔ اور موخرالذکر کا خیال عام ہے اور ہم بھی اسی سے متفق ہیں۔

پس مادّہ تاریخ میں ب کے عوض ت کے اعداد لینا اور ت کے عوض ب کے یا ث کے عوض ت کے اعداد محسوب کرنا یا ج کے عوض ح کے اور ح کے عوض ج کے یا خ کے عوض ح کے۔ اسی طرح د کے عوض ذ کے اعداد شمار کرنا۔ یا ذ کے عوض د کے (وغیرہ) بسط تواخی یا تشابہ یا تزوّج کہلائے گا۔

مثلاً اگر لفظ حامد میں بسط تواخی کریں تو ح کے عوض ج محسوب ہوگا اور الف اور م بحال خود رہیں گے اور د کے عوض ذ لی جائے گی۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ لفظ حامد کے ۵۳ عدد اس صنعت کے بعد ۷۴۴ ہو جائیں گے۔

بعض اہل تحقیق نے لکھا ہے کہ ب ت ث اور ج ح خ میں مورّخ کو اختیار ہے کہ ان تینوں حروف سے ایک حرف کے عوض باقی ماندہ دو حروف سے جس حرف کو چاہیں بدل دیں۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ ان بزرگوں نے اس پر غور نہیں فرمایا کہ اس آزادی کی وجہ سے یہ بہت بڑا نقص تاریخ میں پیدا ہو جائے گا کہ جب تک مورّخ اپنے مادّہ کے ساتھ اپنے طرز عمل کی صراحت نہ کرے گا دوسرا شخص اس مادّہ کے صحیح اعداد پر قادر نہ ہو سکے گا۔ اہل احتیاط کا وہی مسلک ہے جس کی صراحت ہم نے ابتدا میں بیان کر دی۔ ہماری رائے میں مورّخ اس کی پابندی کرے تو صرف اس کا اشارہ کہ یہ تاریخ صنعت بسط تواخی میں ہے کافی ہے۔ اور ہم اسی کے پیرو ہیں۔

معلوم ایسا ہوتا ہے کہ صاحب معدن الجواہر نے آخرالذکر دبستان کی پیروی کی ہے۔ اسی لیے انھوں نے لفظ حامد کے بسط تواخی میں ح کے عوض خ محسوب فرمائی ہے اور ہم کو اس سے اختلاف ہے۔ جیسا کہ اوپر ذکر ہوا ہے۔

ابن اخی ملّا احمد — مات شاباً واسفا
بسط تواخ فی عامہ — رضی اللہ عن الملاّ
۱۳۲۵

حروف اصلی	ز	ص	ی	ا	ل	ل	ہ	ق
نتیجہ بسط تواخی	ز	ص	ی	ا	ل	ل	ہ	ق
اعداد	۷	۹۰	۱۰	۱	۳۰	۳۰	۵	۱۰۰

حروف اصلی	ن	ا	ل	م	ل	ا	میزان
نتیجہ بسط تواخی	ن	ا	ل	م	ل	ا	
اعداد	۵۰	۱	۳۰	۴۰	۳۰	۱	۱۳۲۵

(ص) بسط تجمعّ ۔ بسط کی اٹھارہویں قسم ہے۔صاحب معدن الجواہر فرماتے کہ ہر ایک حرف طالب کو مطلوب کے ساتھ جمع کرنے کا نام بسط تجمعّ ہے۔مثلاً اگر ہم چاہیں کہ لفظ حامد کا بسط تجمعّ لفظ جعفر کے ساتھ کریں تو حامد کے حروف ایک سطر میں لکھیں اور اس کے ذیل میں جعفر کے حروف جیسے ح ا م د / ج ع ف ر پھر ح کے عدد (۸) کو عدد ج (۳) کے ساتھ جمع کریں تو ۱۱ ہوئے جس کا استنطاق ای ہے۔ اور پھر الف کے عدد (۱) کو عدد عین (۷۰) کے ساتھ ملا دیں اس کا مجموعہ ۷۱ ہوا، اور اس کا حاصل استنطاق اع ہے۔ پھر م کے عدد (۴۰) کو عدد ف (۸۰) سے ملا دیں تو جملہ (۱۲۰) ہوئے اور اس کا استنطاق ک ق ہے۔ اسی طرح د کے عدد (۴) کو ر کے عدد (۲۰۰) کے ساتھ جمع کریں تو ۲۰۴ ہوں گے جس کا استنطاق در ہے۔ پس حروف مستنطقہ (ا۔ ی۔ ا۔ ع۔ ک۔ ق۔ د۔ ر) کے مجموعی عدد ۴۰۶ محسوب ہوں گے۔

ہم کہتے ہیں کہ حامد کے اعداد کو جو ۵۳ ہیں جعفر کے اعداد ۳۵۳ کے ساتھ

جمع کرنے سے اس کی میزان بھی ۴۰۶ ہوتی ہے پھر اس صنعت میں کونسی جدت اور کیا لطف ہے۔

ہماری رائے میں ہے کہ لائق مولف موصوف سے اس مقام پر بھی استنطاق میں تسامح ہوا ہے جیسا کہ صنعت الف کے ذیل میں ہم نے بیان کیا ہے۔ اگر ہماری تحقیق کے مطابق عمل کیا جائے تو ۱۱ کا استنطاق ۱۔۱ ہوگا اور ۱۷ کا استنطاق از اور ۱۲۰ کا استنطاق ک ا۔ اور ۲۰۴ کا استنطاق د ک۔ پس حامد اور جعفر کے بسط تجمّع سے ان دو لفظوں کے مجموعی اعداد (۴۰۶) صرف ۵۵ رہ جائیں گے۔ کیونکہ حروف ا۔ا۔ا۔ز۔ک۔ا۔ د۔ک۔ کے اعداد کا مجموعہ ۵۵ ہے

ہماری رائے میں یہ صنعت نہایت لطیف ہے۔ اگر ایک مورّخ کسی شادی کی تاریخ لکھے اور ہر ایک شعر میں اس کی پابندی کرے کہ مصرع اول میں دولہا کا بیان ہو اور مصرع ثانی میں دلہن کا بیان اور ساتھ ہی اس کا بھی پابند ہو کہ دونوں مصرعوں کے حروف کی تعداد مساوی رکھے اور پھر ایک مصرع کو دوسرے کے ساتھ بسط تجمع کرے اور حاصل استنطاق سے سنۂ مطلوب برآمد ہو تو ایسی تاریخ نہایت تعریف کے قابل ہوگی۔

تاریخ ذیل اسی صنعت میں لکھی گئی ہے جو تمثیلاً ہدیہ ناظرین کی جاتی ہے۔

شد مبارک اقترانِ النیّرین ۱۲۷۶ ہجری شوہر نجم النّسا شد شمس دیں
سالش از بسط تجمّع بر کشود مصرع اوّل بوصل آخریں

بسط تجمّع مِصرع اول و دوم شعر اوّل

حروف مصرع اوّل	ش	د	م	ب	ا	ر	ک	ا	ق	ت	ر
حروف مصرع ثانی	ش	و	ہ	ر	ن	ج	م	ا	ل	ن	س
مجموعہ اعداد	۶۰۰	۱۰	۴۵	۲۰۲	۵۱	۲۰۳	۶۰	۲	۱۳۰	۴۵۰	۲۶۰
استنطاق	خ	ی	ہ د	ب ک	ا ہ	ج ک	س	ب	ل ا	ن د	س ب
اعداد حاصلہ	۶۰۰	۱۰	۹	۲۲	۶	۲۳	۶۰	۲	۳۱	۴۵	۶۲

بسط تجمیع مصرع اول و دوم شعر دوم

حروف مصرع اوّل	ا	ن	ا	ل	ن	ی	ر	ی	ن	عمران
حروف مصرع ثانی	ا	ش	د	ش	م	س	د	ی	ن	
مجموعہ اعداد	۲	۳۵۰	۵	۳۳۰	۹۰	۷۰	۲۰۴	۲۰	۱۰۰	
استنطاق	ب	ن ج	ہ	ل ج	ص	ع	دک	ک	ق	
اعداد حاصلہ	۲	۵۳	۵	۳۲	۹۰	۷۰	۲۴	۲۰	۱۰۰	۱۲۷۶

اس صنعت کے متعلق اس قدر صراحت کی جاتی ہے کہ مصرع اوّل کے حروف مصرع دوم کے ساتھ یا شعر اول کے حروف شعر دوم کے ساتھ یا ایک ہی مصرع میں ایک لفظ دوسرے لفظ کے ساتھ بشرطیکہ مساوی الحروف ہو جمع ہو سکتا ہے۔

نیز یہ بھی ممکن ہے کہ پہلے مصرع کو تیسرے مصرع کے ساتھ اور دوسرے مصرع کو چوتھے مصرع کے ساتھ جمع کریں۔ بشرطیکہ دونوں مساوی الحروف ہوں بہرحال جس طرز پر بسط تجمیع ہوا ہو اس کی صراحت شعر آخر میں کر دینا چاہیے۔

(ق) بسط کی انیسویں قسم بسط تضاعف۔ صاحب معدن الجواہر کا قول ہے کہ بسط تضاعف سے مراد ہر حرف کے اعداد کو دوچند کر کے اس سے بقاعدہ استنطاق حروف کا حاصل کرنا ہے۔ مثلاً ہم لفظ حامد کا بسط تضاعف کرنا چاہتے ہیں تو (ح) کے عدد ۸ کو ۱۶ کیا اور (الف) کے عدد کا مضاعف ۲ لیا اور عدد (م) کا مضاعف (۸۰) اور (د) کا مضاعف عدد (۸) پھر استنطاقی عمل کیا تو ۱۶ سے و۔ ا۔ اور ۲ سے ب۔ اور ۸۰ سے ف اور ۸ سے ح حاصل ہوا اور ظاہر ہے کہ و۔ ا۔ ب۔ ف۔ ح کے مجموعی اعداد ۹۷ ہوئے۔ جبکہ لفظ حامد کے اصلی اعداد ۵۳ تھے۔

صاحب معدن الجواہر سے اس صنعت کے استنطاق میں بھی تسامح ہوا ہے۔
اب ہم ذیل میں ایک تاریخ ہدیہ ناظرین کرتے ہیں جو اسی صنعت میں لکھی گئی ہے۔

سلامت علی خاں ہوئے منتظم مضاعف سے زائد اضافہ ہوا
بڑے نیک دل ہیں بڑے نیک ذات خدا اور دے ان کو اچھا ہوا
مقدر میں ان کے ترقی ہے اور ابھی کیا ہوا ہے ابھی کیا ہوا
ولاہم نے بسط تضاعف سے یوں کہا سال رتبہ دوبالا ہوا

۱۳۰۸ ہجری

حروف اصلی	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
اعداد	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	
تضاعف	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	
استنطاق	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	
اعداد حاصلہ	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

(ر) بسط کی بیسویں قسم بسط تناصف ہے۔ ہر ایک حرف کے عدد کو بشرطیکہ وہ قابل تنصیف ہو، نصف کر کے استنطاق کرنے کا نام بسط تناصف ہے۔ حروف مستنطقہ کے اعداد کا مجموعہ سنہ مطلوب ہوگا۔ صاحب معدن الجواہر نے اس کا ذکر نہایت اجمال کے ساتھ کیا ہے۔

جن اعداد کی تنصیف کسرات کے بغیر نہ ہو سکے وہ بحال خود رکھے جائیں گے کسی استاد بزرگ کی رحلت کی تاریخ اسی صنعت میں آیۂ قرآنی إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي ظِلَالٍ وَعُيُونٍ سے حاصل کی ہے جن کی رحلت ۴۳۴ھ میں واقع ہوئی تھی۔ محققین فن نے ضمناً اس کا ذکر کیا ہے۔

نقشۂ ذیل سے حسابی عمل بآسانی سمجھ میں آسکتا ہے۔

حروف اصلی	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
اعداد	۱	۵۰	۱	۳۰	۴۰	۴۰۰	۱۰۰	۱۰	۵۰	۸۰

تنصیف	۱	۲۵	۱	۱۵	۲۰	۲۰۰	۵۰	۵	۲۵	۴۰
استنطاق	ا	ز	ا	و	ک	ر	ن	ہ	ز	م
اعداد حروف مستنطقہ	۱	۷	۱	۶	۲۰	۲۰۰	۵۰	۵	۷	۴۰

حروف اصلی	ی	ظ	ل	ل	و	ع	ی	و	ن	
اعداد	۱۰	۹۰۰	۳۰	۳۰	۶	۷۰	۱۰	۶	۵۰	[illegible]
تنصیف	۵	۴۵۰	۱۵	۱۵	۳	۳۵	۵	۳	۲۵	
استنطاق	ہ	د-ن	ہ-ا	ہ-ا	ج	ح-ہ	ہ	ج	ب-ہ	
اعداد حروف مستنطقہ	۵	۵۴	۶	۶	۳	۸	۵	۳	۷	۴۳۴

(ش) صاحب ملخص تسلیم نے صنعت ماضیہ یعنی (بسط تناصف) کا ذکر نہیں فرمایا ہے۔ بلکہ بسط تنصیف کی تعریف کی ہے اور یہ ایک خاص قسم ہے جو بسط تناصف کے سوا ہے۔ لہٰذا ہم اس کو اقسام بسط سے اکیسویں قسم قرار دیتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ بسط تنصیف میں اعداد قابل تنصیف کو اس وقت تک نصف کرتے چلے جائیں جب تک کہ تنصیف ناممکن ہو پس آخر پر جو عدد ناقابل تنصیف باقی رہ جائے گا وہی حساب میں محسوب ہوگا ہم کہتے ہیں کہ اعداد غیر قابل تنصیف بحال خود رہیں گے۔

مثلاً ہم نے لفظ (سعید) کا بسط تنصیف کیا تو س کے عدد ۶۰ لیے جس کی تنصیف ۳۰ ہے اور پھر اس کی تنصیف ۱۵ ہے۔ چونکہ ۱۵ کی تنصیف بلا کسرات نہیں ہو سکتی لہٰذا ہم نے اس کا عدد ۱۵ قرار دیا۔

پھر ہم نے ع لیا تو اس کے عدد ۷۰ ہیں جس کی تنصیف ۳۵ ہے اور ۳۵ ناقابل تنصیف ہے لہٰذا ع کے عدد ۳۵ قرار پائے۔

پھر ہم نے ی لی جس کے عدد ۱۰ ہیں۔ ۱۰ کی تنصیف (۵) ہوئی اور (۵)

ناقابل تنصیف ہیں لہٰذا ی کے عدد ۵ قائم ہوئے۔

پھر د کو لیا جس کے عدد ۴ ہیں اور ۴ کی تنصیف کی تو ۲ رہے۔ پھر ۲ کی تنصیف کی تو (۱) رہا اور ایک ناقابل تنصیف ہے لہٰذا د کا عدد ایک قرار پایا۔

اس عمل سے لفظ سعید کے اصلی عدد جو ۱۴۴ تھے ۵۶ رہ گئے۔

صاحب ملخص تسلیم نے اس کی تفہیم اچھی طرح پر نہیں کی ہے اور ہم نے اور کتابوں کے مقابلہ کے بعد نتیجہ مستخرجہ کو ہدیہ ناظرین کیا ہے۔

اب ہم اس صنعت کے لحاظ سے اعداد جمل کی فہرست ہدیہ ناظرین کرتے ہیں جس سے حساب اعداد میں بڑی سہولت حاصل ہو گی۔

حروف ابجد	عمل تنصیف	عدد
ا	ناقابل تنصیف	۱
ب	۲ بعد تنصیف ۱	۱
ج	۳ ناقابل تنصیف	۳
د	۴ ـ ۲ ـ ۱	۱
ہ	۵ ناقابل تنصیف	۵
و	۶ ـ ۳	۳
ز	۷ ناقابل تنصیف	۷
ح	۸ ـ ۴ ـ ۲ ـ ۱	۱
ط	۹ ناقابل تنصیف	۹
ی	۱۰ ـ ۵	۵
ک	۲۰ ـ ۱۰ ـ ۵	۵
ل	۳۰ ـ ۱۵	۱۵
م	۴۰ ـ ۲۰ ـ ۱۰ ـ ۵	۵

حروف ابجد	عمل تنصیف	عدد
ن	۵۰ ـ ۲۵	۲۵
س	۶۰ ـ ۳۰ ـ ۱۵	۱۵
ع	۷۰ ـ ۳۵	۳۵
ف	۸۰ ـ ۴۰ ـ ۲۰ ـ ۱۰ ـ ۵	۵
ص	۹۰ ـ ۴۵	۴۵
ق	۱۰۰ ـ ۵۰ ـ ۲۵	۲۵
ر	۲۰۰ ـ ۱۰۰ ـ ۵۰ ـ ۲۵	۲۵
ش	۳۰۰ ـ ۱۵۰ ـ ۷۵	۷۵
ت	۴۰۰ ـ ۲۰۰ ـ ۱۰۰ ـ ۵۰ ـ ۲۵	۲۵
ث	۵۰۰ ـ ۲۵۰ ـ ۱۲۵	۱۲۵
خ	۶۰۰ ـ ۳۰۰ ـ ۱۵۰ ـ ۷۵	۷۵
ذ	۷۰۰ ـ ۳۵۰ ـ ۱۷۵	۱۷۵
ض	۸۰۰ ـ ۴۰۰ ـ ۲۰۰ ـ ۱۰۰ ـ ۵۰ ـ ۲۵	۲۵
ظ	۹۰۰ ـ ۴۵۰ ـ ۲۲۵	۲۲۵
غ	۱۰۰۰ ـ ۵۰۰ ـ ۲۵۰ ـ ۱۲۵	۱۲۵

متاخرین سے کسی طباع شاعر نے ایک ظالم کی وفات کی تاریخ اسی صنعت میں لکھی اور وہ یہ ہے

تا روز جزا فتنہ گرے رفت بخواب   او رست زخلق درست حلقے زعذاب
بسط تنصیف سال رحلت گردید   بگذشت زخلق ظالم خانہ خراب

۸۵۷ ہجری

(ت) بسط کی بائیسویں قسم بسط تضارب ہے۔ صاحب معدن الجواہر فرماتے ہیں کہ ایک لفظ (جس کو طالب کہتے ہیں) کے ایک حرف کو دوسرے لفظ

(جس کا نام مطلوب ہے) کے ایک حرف میں ضرب دے کر حاصل ضرب سے بقاعدۂ استنطاق نیا حرف پیدا کرنے کا نام (بسط تضارب) ہے۔ مثلاً ہم کسی شادی کی تاریخ کے لیے خالد کو دولہا فرض کریں اور ہندہ کو اس کی دولہن تو خالد اصطلاح جمل میں طالب ہوگا اور ہندہ مطلوب اور ان کے حروف مع اعداد حسب ذیل ہوں گے۔

خ	ا	ل	د	×	ہ	ن	د	ہ
۶۰۰	۱	۳۰	۴		۵	۵۰	۴	۵

پس (خ) کے عدد کو عدد (ہ) سے ضرب دینے سے	۳۰۰۰ حاصل ہوئے
اور (ا) کے عدد کو عدد (ن) سے ضرب دینے سے	۵۰ حاصل ہوئے
اور عدد (ل) کو عدد (د) سے ضرب دینے سے	۱۲۰ حاصل ہوئے
اور عدد (د) کو عدد (ہ) سے ضرب دینے سے	۲۰ حاصل ہوئے

اب ہم نے بقاعدۂ استنطاق ۳۰۰۰ سے ایک صفر چھوڑ کر ۳۰۰ سے (ش) حاصل کیا اور ۵۰ سے (ن) اور ۱۲۰ سے (ک-۱) اور ۲۰ سے (ک) پس ش ن ک اک کے مجموعی عدد ۳۹۱ ہیں اور یہی گویا سنۂ مطلوب ہے۔

تاریخ ذیل ایک واقعۂ قتل کے متعلق اسی صنعت میں لکھی گئی ہے

واصل معشوق عاشق ہوگیا بعدِ قضا   قاتل و مقتول کو یک جا کیا تلوار نے
سال سمت رند نے بسط تضارب سے کیا   جان ہی کر قتل شیریں کو کیا سردار نے

(رند ناگپوری)

تشریح

حروف مقتول (شیریں)	ش	ی	ر	ی	ن
اعداد	۳۰۰	۱۰	۲۰۰	۱۰	۵۰
حروف قاتل (سردار)	س	ر	د	ا	ر
اعداد	۶۰	۲۰۰	۴	۱	۲۰۰
حاصل ضرب اعداد	۱۸۰۰۰	۲۰۰۰	۸۰۰	۱۰	۱۰۰۰۰
استنطاق	ض-ا	ر	ض	ی	ق
اعداد حروف مستنطقہ	۸۰۱	۲۰۰	۸۰۰	۱۰	۱۰۰

میزان اعداد حروف مستنطقہ ۱۹۱۱ سمت

(ث) بسط کی تئیسویں قسم بسط تکسیر ہے۔ کسور صحیحہ حروف لفظِ مطلوب سے بقاعدہ استنطاق نئے حرف کے حاصل کرنے کو بسط تکسیر کہتے ہیں۔

واضح ہو کہ کسور ۹ ہیں۔

$\frac{1}{2}$ $\frac{1}{3}$ $\frac{1}{4}$ $\frac{1}{5}$ $\frac{1}{6}$ $\frac{1}{7}$ $\frac{1}{8}$ $\frac{1}{9}$ $\frac{1}{10}$

لفظ مطلوب سے ہر ایک حرف کے عدد میں جو کسر جتنی بار کاملاً تقسیم پاتی ہو یعنی طرح ہوتی ہو اس کو لکھ لیں۔ پھر ان کسرات سے بقاعدہ استنطاق حروف حاصل کریں اور جب یہی عمل کل حروف لفظ مطلوب کی نسبت کامل ہو جائے تو حروف مستنطقہ کے اعداد کو جمع کریں۔ وہی نتیجہ ہوگا بسط تکسیر کا۔ جن حروف کے اعداد میں یہ قاعدہ جاری نہ ہوتا ہو وہ بحالِ خود رہیں گے۔ بعض محققین نے کہا ہے کہ ان حروف کا ترک کرنا اولیٰ ہے لیکن غلبہ صورت اول پر ہے۔

مثلاً ہم نے چاہا کہ لفظ حامد کا بسط تکسیر کریں تو پہلے ہم نے ح کو لیا اور دیکھا کہ اس کا عدد ۸ ہے اور ۸ کا $\frac{1}{2}$ = ۴ اور $\frac{1}{4}$ = ۲ اور $\frac{1}{8}$ = ۱ پس ۴ کا استنطاق د ہوا اور ۲ کا ب اور ۱ کا الف۔

پھر الف کو لیا جس کا عدد ۱ ہے یہ کسی کسر پر تقسیم نہیں پاتا لہٰذا اس کو بحال خود رکھا اور اس کا استنطاق وہی الف ہوا۔

پھر م کو لیا جس کے عدد ۴۰ ہیں۔ اس کا $\frac{1}{2}$ = ۲۰ کے اور $\frac{1}{4}$ = ۱۰ اور $\frac{1}{5}$ = ۸ اور $\frac{1}{8}$ = ۵ اور $\frac{1}{10}$ = ۴۔ پس ۲۰ سے ک حاصل ہوا۔ ۱۰ سے ی اور ۸ سے ح۔ اور ۵ سے ہ اور ۴ سے د

پھر د کو لیا جس کا عدد ۴ ہے اس کا $\frac{1}{2}$ = ۲ اور $\frac{1}{4}$ = ۱۔ پس ۲ سے ب حاصل ہوئی اور (۱) سے الف۔

اب ہم نے حروف مستنطقہ د۔ ب۔ ا۔ ا۔ ک۔ ی۔ ح۔ ہ۔ د۔ ب۔ ا کو جمع کر کے ان کے اعداد مجموعی ۵۸ حاصل کیے۔ یہی ہے (حامد) کا بسط تکسیر۔

ایک تاریخ ہمارے گوش زد ہوئی ہے جس میں اسی صنعت کا استعمال کیا گیا ہے۔ اس تاریخ کو تمثیلاً ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں۔

اے مارِ سیاہ کس ندانست — ایں حال کہ بغتۃً بمیری
مالت بر ود بدستِ اغیار — زا ناں کہ تو گو نیا فقیری
بود آں کہ مدام فاقہ بدمست — نو دولت شد بعہدِ پیری
کیا شانِ خدا ہے ایک دم میں — دولت سے بدل گئی فقیری
ہے بسط تکسّر اس کی تاریخ — میراث میں مل گئی امیری

۱۳۲۲ھ

(نوٹ) معزز ناظرین ہم کو معاف فرمائیں کہ ہم نے بضمن نظائر حتیّ الامکان تواریخ ہجو سے احتراز کیا ہے لیکن جب صنعت مطلوبہ میں کوئی اور تاریخ ہم کو نہ ملی تو ناگزیر ایسی تاریخوں کو پیش کیا ہے جیسی یہ تاریخ ہے۔ اور مؤرخ کے نام کو دانستہ ترک کیا ہے۔

تشریح

حروف	اعداد	۱/۲	۱/۳	۱/۴	۱/۵	۱/۶	۱/۷	۱/۸	۱/۹	۱/۱۰	میزان
م	۴۰	۲۰	۰	۱۰	۸	۰	۰	۵	۰	۴	۴۷
ی	۱۰	۵	۰	۰	۲	۰	۰	۰	۰	۱	۸
ر	۲۰۰	۱۰۰	۰	۵۰	۴۰	۰	۰	۲۵	۰	۲۰	۲۳۵
ا	۱	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰
ش	۳۰۰	۱۵۰	۰	۷۵	۶۰	۰	۰	۰	۰	۳۰	۳۱۵
م	۴۰	۲۰	۰	۱۰	۸	۰	۰	۵	۰	۴	۴۷
ی	۱۰	۵	۰	۰	۲	۰	۰	۰	۰	۱	۸
ن	۵۰	۲۵	۰	۰	۱۰	۰	۰	۰	۰	۵	۴۰
م	۴۰	۲۰	۰	۱۰	۸	۰	۰	۵	۰	۴	۴۷
ل	۳۰	۱۵	۱۰	۰	۶	۵	۰	۰	۰	۳	۳۹

حروف	اعداد ابجد	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	میزان تعین
گ	۲۰	۱۰	۰	۵	۴	۰	۰	۰	۰	۲	۲۱
ی	۱۰	۵	۰	۰	۲	۰	۰	۰	۰	۱	۸
ا	۱	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰
م	۴۰	۲۰	۰	۱۰	۸	۰	۰	۵	۰	۴	۴۷
ی	۱۰	۵	۰	۰	۲	۰	۰	۰	۰	۱	۸
ر	۲۰۰	۱۰۰	۰	۵۰	۴۰	۰	۰	۲۵	۰	۲۰	۲۳۵
ی	۱۰	۵	۰	۰	۲	۰	۰	۰	۰	۱	۸
میزان	۰	۲۰۵	۱۰	۲۶۰	۲۴۷	۵	۰	۳۰	۰	۱۲۱	مجموعی ۱۲۱۲

تاریخ متذکرۂ بالا میں مورخ نے لفظ مل گئی ہیں صرف ایک یا محسوب کی ہے یہ اس کا تسامح اور قواعد جمل سے ناواقفیت ہے۔

دو الف کے اعداد کو اس نے محسوب نہیں کیا ہے۔ یہ عمل درست ہے اس لیے کہ عدد الف کسرات پر تقسیم نہیں ہوتا اور قاعدۂ متذکرۂ بالا نے اس کی اجازت دی ہے کہ ایسے حروف کے عدد خواہ محسوب کریں یا نہ کریں مورخ کو اختیار ہے۔

ہماری ذاتی رائے یہ ہے کہ جب بسط تکسیر میں صرف کسرات سے کام لیا جاتا ہے تو ان حروف کو داخل حساب نہیں کرنا چاہیے جن کے اعداد کی تقسیم کسرات پر نہیں ہوتی اور ایسا حرف صرف الف ہے۔ لائق مورخ نے جو عمل کیا ہے درست ہے۔

(خ) بسط کی چوبیسویں قسم بسط تقوی ہے۔ بقول صاحبِ

معدن الجواہر اس کی تین قسمیں ہیں۔ (۱) ضرب باطن در باطن (۲) ضرب ظاہر در ظاہر (۳) ضرب باطن در ظاہر۔ اب ہم قسم اول کی حقیقت عرض کرتے ہیں۔ جس کو اہل جمل نے بسط تضارب باطن سے بھی موسوم کیا ہے۔ پس ہمارے سلسلۂ شمار صنائع بسط میں چوبیسواں نمبر اسی کا ہے۔ متقدمین محقق نے قسم اول و دوم کا ذکر کیا ہے اور قسم سوم غالباً متاخرین کی ایجاد ہے۔

ایک حرف کے عدد کو اسی عدد میں ضرب دے کر حاصل ضرب سے بقاعدہ استنطاق دوسرے حرف یا حروف کے حاصل کرنے کا نام بسط تضارب باطن یا بسط تقوی نمبر (۱) ہے۔ اصطلاح جمل میں باطن۔ عدد حرف کا نام ہے اور ظاہر مرتبۂ حرف کو کہتے ہیں۔

صاحب معدن الجواہر نے مراتب حروف کو بلحاظ سلسلۂ حروف تہجّی قائم کیا ہے یعنی ابجد آدم پر انھوں نے سلسلۂ مراتب کو مبنی فرمایا ہے ہم کو اس سے اختلاف ہے۔ ہماری رائے میں مراتب حروف کا نمبر سلسلہ ابجد نوحی پر ہونا چاہیے۔ الحاصل صنعت ضرب باطن در باطن کے سمجھانے کے لیے لفظ حامد کو ہم پیش کرتے ہیں جس کا بسط تقوی نمبر (۱) ہم کو مقصود ہے۔

حرف اول (ح) کے عدد (۸) ہیں۔ جب ہم نے (۸) کو (۸) سے ضرب دیا تو حاصل ضرب (۶۴) ہوا۔ جس کا استنطاق د۔ و ہے۔

پھر (الف) کے عدد (۱) کو (۱) سے ضرب دیا تو وہی ایک حاصل قرار پایا جس کا حرف مستنطقہ وہی الف ہے۔

پھر (میم) کے عدد (۴۰) کو (۴۰) سے ضرب دیا تو حاصل ضرب (۱۶۰۰) ہوا جس کے استنطاق سے حروف خ۔ ا حاصل ہوئے۔

پھر (د) کے عدد (۴) کو (۴) سے ضرب دیا تو حاصل ضرب (۱۶) ہوئے جس کا استنطاق و۔ ا ہے۔

اب ہم نے کل حروف مستنطقہ د۔ و۔ ا۔ خ۔ ا۔ و۔ ا کے اعداد کو جمع کیا تو اعداد ۶۱۹ حاصل ہوئے پس اس صنعت کی وجہ سے حامد کے اعداد جو ۵۳ تھے ۶۱۹ ہو گئے۔

تاریخ ذیل کسی مورّخ نے اسی صنعت میں لکھی ہے جو تمثیلاً پیش کی جاتی ہے۔

بیاہ کر لائے ہیں مہارانی کو — شنبو پرشاد ہیں قسمت کے دھنی
دانت اس کے ہیں مصفّا گوہر — لب جاں بخش عقیق یمنی
جسم ہے حسن کے سانچے میں ڈھلا — اور ٹپک پڑتی ہے نازک بدنی
مال و دولت کی ہے دیبی دولہن — شان و شوکت سے ہے وہ مستغنی
ضرب باطن سے ہوا سال عیاں — واہ وا آج بنے کی ہے بنی

۱۸۵۶ عیسوی

تشریح

حروف	و	ا	ہ	و	ا	ا	ج	ب	ن
اعداد	۶	۱	۵	۶	۱	۱	۳	۲	۵
حاصل ضرب	۳۶	۱	۲۵	۳۶	۱	۱	۹	۴	۲۵۰۰
حروف مستنطقہ	وج	ا	ہ ب	وج	ا	ا	ط	د	ث ب
اعداد	۹	۱	۷	۹	۱	۱	۹	۴	۵۰۲

حروف	ی	ک	ی	ہ	ے	ب	ن	ی	میزان
اعداد	۱۰	۲۰	۱۰	۵	۱۰	۲	۵۰	۱۰	
حاصل ضرب	۱۰۰	۴۰۰	۱۰۰	۲۵	۱۰۰	۴	۲۵۰۰	۱۰۰	
حروف مستنطقہ	ق	ت	ق	ہ ب	ق	د	ث ب	ق	
اعداد	۱۰۰	۴۰۰	۱۰۰	۷	۱۰۰	۴	۵۰۲	۱۰۰	۱۸۵۶

(ھ) بسط تقویٰ کی دوسری قسم۔ ضرب ظاہر در ظاہر ہے اور بسط کی پچیسویں قسم ہے۔ حروف مادہ کے اعداد مرتبہ کو انہیں اعداد میں ضرب دینے کا نام ضرب ظاہر در ظاہر یا بسط تضارب ظاہر ہے۔ ہم بضمن تعریف صنعت ماضیہ بیان کر آئے ہیں کہ اصطلاح جمل میں مرتبہ حروف کو ظاہر کہتے ہیں۔

صاحب ملخص نے تسلیم فرمایا ہے کہ درجہ حروف کو اسی درجہ میں ضرب دینے کا نام بسط ظاہر در ظاہر ہے۔ ہمارا خیال ہے کہ ان سے تسامح ہوا ہے۔ یعنی انھوں نے مرتبہ کو درجہ کہا ہے۔ مدارج حروف، احاد۔ عشرات۔ مآت اور الوف کو کہتے ہیں اور مراتب حروف سے ہر ایک درجہ کے حروف کا سلسلہ وار مرتبہ مراد ہے۔ نقشہ ذیل میں ہم نے مراتب حروف کا اظہار نمبر وار کیا ہے تاکہ اس صنعت کے سمجھنے میں آسانی ہو۔

درجہ الوف			درجہ مآت			درجہ عشرات			درجہ احاد		
عدد حرف	نمبر مرتبہ	حروف	عدد حرف	نمبر مرتبہ	حروف	عدد حرف	نمبر مرتبہ	حروف	عدد حرف	نمبر مرتبہ	حروف
۱۰۰۰	۲۸	غ	۱۰۰	۱۹	ق	۱۰	۱۰	ی	۱	۱	ا
			۲۰۰	۲۰	ر	۲۰	۱۱	ک	۲	۲	ب
			۳۰۰	۲۱	ش	۳۰	۱۲	ل	۳	۳	ج
			۴۰۰	۲۲	ت	۴۰	۱۳	م	۴	۴	د
			۵۰۰	۲۳	ث	۵۰	۱۴	ن	۵	۵	ہ
			۶۰۰	۲۴	خ	۶۰	۱۵	س	۶	۶	و
			۷۰۰	۲۵	ذ	۷۰	۱۶	ع	۷	۷	ز
			۸۰۰	۲۶	ض	۸۰	۱۷	ف	۸	۸	ح
			۹۰۰	۲۷	ظ	۹۰	۱۸	ص	۹	۹	ط

بعض اہل جمل نے اسی صنعت کو بسط ضرب مراتب کہا ہے۔

نقشہ بالا کے خانہ ہائے مدارج ذیل میں مراتب کا جو نمبر ہر حرف کے ساتھ ہے اس کی ضرب اسی عدد میں دی جاتی ہے۔ مثلاً اگر ہم لفظ حامد میں یہ صنعت جاری کرنا چاہیں تو ح کے نمبر مرتبہ ۸ کو ۸ سے ضرب دیں گے اور حاصل ضرب ۶۴ سے بروئے استنطاق حروف د۔و حاصل کریں گے۔

پھر الف کے عدد مرتبہ (۱) کو (۱) سے ضرب دے کر حاصل ضرب (۱) سے الف حاصل کریں گے۔

اسی طرح م کے نمبر مرتبہ ۱۳ کو ۱۳ سے ضرب دینے سے اعداد ۱۶۹ حاصل ہوں گے۔ جن سے حروف مستنطقہ ط و ا لیے جائیں گے۔

اسی طرح د کے عدد مرتبہ ۴ کو ۴ میں ضرب دے کر حاصل ضرب ۱۶ سے حروف و۔ا کا استنطاق کریں گے۔

بالآخر حروف مستنطقہ د۔و۔ا۔ط۔و۔و۔ا کے اعداد مجموعی ۲۸ لفظ حامد کے اعداد قرار پائیں گے

ہماری رائے میں اس صنعت کا تعلق جمل سے نہیں ہے بلکہ اس وجہ سے اس کو بذیل جمل بیان کیا گیا ہے تاکہ صنعت بسط کے اقسام مروّجہ مکمل ہوں۔

کسی طبّاع مورّخ نے تاریخ ذیل اسی صنعت میں لکھی ہے۔ جس کو ہم تمثیلاً ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔

ہوئے گھائل رضا خاں ایک دم میں — نہ مارا دم کبھی حق کی رضا میں
اسی دم چل دئے ملک فنا میں — ہوئے ممتاز اقلیم بقا میں
شہید خنجر ظالم ہیں مظلوم — ملی خلد بریں اس کی جزا میں
ہوا سال شہادت ضرب ظاہر — چلو قرباں ہوئے راہ خدا میں

۱۲۴۰ ہجری

(تشریح)

حروف	چ	ل	و	ق	ر	ب	ا	ن	ہ	و	ے
نمبر مراتب	۳	۱۲	۶	۱۹	۲۰	۲	۱	۱۴	۵	۶	۱۰
حاصل ضرب	۹	۱۴۴	۳۶	۳۶۱	۴۰۰	۴	۱	۱۹۶	۲۵	۳۶	۱۰۰
استنطاق	ط	د۔د۔ا	و۔ج	ا۔و۔ج	ت	د	ا	و۔ط۔ا	ہ۔ب	و۔ج	ق
اعداد	۹	۹	۹	۱۰	۴۰۰	۴	۱	۱۶	۷	۹	۱۰۰

حروف	ے	ر	ا	ہ	خ	د	ا	م	ے	ن	میزان
نمبر مراتب	۱۰	۲۰	۱	۵	۲۴	۴	۱	۱۳	۱۰	۱۴	
حاصل ضرب	۱۰۰	۴۰۰	۱	۲۵	۵۷۶	۱۶	۱	۱۶۹	۱۰۰	۱۹۶	
استنطاق	ق	ت	ا	ہ ب	وزہ	و ا	ا	ط و ا	ق	و ط ا	
اعداد	۱۰۰	۴۰۰	۱	۷	۱۸	۷	۱	۱۶	۱۰۰	۱۶	۱۱۳۴ ہجری

(ض) صنعت بسط کی چھبیسویں قسم اور بسط تقوّی کی تیسری قسم بسط تضارب باطن در ظاہر ہے جس سے عدد حرف کو نمبر مرتبہ حرف میں ضرب دینا مقصود ہے۔ بعض متاخرین نے اپنے ذہنِ رسا سے یہ تیسری قسم پیدا کی ہے جس کا ذکر مقدمین نے نہیں کیا۔ البتہ صاحب معدن الجواہر اور ملخص تسلیم نے اس کا ذکر فرمایا ہے۔ صاحب ملخص تسلیم نے اس کی تعریف میں بھی مرتبہ کو درجہ سے تعبیر کیا ہے۔ اور ہماری رائے میں یہ صرف تسامح ہے۔

حاصل یہ ہے کہ عدد حرف کو نمبر مرتبہ سے ضرب دے کر حاصل ضرب سے بقاعدۂ استنطاق حروف کے حاصل کرنے کا نام بسط تضارب ظاہر در باطن یا باطن در

ظاہر ہے۔

مثلاً لفظ حامد سے ح کو لیجیے جس کا عدد ۸ ہے اور نمبر مرتبہ بھی ۸ ہے۔ پس ۸ کو ۸ سے ضرب دیجیے۔ حاصل ضرب ۶۴ سے حروف د۔ و کا استنطاق کیجیے۔

پھر الف لیجیے جس کا عدد ایک ہے اور نمبر مرتبہ بھی (۱) اور حاصل ضرب بھی (۱) پس اس کا استنطاق وہی الف ہوا۔

پھر م کو لیجیے جس کا عدد ۴۰ ہے اور نمبر مرتبہ ۱۳۔ پس ۴۰ کو ۱۳ سے ضرب دینے سے حاصل ضرب ۵۲۰ ہوا اور اس کا استنطاق ک۔ ہ۔

پھر د کو لیجیے جس کا عدد ۴ ہے اور نمبر مرتبہ بھی ۴ ہے پس ۴ کو ۴ سے ضرب دینے سے ۱۶ حاصل ضرب ہوئے اور اس کے استنطاق سے حروف و۔ ۲ ہاتھ آئے۔

اب کل حروف مستنطقہ د۔ و۔ ا۔ ک۔ ہ۔ و۔۲ سے اعداد مجموعی ۳۴ حاصل ہوئے اور یہی اعداد لفظ حامد کے داخل حساب تاریخ ہوں گے۔

رندؔ ناگپوری نے اسی صنعت میں ایک تاریخ لکھی ہے جس کو ہم ذیل میں ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔

اُدھر دل لگی میں اشارہ ہوا ‏ ‏ ‏ اِدھر آنکھ میں تیرگی چھا گئی
ارے ہاتھ لگنا بہانہ ہوا ‏ ‏ ‏ فریسوں کی یاں عقل چکرا گئی
سدھاری وہ دنیا سے اک آن میں ‏ ‏ ‏ کسی نے کہا کچھ نہ کچھ کھا گئی
کھلا کچھ نہ اس کی حقیقت کا راز ‏ ‏ ‏ غرض اپنے عاشق کو پٹوا گئی
جو کی فکر تاریخ۔ ظاہر کے ساتھ ‏ ‏ ‏ ہوئی ضرب باطن قضا آ گئی

۱۹۴۵ سمت۔

تشریح

حروف	ق	ض	ا	ا	گ	ی	ی	
عدد حروف	۱۰۰	۸۰۰	۱	۱	۲۰	۱۰	۱۰	
نمبر مراتب	۱۹	۲۶	۱	۱	۱۱	۱۰	۱۰	

حاصل ضرب	۱۹۰۰	۲۰۸۰۰	۱	۱	۲۲۰	۱۰۰	۱۰۰	
استنطاق	ظ-۱	ض ک	۱	۲	ک ب	ق	ق	
اعداد	۹۰۱	۸۲۰	۱	۱	۲۲	۱۰۰	۱۰۰	۱۹۴۵

(ظ) صنعت بسط کی ستائیسویں قسم (بسط تمازج) ہے۔ صاحب معدن الجواہر اس کا ذکر نہایت اجمال کے ساتھ فرمایا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ طالب کے حروف کو مطلوب کے ساتھ امتزاج دینے کا نام بسط تمازج ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ صرف اس قدر تعریف سے واضح کا مقصد مشاقانِ فن کی سمجھ میں نہیں آسکتا۔

یہ صنعت دراصل دو حروف یا دو الفاظ یا دو نام یا دو فقروں یا دو مصرعوں یا دو اشعار میں ہوسکتی ہے بشرطیکہ دونوں کے حروف تعداداً مساوی ہوں۔ ایک کا نام طالب ہوگا اور دوسرے نام مطلوب۔

پس ہم کو چاہیے کہ طالب سے پہلے حرف کے عدد کو مطلوب کے پہلے حرف کے عدد کے ساتھ بقاعدۂ ترتیب مقطعات جمع کریں اور آخر پران اعداد مجموعہ کی میزان دے دیں تو حاصل جمع سنۂ مطلوب ہوگا۔

مثلاً ہم چاہتے ہیں کہ ایک شادی کی تاریخ اس صنعت میں لکھیں دولہا کا نام حامد ہے اسی کو اصطلاح جمل میں طالب کہیں گے۔ اور دولہن کا نام ہندہ جس کا اصطلاحی اسم مطلوب ہے۔ پس طالب کے حرف اول ح کے ۸ عدد کو مطلوب کے حرف اول ہ کے ۵ عدد کے ساتھ ہم نے بقاعدۂ ترتیب مقطعات جمع کیا تو ۵۸ ہوئے۔ اسی طرح ہم ہر ایک حرف طالب و مطلوب کی نسبت عمل کریں گے اور میزان کُل سے سنۂ مطلوب حاصل ہوگا۔ ملاحظہ ہو نقشہ ذیل جس میں حامد و ہندہ کا تمازج ہے۔

حروف و اعداد طالب		حروف و اعداد مطلوب		تمازج اعداد بترتیب مقطعات
ح	۸	ہ	۵	۵۸
ا	۱	ن	۵۰	۵۰۱
م	۴۰	د	۴	۴۴۰
د	۴	ہ	۵	۵۴
میزان کل یعنی سنہ مطلوب				۱۰۵۳

خانہ ۵ کے اعداد مجموعہ (۱۰۵۳) سنہ مطلوب ہے جو صنعت بسط تمازج سے حاصل ہوا۔

تاریخ ذیل جو اسی صنعت میں لکھی گئی ہے ہدیہ ناظرین کی جاتی ہے۔

ہمارے دوست دیبی داس یکتا ہوئے جس دم گجا بائی سے منسوب
صفا سے کہہ دیا اہل جمل نے ہیں راجہ طالب اور رانی ہیں مطلوب
بحسن صنعت بسطِ تمازج کہا سمت کا سنہ بندہ نے کیا خوب
۱۹۱۱ سمت

تشریح

حروف و اعداد طالب		حروف و اعداد مطلوب		تمازج اعداد بترتیب مقطعات
د	۴	گ	۲۰	۲۰۴
ی	۱۰	ج	۳	۳۱۰
ب	۲	ا	۱	۱۲
ی	۱۰	ب	۲	۲۱۰
د	۴	ا	۱	۱۴
ا	۱	ی	۱۰	۱۰۱
س	۶۰	ی	۱۰	۱۰۶۰
میزان کل				۱۹۱۱ سمت

(غ) بسط کی اٹھائیسویں قسم (بسط مداخل اربعہ) ہے۔

صاحب ملخص تسلیم نے بحوالہ مطلع العلوم و مجمع الفنون اس کا ذکر کیا ہے اور صاحب معدن الجواہر نے بھی اس کو لکھا ہے۔

اس صنعت کا طریقہ عمل یہ ہے کہ مادۂ تاریخ کے ہر ایک لفظ میں ادغامی عمل کریں۔ اس خاص غرض سے صاحبان جمل نے اعداد حروف کی چار قسمیں قرار دی ہیں۔

(۱) کبیر (۲) وسیط (۳) صغیر (۴) اصغر۔

(۱) عدد کبیر وہ عدد ہے جو حروف لفظ سے بقاعدہ جمل حاصل ہو۔

(۲) وسیط وہ عدد ہے جو کبیر کے ایک مرتبۂ احاد کو دوسرے مرتبۂ عشرات میں ادغام کرنے کے بعد باقی رہ جائے۔

(۳) صغیر وہ عدد ہے کہ وسیط سے بھی اس کا ایک مرتبہ بوجہ ادغام گھٹ جائے۔

(۴) اصغر وہ عدد ہے جو اسی ادغام کے باعث وسیط سے بھی کم مرتبہ ہو۔

پس ان چاروں درجوں میں بقاعدۂ استنطاق حروف کو پیدا کرنا چاہیے اور آخر پر اس مجموعۂ حروف سے اعداد جمل حاصل کرنا چاہیے۔

واضح ہو کہ اگر اعداد لفظ مطلوب کے مراتب چار یعنی احاد و عشرات و مآت و الوف یا اس سے زائد ہوں تو تین بار یکے بعد دیگرے عمل ادغام ہو سکے گا۔ اگر لفظ مطلوب کے اعدادی مراتب صرف تین ہوں یعنی احاد و عشرات و مآت تو عمل ادغام بھی صرف دو بار ہوگا۔ اسی طرح اگر لفظ مطلوب کے اعدادی مراتب صرف دو ہوں یعنی احاد و عشرات تو ان میں عمل ادغام بھی صرف ایک دفعہ ہوگا۔ لیکن کل حالتوں میں یہ صنعت بسط مداخل اربعہ سے موسوم ہوگی۔ اس لیے کہ بشرط گنجائش چار درجہ تک اس میں استنطاق کا عمل کیا جاتا ہے۔

صاحب ملخص تسلیم نے اس صنعت کے قاعدہ کو تو بیان فرما دیا ہے لیکن غالبًا خود اس کو سمجھا نہیں، یہی وجہ ہے کہ تمثیل کے عمل میں غلطی کی ہے اور صاحب معدن الجواہر نے مولف موصوف کے بیان کی نقل فرمادی ہے۔

اب ہم مشتاقانِ فنِ جمل کے سمجھانے کے لیے تین نظیریں پیش کرتے ہیں۔

(۱) لفظ وزیر اعظم جس کے اعداد مجموعی ۱۲۳۴ ہیں (۲) لفظ معدلت جس کے

اعداد ۵۴۴) ہیں اور (۳) لفظ حامد جس کے اعداد ۵۳ ہیں۔

(تمثیل اول) وزیر اعظم کے اعداد ۱۲۳۴ کا نام عدد کبیر ہے۔ ہم نے بقاعدۂ بالا اس عدد کا استنطاق کیا تو حروف د۔ ج۔ ب۔ ا حاصل ہوئے پھر ہم نے ۱۲۳۴ میں مرتبۂ احاد کے عدد ۴ کو عشرات میں ادغام کیا تو ۱۲۷ ہو گئے یہ عدد وسیط ہے جس سے بقاعدہ استنطاق ز۔ ب۔ ا حاصل کیا۔ پھر ۱۲۷ کے پہلے مرتبہ کو دوسرے میں ادغام کیا تو ۱۹ ہوئے یہ عدد صغیر ہے جس سے حروف مستنطقہ ط۔ ا حاصل کیے۔ پھر ۱۹ کے پہلے مرتبہ کو دوسرے میں ادغام کیا تو ۱۰ ہو گئے اور یہ عدد اصغر ہے اور اس کا استنطاق کیا تو ی حاصل ہوئی۔ پس لفظ وزیر اعظم کے بسط مداخل اربعہ سے حروف د۔ ج۔ ب۔ ا۔ ز۔ ب۔ ا۔ ط۔ ا۔ ی حاصل ہوئے جن کے اعداد کا مجموعہ ۴۰ ہے اور یہی عدد شامل حساب مادّہ تاریخ ہوگا۔

(تمثیل دوم) لفظ معدلت کے اعداد ۵۴۴ ہیں اور یہ عدد کبیر ہے۔ اب ہم نے اس کا استنطاق کیا تو حروف د ر ہ حاصل ہوئے۔ پھر ہم نے احاد کے ۴ کو عشرات میں ادغام کیا تو ۵۸ ہوئے اور یہی عدد وسیط ہے جس سے حروف مستنطقہ ح ہ حاصل ہوئے۔ پھر ہم نے ۵۸ کے آحاد کو عشرات میں ادغام کیا تو ۱۳ ہوئے اور یہ عدد صغیر ہے جس کے حروف مستنطقہ ج ا ہیں۔ (واضح ہو کہ لفظ معدلت کے اعداد مرتبہ مآت سے زائد نہیں ہیں) اس کا عدد اصغر ۴ ہے اور حرف د۔ اب ہم نے کل حروف مستنطقہ کو جمع کیا تو د د ہ ح ہ ج ا د حاصل ہوئے جن کے مجموعی اعداد ۴۲ ہیں اور یہی اعداد شامل حساب مادۂ تاریخ ہوں گے۔

(تمثیل سوم) لفظ حامد کا عدد کبیر ۵۳ ہے اور اس کے حروف مستنطقہ ج۔ ہ۔ جب ہم نے ۵۳ کے آحاد کو عشرات میں ادغام کیا تو (۸) حاصل ہوئے اور یہی عدد وسیط ہے جس کا حرف مستنطقہ ح ہے۔ کیوں کہ لفظ حامد کے اعداد مراتب عشرات سے زیادہ نہ تھے۔ لہٰذا ان سے عدد صغیر و اصغر حاصل نہ ہو سکا۔ اب ہم نے کل حروف مستنطقہ کو جمع کیا تو ج ہ ح کے مجموعی اعداد ۱۶ ہوئے اور

یہی داخل حساب مادۂ تاریخ ہوں گے۔

اس صنعت سے یہ حاصل ہوا کہ وزیر اعظم کے اعداد ۱۲۴۴ کے عوض مادۂ تاریخ میں صرف ۴۰ محسوب ہوئے۔ اور اسی طرح لفظ معدلت کے اعداد ۵۴۴ کی جگہ بوجہ صنعت صرف بقدر ۲۴ داخل حساب مادۂ تاریخ ہوئے اور لفظ حامد کے ۵۴ عدد کے عوض حساب مادۂ میں بوجہ صنعت صرف ۱۶ لیے گئے۔

افسوس ہے کہ مطلع العلوم کا کوئی نسخہ ہم کو نہ ملا ورنہ ہم اس سے معلوم کرتے کہ اس صنعت کی تعریف اس نے کس طریقہ پر کی ہے۔

ہم اس موقع پر صاحب ملخص تسلیم کی عبارت کو لفظ بہ لفظ نقل کر دیتے ہیں تاکہ اگر ہم سے عملاً کچھ غلطی ہوئی ہو تو ذی علم افراد اُس کی تصحیح فرما سکیں۔ ہم نے ان کی عبارت پر جدولی علامت کی ہے اور جا بجا فارسی زبان میں اس پر جرح بھی۔ وہ فرماتے ہیں کہ ہر لفظ یا عبارتے را کہ خواہند بحساب ابجد عدد بر آرند داز عدد۔ حروف حاصل کنند۔ و عدد حروف بر چہار گونہ است کبیر۔ وسیط۔ صغیر۔ اصغر۔ کبیر آن کہ عدد اصلی الفاظ یا عبارت باشد ہر قدر کہ بود و عدد وسیط آن ست کہ یک مرتبہ آن را از طرف آحاد کم کنند۔ و عدد صغیر آن ست کہ از وسیط یک مرتبہ کم کنند۔ و عدد اصغر آن ست کہ ازان ہم یک مرتبہ کم کنند۔ مثلاً لفظ۔ سعید۔ یک صد و چہل و چہار عدد ست حروف آن۔ دم دوم مرتبۂ عشرات کہ چہل ست۔ و سوم مرتبہ مآت کہ صد ست۔ چوان این عدد را وسیط کنیم یک مرتبۂ آحاد را و مرتبۂ عشرات ادغام نمائیم بدین صورت یک صد و ہشت شد۔ بندہ گوید کہ ہجدہ شد یا بر مرتبۂ آحاد اگر صفر را باقی داریم یک صد و ہشتاد شد وحروف آن (ح ق) و چون خواہیم کہ این را صغیر کنیم صفر را کہ حافظ مرتبۂ عشرات ست در آحاد کہ ہشت ست ادغام نمودیم ہجدہ شد بندہ عرض مے کنم کہ صفر را در ہشت ادغام باید کرد نہ ہشت را در صفر باین حال ہجدہ چہ طور شد ہمان یک صد و ہشتاد ماند و ہجدہ

در آنصورت باشد کہ حافظ مرتبہ را محو کنیم برخلاف عمل ادغام اول
بدین صورت حروف آن ح ی ۔ و چون خواہیم کہ این را اصغر کنیم آحاد را
در عشرات اوغام نمودیم پس نہ شد بدین صورت (۹) و حروف آن ط ۔
بندہ گوید کہ در ادغام اوّل صفر را بہ حفاظت مرتبہ قائم داشتن و در ادغامات مابعد برخلاف
آن مراتب را لکم کردن چہ معنی دارد پس مجموع حروف کہ از بسط مداخل اربعۂ لفظ سعید حاصل شد این ست
دم ق ح ق ہ ق ہ ی ط انتہیٰ کلامہ من میگویم کہ نہ چنین باشد بلکہ دم ق ح ق ح ی ط باشد برا صول مصنف مذکور
واضح ہو کہ استنطاقِ حروف میں جو اختلاف کہ ہم کو صاحب ملخص تسلیم اور
صاحب معدن الجواہر کے ساتھ ہے اس کو ہم نے گذشتہ حصتہ میں
بضمن صنعت (الف) بیان کر دیا ہے ۔ لائق مؤلف کی فارسی عبارت
مذکورہ بالا سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے سمجھ کر نہیں لکھا ہے ۔
پس جو کچھ ہم نے سمجھا ہے وہ اوپر عرض کر چکے ہیں اور بطور تمثیل ایک
لطیف تاریخ ہدیہ ناظرین کرتے ہیں جو ہماری طبعزاد ہے ۔
از چار طاق یافت بنا خانۂ خدا کاندر دکن بمسجد عالی ملقب است
تاریخ از مداخل اربع شود عیاں گر حاصلش بصنع تناصف مرتب است
اس تاریخ میں دو صنعتوں سے کام لیا گیا ہے (۱) صنعت مداخل اربعہ
(۲) صنعت تناصف مرتب ۔ اور بدیں لحاظ اس کو مجمع الصنائع بھی کہہ
سکتے ہیں ۔
واضح ہو کہ مسجد عالی کے اعداد مجموعی ۲۱۸ ہیں جن کے حروف
مستنطقہ (ح ا ب) ہیں ۔
جب آحاد کو عشرات میں ادغام کیا تو ۲۹ ہوئے جس سے بقاعدۂ
استنطاق حروف (ط ب) حاصل ہوئے ۔
پھر ۹ کو ۲ میں ادغام کیا تو ۱۱ ہوئے جس کے حروف مستنطقہ
(ا - ا) ہیں ۔
پھر ۱ کو ۱ میں ادغام کیا تو ۲ ہو گئے جس کا حرف بقاعدۂ مذکور
(ب) ہے ۔ اب ہم نے کل حروف مستنطقہ (ح - ا - ب - ط - ب - ا -

دوسری فصل ترقیم کے متعلق

عجم اور ہند کا طریقہ

جمل کی غایت دوم ترقیم ہے یعنی حروف کا کام اعداد سے لینا اور یہ تاریخ کا عکس ہے۔ اس لیے کہ تاریخ میں اعداد کا کام حروف سے لیتے ہیں اور ترقیم میں حروف کا کام اعداد سے۔ سنسکرت نے اس سے بہت کچھ کام لیا ہے اور اس خاص مقصد کے لیے اعداد حروف کے سوا اُن کے پاس الفاظ خاص کے بھی اعداد ہیں یعنی متعدد الفاظ ایسے ہیں جن کا عدد صرف (۱) ہے۔ اسی طرح بہت سے الفاظ خاص کا عدد صرف (۲) ہے یہی سلسلہ (۱۰) تک چلا گیا ہے عربوں نے زمانۂ سلف میں اس طریقہ کو جاری رکھا ہو لیکن فی زماننا اس کا رواج خال خال ہے۔ عجم میں بھی اس کا رواج بہت کم ہے۔ ایک قدیم شعر فارسی سے جس کو عوام نے شیخ سعدی علیہ الرحمہ سے منسوب کیا ہے صرف اس قدر پتہ چلتا ہے کہ عجم میں بہ زمانۂ سابق اس کا عمل تھا۔ یہی کیفیت ہندوستان کی ہے ہم نے اپنے اوائل عمر میں تو ہندسوں میں مراسلت ہوتی ہوئی دیکھی ہے لیکن اب یہ طرز قریب قریب متروک ہے اور یہ بطور یادگار کسی قدر سنسکرت میں باقی رہ گیا ہے اور کچھ عجب نہیں کہ اختصار و اخفا ہی کے لیے واضع جمل نے اس کو وضع کیا ہو۔

برہمنوں کے ایک پنڈت جی (جگت پرشاد. ودیا بھوشن ترک سرومنی) نے ہم سے کہا کہ زبان سنسکرت میں متعدد تصانیف اسی طریقہ پر ہندسوں میں ہیں اور بہ نسبت حروف کے بہت اختصار کے ساتھ کام لیا گیا ہے متعدد حروف کے ایک لفظ کے لیے جب کہ ایک خاص عدد ہے تو عرض مطلب میں نہایت اختصار کے ساتھ کام لیا جاتا ہے، اور عام نگاہوں سے ایک حد تک اخفا بھی ملحوظ رکھا گیا ہے انھیں کا قول ہے کہ بزرگوں کے قیمتی نصائح اور بعض خاص فنون کی کتابیں صرف ہندسوں میں لکھی گئی ہے۔

سردست ہندوستان میں اس طریقۂ کتابت کی بو باس اسی شعر سعدیؒ کی بدولت رہ گئی ہے جس کا ذکر ہم نے اوپر کیا ہے جس کی ذریعہ سے کتابت بذریعہ اعداد میں ایک خاص خوبی یہ پیدا ہوئی ہے کہ ہر حرف کے ہندسہ کے بعد خط فاصل کی ضرورت باقی نہیں رہی اور وہ شعر یہ ہے ؎

احد بخط ترسد لیک می رسد عشرات ۔۔۔ مآت بگزرد از خط الوف کج سوراست

یعنی ہر ایک سطر کی جگہ ایک خط جدولی کھینچا جاتا ہے اور اس خط پر ہندسوں میں عرض مطلب ہوتا ہے۔ آحاد یعنی اکائیاں تو خط سے کسی قدر بلند رہتی ہیں اور عشرات یعنی دہائیاں خط سے مل جاتی ہیں۔ اور مآت یعنی سیکڑے خط سے گزر جاتے ہیں اور الوف یعنی ہزار خط سے متجاوز ہوکر سیدھی جانب مائل ہوتا ہے۔ اس طریقہ سے جگہ بہت کم صرف ہوتی ہے اس لیے کہ عشرات اور مآت اور الوف میں صفر حذف کر دیے جاتے ہیں اور ایک عدد سے دوسرے عدد کے درمیان کسی حد فاصل کی ضرورت نہیں ہوتی ہم نے ذیل میں الفاظ غرائب الجمل کو جو اس کتاب کا نام ہے اسی طریقہ پر لکھا ہے تاکہ ناظرین کو مثال کا کام دے۔ (۱۲۱۱۲۱۳۳۴۴۳) بعض طلبا عانِ ہند نے اسی مقصد کو ایک دوسرے طریقہ سے حاصل کیا ہے۔ یعنی وہ اعداد مطلوب کو جدول کے بغیر مسلسل لکھتے ہیں اور عشرات و مآت والوف میں صفر کو ترک کر کے زیر وزبر اور پیش سے کام لیتے ہیں یعنی ہندسہ احاد تو بحال خود رہتا ہے لیکن عشرات پر بہ ترک صفر ایک اشارہ زبر کا لکھ دیا جاتا ہے۔ اسی

طرح مآت پر اشارہ زیر کا اور الف پر اُلٹا پیش ملاحظہ ہو تمثیل ذیل جس میں غرائب الجمل کو اسی طریقہ پر لکھا گیا ہے ۱ ۲ ۱ ۲ ۱ ۳ ۲ ۳ ۴ ۳ ہماری رائے میں طریقۂ اول الذکر اس سے بہتر ہے اور آسان ہے اس لیے کہ اس میں اعراب مفروضہ کی پابندی نہیں ہے۔

بعض نے عشرات کے نیچے ایک صفر اور مآت کے نیچے اور اوپر دو صفر اور الف کے نیچے اور اوپر اور سیدھی جانب تین صفر لکھنے کا طریقہ ایجاد کیا ہے۔ اس طریقہ میں گویا عشرات و مآت و الف کے اصلی صفر قائم رکھے گئے ہیں مگر ان اصلی مقام کو بدلا گیا ہے تاکہ جگہ کم صرف ہو اور ناواقفین قاعدہ کو دھوکا نہ ہو۔ تمثیل ذیل میں ہم نے غرائب الجمل کو اسی قاعدہ پر لکھا ہے۔ ۱۰ ۲ ۱ ۱ ۲ ۱ ۳ ۳ ۴ ۳ ۴ ۔ ہماری رائے میں اس طریقہ میں بھی صفروں کا گورکھ دھندا ہے۔ طریقۂ اول الذکر ہی اس سے افضل ہے۔

ہم کو افسوس ہے کہ ان ہر دو طریقہ ہائے مابعد الذکر کی نسبت یہ نہ معلوم ہو سکا کہ ان کا موجد کون ہے۔ بعض قدماء کا قول ہے کہ طریقۂ دوم امیر خسروؒ کی ایجاد ہے۔ اس قول کی تصدیق قابل وثوق ذرائع سے نہ ہو سکی۔ طریقۂ آخر الذکر کی نسبت تو کچھ بھی پتا نہیں چلا۔

سنسکرت کا عمل

سنسکرت کے ایک عالم نے کہا کہ ہم معمولی طور پر اعداد حروف کے ذریعہ سے جو مخفی تحریرات کرتے ہیں اُن میں آحاد کے سیدھی جانب ایک صفر دیتے ہیں اور عشرات کی دو صفر نیچے اوپر۔ اور مآت کو بھی ایک صفر مگر دائیں جانب۔ اور الف کو بدون صفر لکھتے ہیں یہ ایک استاد کی ایجاد ہے جو پانچ ہزار برس قبل گزرا ہے اور اہل تاریخ نے زبان سنسکرت میں اس کی صراحت کی ہے۔ افسوس ہے کہ وہ نہ کتاب کا نام بتا سکے اور نہ موجد کا نام۔ ہم نے ذیل میں غرائب الجمل کو اسی طریقہ سے بطور تمثیل لکھا ہے۔ ۱ ۲ ۰ ۰ ۱ ۱ ۰ ۲ ۰ ۱ ۰ ۲ ۳۰ ۴ ۳ ۴ ۔ انھیں بزرگ نے کہا کہ سنسکرت میں ہزار کے

بعد لاکھ کا عدد ایک خاص حرف کے لیے معیّن ہے اور کروڑ کے لیے بھی ایک خاص حرف ہے اور یہ سلسلہ ختم حروف تہجیّ تک بڑھتا چلا گیا ہے۔ (جیساکہ ہم نے اس کتاب کی فصل اول میں بضمن حروف جمل بیان کیا ہے) پس لاکھ کے لیے ہندسہ کے ذیل میں ایک زیر کی علامت لکھی جاتی ہے اور کروڑ کے لیے زبر اور اس سے بلند درجہ کے لیے زیر و زبر کے ساتھ پھر صفر دیا جاتا ہے اور اس کا تفصیلی بیان سنسکرت کے متعدد کتب میں ہے۔

ہماری اس قدر تحقیق سے یہ بات تو متحقق ہو چکی کہ فن جمل زبان سنسکرت میں بہ نسبت زبان عربی کے زیادہ وسعت کے ساتھ ہے۔ اور غایت جمل یعنی تاریخ ترقیم دونوں کے پاس متحد ہے۔

پنڈت وٹھلاچاری نے جو علم سنسکرت کے ایک بڑے عالم ہیں ہم سے کہا کہ زبان سنسکرت میں بعض کتابیں ایسی ہیں جن کی کتابت اسی طریقۂ ترقیم میں ہے۔ لیکن ترقیم میں آحاد و عشرات و مآت والوف کے لیے کونسا خاص طریقہ اختیار کیا گیا ہے۔ اس سے مخلوق لاعلم ہے۔ اسی وجہ سے ان کے مطالب کو مالا ینحل سمجھا گیا ہے۔ ان کی نسبت صرف یہ عقدہ چلا آتا ہے کہ یہ کتب علوم روحانیہ سے متعلق ہیں۔ بعض پرانے کتب خانوں اور خاص خاص خاندانوں میں ان کے کچھ کچھ اوراق ہیں اور اکثر تاڑ کے پتوں پر نہرنی سے کندہ ہیں اور بطور تبرک پوجا میں رکھے جاتے ہیں اور بس۔

ہم کہتے ہیں کہ یہ ساری تباہی کہ جس کی وجہ سے علمی ذخیرے پوجا کے تبرکات بن چکے ہیں۔ ہماری غفلتوں کا نتیجہ ہے۔ اور اگر ہم اس کتاب کے ذریعہ سے اس فن کی اس قدر خدمت نہ کرتے تو آئندہ صدی تک فن جمل کے بہت سے مطالب صفحۂ روزگار سے غالباً مٹ جاتے من اللہ التوفیق۔

ہم نے طریقہ ترقیم کو ایک خاص فصل میں صرف تکمیل مطالب کتاب کے لیے لکھ دیا۔ آج کل تاریخ کا رواج بہ نسبت ترقیم کے زیادہ ہے۔ الحمدللہ! ہماری کتاب ختم ہو چکی۔ اب ہم خاتمہ کا آغاز کرتے ہیں۔

خاتمۂ کتاب

خاتمہ کا پہلا حصہ تاریخ سنین کے بیان میں

بیان عام

ہندوستان میں بلحاظ اقوام مختلف جو سنین رائج ہیں قریب قریب ان تمام سنین میں تاریخیں لکھی جاتی ہیں اور ممکن ہے کہ دوسرے ممالک اور اقلیم میں خاص اور سنین کا رواج ہو۔ اس لیے یہ بات دلچسپی سے خالی نہ ہوگی کہ ہم اس خاتمہ میں ان سنین مختلفہ کی مختصر سی تاریخ کو ہدیہ ناظرین کریں۔ اسی موقع پر یہ بات قابل بیان ہے کہ مورخ کو مادہ تاریخ کے بیان کرنے کے قبل خواہ وہ منظوم ہو یا منثور اس امر کو ظاہر کر دینا بہت ضروری ہے کہ ہمارا یہ مادہ فلاں سنہ کو ظاہر کرتا ہے اگرچہ مادہ تاریخ کے اعداد کا مجموعہ بھی ایک حد تک سنہ کی خبر دیتا ہے لیکن زمانے کے گزر جانے کے بعد مجموعہ اعداد سے اس کی اطلاع ناظرین کو صحت کے ساتھ ملنا بغیر صراحت کے سخت دشوار ہے۔ فرض کیجیئے کہ ایک مادہ تاریخ ہمارے روبرو ہے جس سے (۹۰۰) عدد حاصل ہوتے ہیں تو ہم اس بات پر یقین نہیں کر سکتے کہ یہ سنہ ۹۰۰ ہجری ہے یا عیسوی یا اور کوئی سنہ اگرچہ ہم کو نفس واقعہ کی مطابقت کسی تاریخی کتاب یا اور کسی ذریعہ سے ہونے کے بعد ہم اس مطابقت کے ذریعہ سے اس مادہ کی نسبت یہ

علم حاصل کر سکتے ہیں کہ یہ سنہ ہجری یا عیسوی یا اور کوئی سنہ ہے۔ لیکن اس دردسری کا تحمّل ہر شخص نہیں ہو سکتا۔ پس ہر مؤرّخ کے لیے مناسب یہی ہے کہ اپنے مادّہ تاریخ کے ساتھ اس امر کی بھی صراحت کر دیا کرے کہ اس مادّہ سے فلاں سنہ حاصل ہوتا ہے۔

بعض اہل جمل کی یہ رائے ہے کہ مادّہ تاریخ سنہ ہجری کے لیے اس صراحت کی ضرورت نہیں ہے۔ متقدمین چوں کہ اکثر سنہ ہجری ہی میں تاریخ لکھنے کے پابند رہے ہیں لہٰذا انھوں نے اپنے قطعات تاریخ میں اس صراحت کی پابندی نہیں کی ہے اور متاخرین سے جن محتاط مؤرّخین نے غیر ہجری سنہ میں تاریخ لکھی ہے انھوں نے صراحت کو لازم گردانا ہے بہر حال ہماری رائے میں صراحت اولیٰ ہے۔

سنہ موسوی

سنہ موسوی کی حرمت کرنے والی قوم ہندوستان میں موجود ہے یعنی یہود اپنے پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تاریخ ولادت کی بہت تعظیم کرتے ہیں اور یہ سنہ اسی کی یادگار ہے۔ بقول صاحب غیاث اللغات سنہ ۱۲۴۲ ہجری میں سنہ موسوی ۳۱۴۲ تھا۔ پس سنہ ۱۳۲۵ ہجری میں بعد وضع کسرات ۳۲۱۸ ہونا چاہیے لیکن یہودیوں کے پاس ۳۰۔ ذی حجہ سنہ ۱۳۲۵ھ کو سنہ ۳۲۱۷ موسوی ہے۔

سنہ عیسوی کا بیان

صاحب غیاث اللغات نے اس کو سنہ انگریزی سے موسوم کیا ہے اور اس کے مہینے حسب ذیل بارہ ہیں۔ (۱) جنوری (۳۱ یوم کا) (۲) فروری (۲۸ یوم) کا (۳) مارچ (۳۱ یوم) کا (۴) اپریل (۳۰ یوم) کا (۵) مئی ۳۱ یوم کا (۶) جون ۳۰ یوم کا (۷) جولائی ۳۱ یوم کا (۸) اگست ۳۱ یوم کا (۹) ستمبر ۳۰ یوم کا (۱۰) اکتوبر ۳۱ یوم کا (۱۱) نومبر ۳۰ یوم

کا (۱۲) دسمبر ۳۱ یوم کا۔

فروری کا مہینہ ۳ سال تک ۲۸ دن کا محسوب ہوتا ہے اور چوتھے سال ۲۹ یوم کا۔

اس سنہ کا مبداء حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہے۔ اسی وجہ سے اس کو عیسوی سنہ بھی کہتے ہیں۔ اس کتاب کے سال تالیف میں ۲۹۔ ذی الحجہ ۱۳۲۵ھ ہجری مطابق ہے۔ ۳ فروری ۱۹۰۸ء عیسوی کا۔

سنۂ عیسوی کے مہینوں میں کبیسہ کا قاعدہ ایک مشہور نظم میں بیان ہوا ہے۔ جس کو ہم ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔ ؎

جنوری فروری و مارچ و اپریل و مئی — جون و جولائی اگست و نیز ستمبر بداں
ہست اکتوبر نومبر ہم دسمبر آخریں — از شہور سال انگریزی بسان رومیاں
پس بود اپریل و جون و نیز ستمبر دگر — شد نومبر اینہمہ سی روزہ باشد درمیاں
فروری دو کم بود لیکن بسال چار میں — یک بریں افزا کبیسہ بست و نہ گرددعیاں
ہفت باقی سی و یک روزست گر قسمت کنی — سالہائے عیسوی بر چار تا اے مہرباں
بر نیاید کسر اگر سال کبیسہ شد ہمیں — در برآید پس تبرک کسر کن تقسیم آں
گر یکے ماند ز سال بے کبیسہ اول ست — در دو دوم در سہ سوم سال باشد بے گماں

مؤرخین ہند نے اکثر تاریخیں اس سنہ میں لکھی ہیں اور عیسائیوں میں عموماً یہی سنہ مروج ہے بدیں وجہ کہ ہندوستان میں انگریزی حکومت ہے عموماً سرکاری اور تجارتی کاروبار اسی سنہ میں ہوتا ہے۔

سنۂ ہجری کا بیان

صاحب غیاث اللغات فرماتے ہیں کہ سنہ ہجری کے مشہور قمری مہینوں کے نام یہ ہیں، (۱) محرم (۲) صفر (۳) ربیع الاول (۴) ربیع الآخر (۵) جمادی الاولیٰ (۶) جمادی الآخر (۷) رجب (۸) شعبان (۹) رمضان (۱۰) شوال (۱۱) ذیقعدہ (۱۲) ذی الحجہ رویت ہلال کے دوسرے دن سے مہینہ کا آغاز ہوتا ہے اسی کو غرّہ کہتے ہیں اور بروز رویت۔ ماہ گذشتہ کا

اختتام جس کو سلخ کہتے ہیں اور اوسطاً چھ مہینے ۳۰ دن کے ہوتے ہیں اور چھ مہینے ۲۹ دن کے۔ بلا لحاظ ترتیب۔ یعنی کوئی مہینہ ۳۰ دن کا اور کوئی ۲۹ دن کا۔ سنہ ہجری کے مجموعی ایام ۳۵۴ دن ہیں۔

اس سنہ کی ابتداء زمانہ ہجرت حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہوئی جب کہ آپؐ نے مکہ معظمہ کی سکونت چھوڑ کر مدینہ منورہ کا ارادہ فرمایا۔ اسی وجہ سے اس سنہ کو سنہ ہجری کہتے ہیں اور یہ سنہ بروقت تالیف کتاب ہذا (۱۳۲۵) ہے۔

صاحب غیاث اللغات ہی نے بحوالہ صاحب عجائب البلدان فرمایا ہے کہ زمانہ خلافت حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ میں ابی موسیٰ اشعری حاکم یمن نے آپ کو لکھا کہ دار الخلافت کے مکاتیب میں تاریخ نہیں ہوا کرتی جس سے یہ معلوم ہو سکے کہ وہ کب لکھے گئے ہیں مناسب یہ ہے کہ ان پر تاریخ لکھی جایا کرے۔ پس خلیفہ رضؓ نے اصحابؓ سے مشورہ فرمایا بعض کی رائے یہ ہوئی کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات مبارک سے تاریخ کی بنیاد قائم کی جائے اس لیے کہ یہ واقعہ عظیم ہے۔ بعضوں نے یہ رائے دی کہ رسول مقبول صلعم کی بعثت سے اس کا آغاز ہو، حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہٗ سے رائے طلب ہوئی تو آپؑ نے فرمایا کہ ہجرت مقدسہ سے اس کا آغاز ہونا مناسب ہے۔ کل صحابہ نے اس رائے کو پسند فرمایا اور اتفاق اسی پر ہوا۔

محققین نے لکھا ہے کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ۲۷۔ صفر کو مکہ معظمہ سے ہجرت فرمائی اور ۱۲۔ ربیع الاول کو مدینہ مطہرہ میں داخل ہوئے اور سنہ ہجری کا قرار ۱۷ھ ہجری میں بزمانہ خلافت دوم ہوا۔ کیوں کہ ہجرت کا ارادہ آغاز محرم سے تھا۔ پہلا مہینہ محرم قرار پایا۔ یا اس مہینہ کی حرمت کی وجہ سے۔ واللہ اعلم۔

بعض اہل جمل نے ماہ اول سے محرم کا ارادہ کیا ہے اور ماہ دوم سے صفر ماہ سوم سے ربیع الاول۔ ماہ چہارم سے ربیع الآخر۔ ماہ پنجم سے

جمادی الاولیٰ ماہ ششم یا نصف سال سے جمادی الاخریٰ۔ ماہ ہفتم سے رجب ماہ ہشتم یا ماہ شب برات سے شعبان۔ ماہ نہم یا ماہ صیام سے رمضان اور ماہ دہم سے شوال اور ماہ یازدہم سے ذی القعدہ اور ماہ دوازدہم یا آخر سال سے ذی الحجہ۔ یہ اشارات قسم صوری و معنوی میں کام دیتے ہیں جیسا کہ کسی استاد نے صنعت ترفع حرفی میں کسی واقعہ سنہ ۱۰۲۸ ہجری کا مادۂ صوری و معنوی لکھا ہے۔ ع

دوشنبہ سوم ماہ چہارم

حروف اصلی	د	و	ش	ن	ب	ہ	س	و	م	م	ا	ہ	چ	ہ	ا	ر	م	[illegible]
ترفع حرفی	ہ	ز	ت	س	ج	و	ع	ز	ن	ن	ب	و	د	و	ب	ش	ن	
اعداد	5	7	400	60	3	6	70	7	50	50	2	6	4	6	2	300	50	1028

سنہ فصلی کا بیان

جس سنہ کا عنوان ہم نے سنہ فصلی رکھا ہے اہل ہند اسی کو سنہ فارسی کہتے ہیں دکن میں سال تالیف کتاب ہذا کا فصلی سنہ ۱۳۱۷ ہے جو مطابق ہے سنہ ۱۳۲۵ ہجری کا اور یہی سنہ ۱۳۱۷ فصلی ہندوستان میں سنہ فارسی کے نام سے رائج ہے۔ مہینوں کے نام دونوں جگہ متحد ہیں۔ یعنی۔ (۱) آذر (۲۹) یوم (۲) دے (۲۹) یوم (۳) بہمن ۳۰ یوم (۴) اسفندار ۳۰ یوم (۵) فروردی (۳۱) یوم (۶) اردی بہشت (۳۱) یوم (۷) خورداد ۳۲ یوم (۸) تیر ۳۱ یوم (۹) امرداد ۳۱ یوم (۱۰) شہریور ۳۱ یوم (۱۱) مہر ۳۰ یوم (۱۲) آبان ۳۰ یوم کسی استاد نے اس کے شمار ایام کے لیے ایک شعر نظم کیا ہے۔ ع

یل کطو کطلل شہور کو پتا است　　لاولالب لاولالاششش مہ است
آغاز سال دونوں جگہ ماہ آذر سے ہوتا ہے اور اختتام ماہ آبان پر۔
لیکن تاریخوں میں کچھ خفیف سا اختلاف ہے یعنی دکن میں ۲۹ ذی الحجہ ۱۳۲۵ھ
ہجری روز دوشنبہ مطابق ۳۔ فروری ۱۹۰۸ء عیسوی موافق ہے یکم فروری
۱۳۱۷ فصلی کے اور اہل ہند نے اپنی جنتریوں میں آخر ۱۳۲۵ھ ہجری کی مطابقت
۳ر فروری ۱۳۱۷ فارسی سے کی ہے۔
الحاصل خواہ اس کو سنۂ فصلی کہیں یا فارسی دونوں کا نتیجہ ایک ہے۔
صاحب غیاث اللغات اسی کو سنہ فارسی اور نیز یزدجردی لکھا ہے اور اس
کا آغاز ماہ فروردیں سے اور اختتام ماہ اسفندار پر قرار دیا ہے اور یہ بھی
صراحت فرمائی ہے کہ یہ سال تعداد ایام میں سنۂ رومی کے ساتھ مساوی ہے
انھیں کا قول ہے کہ اس سنۂ کا آغاز یزدجردی بادشاہی سے ہے۔ وہ
فرماتے ہیں کہ یہ سنہ تالیف غیاث اللغات کے وقت یعنی ۱۲۴۲ھ ہجری میں
مطابق ہے ۱۱۹۶ فصلی کا یعنی سنۂ ہجری اور فارسی میں چھیالیس (۴۶) سال کا تفاوت
ہے حالانکہ اس وقت ہجری و فصلی یا ہجری و فارسی میں صرف آٹھ سال کا
فرق ہے یعنی فصلی یا فارسی کا ۱۳۱۷ھ ہے اور ہجری کا ۱۳۲۵ھ۔ اس سے یہ
بات ظاہر ہوتی ہے کہ دکھنیوں اور ہندیوں نے سلطنت یزدجرد سے
اس کی ابتدا نہیں مانی ہے اور نہ معلوم ان کا مبدا کیا ہے۔ صاحب
غیاث اللغات یہ بھی فرماتے ہیں کہ اہل فارس سال فارسی کو نوروز سے
شروع کرتے ہیں پس ہماری رائے میں ۱۳۱۷ھ کو فصلی ہی سے موسوم رہنے
دینا چاہیے اور سنۂ فارسی سے اس کو نہ ملانا چاہیے۔ واضح ہو کہ دکن
میں متذکرۂ بالا مہینوں کو جو اسی سنۂ فصلی کے مہینے ہیں ماہ الٰہی کہتے ہیں۔
اہل ہند نے فصلی کے نام سے اپنی جنتریوں میں ایک جدا سنہ قائم
کیا ہے جو دکن کے مروجہ سنہ فصلی سے دو سال کم ہے اور اس کے ساتھ
ہندی مہینوں کا استعمال کیا ہے۔ ہم اس کی حقیقت سے واقف نہیں ہیں
اور اس موقع پر صرف اس قدر صراحت کر دیتے ہیں کہ اگر حیدرآباد میں اس

وقت ۱۳۱۵ فصلی رائج ہے تو ہندوستان میں فصلی ہی کے نام سے ۱۳۱۵ فصلی کا رواج ہے۔

صاحب لمحص تسلیم نے سنۂ فصلی کی نسبت لکھا ہے کہ فصلی ایجاد جلال الدین اکبر بادشاہ است دراں وقت شمار ہجری نہ صد و ہفتاد و یک بود تفاوتے کہ شد و آئندہ خواہد شد وجہش ایں کہ سال قمری کوتاہ باشد از سال شمسی بدہ روز و پنجاہ گھڑی و نہ پل و سال شمسی دراز باشد از سال قمری ہفت گھڑی کم از یازدہ روز۔ ہمیں زیادت یک ماہ راہندیان (لوند) گویند بعد انقضائے مدت صد سال شمسی زیادت ۳ سال و چند روز بر صد سال ہجری یعنی قمری بظہور می آید و ابتدایش از چیت۔

اس بیان سے لائق مولف کا غالباً یہ مقصد ہوگا کہ وہ اُس وقت یعنی اپنی کتاب کی تالیف کے وقت اس سنہ کے اعداد کو بیان کرنا نہیں چاہتے تھے اس لیے کہ وہ حسابی مشکلات اس کے مانع تھے جن کا ذکر اوپر ہوا۔ ہم عرض کرتے ہیں کہ جب اس سنہ کا آغاز ۹۷۱ ہجری سے ہے تو پھر ۱۳۲۵ ہجری میں از روئے حساب اس کی مطابقت ۳۵۴ قرار پاتی ہے۔ فی سال دس روز (مع کسرات متذکرۂ بالا) وضع کریں تو (۳۵۴) سال کے لیے ۱۱۸ مہینے یعنی (نو سال دس مہینے) قابل وضعات قرار پاتے ہیں اور اس وضعات کے بعد اس وقت فصلی ۳۴۴ ہونا چاہیے۔ جب کہ اس وقت ہندوستان کا سنہ فصلی ۱۳۱۵ ہے اور دکن کا سنہ فصلی ۱۳۱۷۔ ہماری فہم اس سنۂ فصلی کے سمجھنے سے قاصر ہے جس کا ذکر انھوں نے فرمایا ہے۔ اگر ان کا مقصد الٰہی سنہ سے ہے جس کو صاحب غیاث نے اکبر سے منسوب کیا ہے تو اور بات ہے۔

سنۂ ساکھا وسنبت کا بیان

صاحب غیاث اللغات نے فرمایا ہے کہ سال ہندی جس کا نام سنبت ہے بارہ مہینوں کا سال ہے جن کے نام یہ ہیں۔ (۱) چیت (۲) بیساکھ۔ (۳) جیٹھ (۴) اساڑھ (۵) ساون (۶) بھادوں (۷) کنوار (۸) کاتک

(۹) اگہن (۱۰) پوس (۱۱) ماگھ (۱۲) پھاگن ۔ یہ سنہ منسوب ہیں راجہ بکرماجیت سے ۔منقول ہے کہ جب راجہ سالباہن کو بکرماجیت پر غلبہ ہوا تو اس نے اپنے غلبہ کا سنہ رائج کیا اور اس کا نام ساکھا رکھا۔ پس ان دونوں سنوں کے لیے وہی مہینے رائج ہیں جو اوپر بیان ہوئے۔

۲۹ ۔ ذی الحجہ ۱۳۲۵ھ ہجری مطابق ہے ۱۸۲۹ء ساکھا کے جس کو اہل ہندو دکن ساکی اور شاکہی بھی کہتے ہیں اور اسی تاریخ ہجری کا سنہ سمت ۱۹۶۴ جس کو بکرمی کہتے ہیں۔

سنہ نوروز کا بیان

بقول صاحب مخزن الحکمت نوروز سے مراد ہر نئے شمسی سال کا پہلا دن ہے۔ ایک محقق کا قول ہے کہ نوروز کا آغاز اس وقت ہوتا ہے جب کہ بقول عالمان علم ہیئت آفتاب عالمتاب جو جہاں کو اپنی روشنی سے روشن رکھتا ہے برج حوت سے گزر کر برج حمل میں جو اس کی خوشحالی اور شادمانی کا مقام ہے داخل ہوتا ہے اور دنیا کو ایک اور ہی رونق دیتا ہے اور سردی کے لٹے ہوئے اور موسم خزاں کے ستم رسیدوں کو خلعت ہائے نوروز قبا ہائے سبز و فیروزی پہنا کر تلافی مافات کرتا ہے۔

نوروز فصل بہار کا روز اول ہے اور ایسا مبارک دن ہے کہ اس دن لیل و نہار کے زنگی و فرنگی بالکل مساوات پر باہم ملتے ہیں یعنی شب و روز برابر ہو جاتے ہیں اور نئے سال شمسی کا دورہ شروع ہوتا ہے۔ یوں تو دنیا کے مختلف ممالک اور مختلف اقوام میں ہر نئے شمسی یا قمری سال کے اول روز کم و بیش خوشی منائی جانے کی رسم کے لحاظ سے بہت سے نوروزوں کا ذکر کرنا پڑے گا مگر ان سب کو نظر انداز کر کے صرف نوروز مشرقی اور نوروز مغربی کا ہی حال ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے۔

سنہ عیسوی کے مطابق نوروز مشرقی ۲۱- مارچ کو واقع ہوتا ہے، اور نوروز مغربی یکم جنوری کو لیکن علم ہئیت کی رو سے نوروز مشرقی ہی

حقیقی نوروز ہے کیوں کہ یہ فصل بہار کی ابتدا اور شب و روز کا اعتدال قائم کرتا ہے۔

نوروز مشرقی کا بادشاہ جمشید ہے جس نے ملک ایران میں شمسی سال کو رواج دیا۔ اس نے ایک نہایت عالی شان شہر کی بنیاد ڈالی جس کا نام تخت جمشید رکھا اور جس دن خورشید خاور پہلے خانۂ بہار یعنی برج حمل میں داخل ہوا جمشید نے اس شہر کے شاہی محل خاص میں بیٹھ کر جشن نوروز منایا اور رعایا کو زر و سیم کی بخشش سے خوشحال بنایا اور حکم دیا کہ تمام رعایا ہر سال اسی دن نوروز منایا کرے۔

ہندوستان کی تقویم میں آخر ذی الحجہ ۱۳۲۵ھ ہجری کو ماہ دلو ۱۸۲۹ نوروز کی پندرہ تاریخ ہے۔

خاتمہ کا دوسرا حصہ

متقدمین و متاخرین و معاصرین کے کلام کے متعلق بیان عام

معزز ناظرین کتاب اس بیان کو غیر ضروری نہ خیال کریں۔ جن حضرات کو فن جمل سے دلچسپی ہے اُن کو اس کتاب کی سیر کرنے کے بعد اس بیان کا ملاحظہ کرنا نہایت فائدہ بخش ہوگا۔ ہر ایک تاریخ نئے اسلوب اور نئے ڈھنگ پر ہوتی ہے۔ صرف میلادی کی تاریخوں کو ملاحظہ فرمائیے کہ مورخین نے ولادت کے مضمون کو کس قدر مختلف پہلوؤں سے ادا کیا ہے۔ یہی کیفیت تواریخ وفات و تعمیر و تالیف وغیرہ کی ہے جن کے ملاحظہ سے شائقین

جمل کو ایک خاص قسم کی بصیرت حاصل ہوگی۔ وہ مادۂ تاریخ کے مختلف رنگوں سے اچھی طرح پر واقف ہو جائیں گے۔ ہم نے اس حصۂ کتاب میں بقدر امکان متقدمین اور متاخرین کا تاریخی کلام بھی جمع کیا ہے اور بالآخر معاصرین کے نتیجۂ فکر سے اس کی تکمیل کی ہے اور بلحاظ نوعیت بیس عنوانات پر اس کو تقسیم کیا ہے۔

(الف) قصائد نعتیۂ تاریخی۔ (ب) تواریخ ولادت

(ج) تواریخ بسم اللہ خوانی (د) تواریخ ختنان (ہ) تواریخ شادی عروسی

(و) تواریخ سالگرہ وجوبلی (ز) تواریخ غسل صحت (ح) تواریخ جلوس وفرمانروائی

(ط) تواریخ فتوح (ی) تواریخ وزارت (ک) تواریخ خطابات

(ل) تواریخ خدمات وجانشینی (م) تواریخ خیر مقدم (ن) تواریخ شکار

(س) تواریخ تالیف وتصنیف وطبع کتب (ع) تواریخ بنا وتعمیر (ف) تواریخ سزا

(ص) تواریخ فراغ حج (ق) تواریخ رہائی (ر) تواریخ وفات

معاصرین میں ہم نے اپنے استادان جمل قدر بلگرامی۔ کامل لکھنوی۔ داغ دہلوی۔ راقم مدراسی۔ ذکا نیلوری۔ معنی حیدرآبادی کے سوا بعض مشاہیر ہند کا تاریخی کلام بھی اس حصہ میں داخل کیا ہے۔ جیسے امیر مینائی۔ عبدالجلیل بلگرامی۔ آزاد بلگرامی۔ غالب دہلوی۔ ذکی مرادآبادی۔ ان بزرگوں کے سوا بعض غیر مشاہیر کے عمدہ کلام کو بھی جن کی تاریخیں قابلِ تعریف تھیں اور راقم الحروف کا تاریخی کلام بھی اسی حصہ آخر میں داخل ہے۔

افسوس ہے کہ استادان فن سے زمانہ خالی ہے اور بہت بڑا ستم یہ ہے کہ اس فن میں ان کے جانشینوں کے خانہ میں صفر ہے۔ محققین نے باقر گیلانی اور محتشم کاشی اور سنجر طہرانی کو امام الجمل فی المتاخرین کہا ہے اور انصاف اس کا متقاضی ہے کہ ہم اپنے زمانہ کے بزرگوں سے قدر بلگرامی اور ذکی مرادآبادی اور معنی حیدرآبادی کو اس لقب سے یاد کریں۔ [1]

---

[1] میر نادر علی رعد۔ مرزا بہادر علی صفی کو بھی شامل کیا جا سکتا ہے۔

متقدمین کے تاریخی کلام کا نقش صفحۂ روزگار پر بہت کم ہے اور جس قدر ہے اس کے بڑے حصہ کو ہم نے جا بجا، موقع موقع سے اس کتاب میں بطریق استناد عرض کیا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ہم متقدمین کے کلام میں وہ لطف اور خوبیاں نہیں پاتے جن سے متاخرین کا کلام لبریز ہے۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ فی نفسہ اُن کو اس کا مذاق نہ تھا یا اُن کا قابل قدر کلام ہم کو دستیاب نہیں ہوا۔ ہمارا خیال ہے کہ متقدمین کو اس فن کی جانب بہت کم رغبت تھی۔ اور محاسن تاریخ کے وہ مطلق پابند نہ تھے۔ جس طرح وہ لوگ غزل قصیدے مثنوی وغیرہ میں استاد مانے گئے ہیں اسی طرح اس فن کے استاد کہلانے کے مستحق بعض متاخرین اور معاصرین سے وہ افراد ہیں جن کا تذکرہ اوپر ہوا۔ پس کوئی وجہ نہیں ہے کہ ہم بعض متاخرین اور معاصرین کو اس خاص فن میں متقدمین پر ترجیح نہ دیں۔ علم کسی کی میراث نہیں ہے مَنْ جَدَّ وَجَدَ۔

جن متقدمین و متاخرین کے کلام پر ہم نے کہیں کہیں بطور (افادہ) اعتراض کیا ہے اور شائقین فن کو اس لغزش سے بچنے کی نصیحت کی ہے وہ بے محل نہیں ہے انوری اگرچہ استاد سخن ہیں لیکن فن جمل میں ان کی لغزش یا اُن کا تسامح ہمارے لیے سند کا کام نہیں دے سکتا۔ اس باب میں جس قدر تاریخی کلام ہے اس پر بھی ہم نے تنقیدی نگاہ ڈالی ہے۔ ہم کو نکتہ چینی اور حرف گیری مقصود نہیں ہے۔

بعض تاریخی قصیدوں اور مرثیوں میں ہم نے اشعار بالا کو اس لیے نقل کیا ہے کہ مادۂ تاریخ کا لطف بغیر ان اشعار کے ظاہر نہیں ہو سکتا اگر ہم اختصار کو مدنظر رکھتے اور اشعار بالا کو ترک کرتے یا ان کے انتخاب سے کام لیتے تو اس کتاب کی ضخامت سے دس بیس ورق تو بے شک گھٹ جاتے لیکن یہ بحث اس نقصان کی تلافی نہ کر سکتی جو مذاق میں پیدا ہو جاتا۔

(الف) قصائد نعتیہ تاریخی

قصیدۂ نعتیہ طبعزاد جناب باقر گیلانی مغفور بہ صنعت ترصیع دانہ دواج دمجمع

الصنائع جس کا ہر ہر مصرع حامل تاریخ ہے اور اشعار نمبر ۹ تا ۱۷ میں یہ لطف زائد ہے کہ ہر مصرع میں حروف مہملہ و منقوط عدداً و تعداداً مساوی ہیں اور کسی ایک مصرع کے حروف معجمہ اور کسی ایک مصرع کے حروف مہملہ کو جمع کرنے سے سنۂ مطلوب حاصل ہوتا ہے اور اس طرز عمل سے بہت سے مادے حاصل ہوتے ہیں۔ اور وہ یہ ہے۔

اساس عالم مجد آفتاب ہر دو جہاں ۱ ملک پناہ و رسل تاج و انبیا سلطان

۱۰۶۸ ۱۰۶۸

شفیع کون و مکاں احمدؐ رسول اللہ ۲ پناہ ناموراں اشفع زمین و زماں

۱۰۶۸ ۱۰۶۸

سواد عین ہدایت امیر ملک و ملل ۳ بزرگ کل رسل رہنمائے کون و مکاں

۱۰۶۸ ۱۰۶۸

خلاصہ دو جہاں ماہ ساطع لولاک ۴ شہ مہان و فلک قدر و صاحب احساں

۱۰۶۸ ۱۰۶۸

سمائے حلم و سخاوہ جلال و کمال ۵ پناہ تاجوراں کا سماں ندیدہ چناں

۱۰۶۸ ۱۰۶۸

پناہ اہل نبوت بر بہار علو ۶ گل مراد ملل آبروئے گلشنِ جاں

۱۰۶۸ ۱۰۶۸

مطاع دین و جہاں تاج صاحب معراج ۷ سپہر مجد۔ محمدؐ۔ شفیع عالمیاں

۱۰۶۸ ۱۰۶۸

کمال زہد و ورع آبروئے موجودات ۸ جہاں جود و حیا مصطفیٰ رفیع الشاں

۱۰۶۸ ۱۰۶۸

امام کل رسل تکیہ زمین و زماں ۹ نبیؐ تاج امم زیب عصر ماہ مہاں

۵۲۴ منقوط ۔ ۱۰۶۸ ہجری ۵۲۴ معطلہ ۔ ۵۲۴ منقوط ۔ ۱۰۶۸ ہجری ۵۲۴ معطلہ

معزز زین رسل ماہ و کام وحی تواں ۱۰ قویؐ وزین ہمہ مکہ عز عرش مکاں

۵۲۴ ۔ ۱۰۶۸ ۔ ۵۲۴ ۵۲۴ ۔ ۱۰۶۸ ۔ ۵۲۴

نبیؐ و تاج ملک مہر علم و زیب مہان ۱۱ بزرگ عالمیاں عز کعبہ تاج جہاں

۵۳۴ - ۱۰۶۸ - ۵۳۴ ۵۳۴ - ۱۰۶۸ ۵۳۴

پناہ ملک رسالت کمال فہم و ادب ۱۲ نصیر ملک بقا اوج علم زیب شہاں

۵۳۴ - ۱۰۶۸ ۵۳۴ ۵۳۴ - ۱۰۶۸ ۵۳۴

سحاب طبع محمدؐ قوام امن و شرف ۱۳ سراج اہل عطا عزت زمیں و زماں

۵۳۴ - ۱۰۶۸ - ۵۳۴ ۵۳۴ - ۱۰۶۸ ۵۳۴

مطاع کل عرب تاج دین گزیدہ نسب ۱۴ مہ سحاب کرم و آفتاب عدل و اماں

۵۳۴ - ۱۰۶۸ - ۵۳۴ ۵۳۴ - ۱۰۶۸ ۵۳۴

پناہ فتح و ورع ماہ و صاحب لولاک ۱۵ حیات و عز رسل ماہ زہد دیں سلطاں

۵۳۴ - ۱۰۶۸ ۵۳۴ ۵۳۴ - ۱۰۶۸ ۵۳۴

سحاب لطف ابد مہر عدل و شق کن ماہ ۱۶ علو جاہ و عمل زیب دیں سپہر تواں

۵۳۴ - ۱۰۶۸ ۵۳۴ ۵۳۴ - ۱۰۶۸ ۵۳۴

پناہ حلم و شرف کام ملک و مطلب حق ۱۷ حبیب زین و امم کوہ علم و تاج سراں

۵۳۴ - ۱۰۶۸ ۵۳۴ ۵۳۴ - ۱۰۶۸ ۵۳۴

مطلع ثانی

سحاب داد و کرم آفتاب علم و اماں ۱۸ شہاب عدل و امل کام و مطلب فرقاں

۱۰۶۸ ۱۰۶۸

عزیز کون و مکاں ماہ کل و سدرہ نشیں ۱۹ اساس عز و عطا زین دیں و مہر نشاں

۱۰۶۸ ۱۰۶۸

نبیؐ زیب رسل مجد رشد طٰہٰ لقب ۲۰ شہاب عدل و یقین بدر علم معجزہ کاں

۱۰۶۸ ۱۰۶۸

مہے ز برج عطا یوح مکہ منبع کنت ۲۱ سحاب دیں ہدی مجد علم و راست زباں

۱۰۶۸ ۱۰۶۸

امین اہل زمیں بدرِ جاہ شاہ براق ۲۲ مآب دادر یکتائے نائب رحماں

۱۰۶۸ ۱۰۶۸

پناہ تاجوراں کوہ داد کرسی زیب ۲۳ رسول دادہ و بدر آفتاب اواں

۱۰۶۸ ۱۰۶۸

ملیک زیب وملک ملک مجد پر توحق ۲۴ نبیؐ زین بشر مہ لوا و مہر جناں

۱۰۶۸ ۱۰۶۸

مآب وعزنبیین مطاع و تاج رسل ۲۵ سحاب دین و کرم زیب مجد ملک ستاں

۱۰۶۸ ۱۰۶۸

مہ وامام رسل بوستاں لطف اند ۲۶ سحاب داد یقیں بحر علم عالی شاں

۱۰۶۸ ۱۰۶۸

نبیؐ ماہ شرف مصطفٰےؐ سحاب عطا ۲۷ شہاب عدل واماں عہد کن ازل فرماں

۱۰۶۸ ۱۰۶۸

حیات ندی وہنر باب حکم وصلی علیہ ۲۸ عزیز جملہ شہان ابر علم وقبلۂ جاں

۱۰۶۸ ۱۰۶۸

بہار جاہ و نبیؐ شفیع روئے زمیں ۲۹ سحاب داد و کرم آفتاب علم واماں

۱۰۶۸ ۱۰۶۸

بزرگ کون و مکاں مجتبیٰ سمائے عطا ۳۰ مدار و ماہ ادب آفتاب داد گراں

۱۰۶۸ ۱۰۶۸

مآب کل رسل گلستانِ اِنس و جاں ۳۱ نبیؐ ماہ زمیں ابر علم وشمس جناں

۱۰۶۸ ۱۰۶۸

(نوٹ) الف ممدودہ اس قصیدہ میں متعدد مقامات پر مستعمل ہے اور اس کا عدد صرف ایک محسوب ہوا ہے اور قاعدہ مندرجۂ کتاب ہذا کی سند ہے۔
شعر نجم میں لفظ سما کے بعد بقاعدۂ فارسی (یا) حساب میں محسوب ہوئی ہے اور ہمزہ بعد الف کے قاعدہ میں جو اصول بیان ہوئے ہیں ان کی سند ہے۔

(ب) تواریخ ولادت

تاریخ ولادت نصیر الدین محمد ہمایوں بادشاہ طبعزاد جناب خواجہ جلال طہرانی

سال تاریخ ہمایونش نوشت زادک اللّٰہ ۹۱۳ھ تعالیٰ قدراً

من برم یک الفش از تاریخ تاکشم میل ۹۱۴ھ بچشم بدرا

(نوٹ) مصرع تاریخی کے اعداد ۹۱۴ ہیں شاعر نے الف کے ایک عدد کا تخرجہ کیا ہے۔

تاریخ ولادت شہاب الدین محمد شاہ جہاں بادشاہ طبعزاد یکے از استادان عجم۔ از ملخص تسلیم۔

شاہ روئے زمین وشاہ جہاں لمعۂ آفتاب عالم گیر

۱۰۰۰ھ ۱۰۰۰ھ

(نوٹ) اس تاریخ میں بھی الف ممدودہ کا عدد (۱) محسوب ہوا ہے مطابق قاعدہ ہے۔

ایضاً از جناب کلیم ہمدانی

للّٰہ الحمد کہ از پر تو خورشید علم سایۂ مرحمتے برسر عالم آمد

نیّرے از فلک بادشہی کرد طلوع شاہِ شاہان جہاں قبلۂ عالم آمد

۱۰۰۰ ہجری

(نوٹ) مادّہ تاریخ میں لفظ آمد شریک نہیں ہے۔ مضمون مصرع اس کا متقاضی ہے کہ سالم مصرع میں تاریخ ہو۔ نیز تاریخی اشارہ بھی نہیں ہے۔

قصیدۂ جناب سنجر طہرانی بتقریب تولد صاحب قراں ثانی شاہ جہاں بادشاہ بصنعت ترصیع

خدا وجود وبقا دادہ عالم امکاں برائے شاہ جہاں بادشاہ کل جہاں

۱۰۰۰ھ ۱۰۰۰ھ

زلطف یزداں وز عدل وجود ہفت اقلیم بود بافسرو پاگاہ زایں سلیمان شان

۱۰۰۰ھ ۱۰۰۰ھ

زجودِ شاہ جہان بادشاہ ملک آرا ے　　پدید آرد رشاہوار صد عمان

۱۰۰۰ صحیح　　۱۰۰۰ صحیح

زجام قوّت او باد حیات ابد　　مدام بادۂ الطاف وقدرتِ یزداں

۱۰۰۰ صحیح　　۱۰۰۰ صحیح

نشاط و شادی کام طرب بداو آلہ　　بباد شاہ جہاں مہرجاہ کام رساں

۱۰۰۰ صحیح　　۱۰۰۰ صحیح

بداد وجود و باحساں شہنشہِ آفاق　　علیم و عالی و دانا نواز و ملک ستاں

۱۰۰۰ صحیح　　۱۰۰۰ صحیح

بود چو گوہر ازاں صاحب قراں کہ بدور　　نبودہ چوں آں صاحب قراں ہیچ قراں

۱۰۰۰ صحیح　　۱۰۰۰ صحیح

بدہر ثانی او ایں پناہ ملک بود　　کہ صد قراں زید ایں بیہمال از اقراں

۱۰۰۰ صحیح　　۱۰۰۰ صحیح

ہزار سال چو از ہجرت آمدہ　　شہنشہے کہ بود زندگی عالمیاں

۱۰۰۰ صحیح　　۱۰۰۰ صحیح

ہزار قرن بماناد آں کہ مردہ از و　　بود بدور جہاں صد ہزار جاں شاداں

۱۰۰۰ صحیح　　۱۰۰۰ صحیح

بمدح شاہ جہاں طبع ایں دوازدہ بیت　　ز قسمت ازل آورد از دلم بزباں

۱۰۰۰ صحیح　　۱۰۰۰ صحیح

ازاں دوازدہ ہر مصرعے بکار نگاہ　　کند تولّد شاہ جہاں پناں بیاں

۱۰۰۰ صحیح　　۱۰۰۰ صحیح

(نوٹ) اس قصیدہ میں جہاں کہیں الف ممدودہ مستعمل ہے اس کا عدد ایک لیا گیا ہے اور قاعدہ متذکرۂ کتاب کی سند ہے۔

اور جہاں کہیں کاف منفصل لکھا گیا ہے اس کے عدد ہائے مختفی کے ساتھ ۲۵ محسوب ہوئے ہیں اور قاعدہ متذکرۂ کتاب کی سند ہے۔

اور جہاں کہیں ہائے عربی کا استعمال ہے وہ متصل لکھی گئی ہے اور

اس کے عدد ۲ لیے گئے ہیں اور یہ بھی قاعدۂ متذکرہ کتاب کی سند ہے۔
تاریخ جشن تولد سپہر شکوہ پسر دارا شکوہ طبعزاد جناب آقا طہماسپ قلی بصنعت ترصیع

زین جشن زمانہ کامرانی دارد　　نادر عنواں زشادمانی دارد
۱۰۵۴ھ　　۱۰۵۴ھ
افزودگل نشاط واکنوں در دہر　　زینہا ہر سوئے گلفشانی دارد
۱۰۵۴ھ　　۱۰۵۴ھ

(نوٹ) اس رباعی کے ہر ایک مصرع میں تاریخ ہے مصرع اول کے حروف معجمہ کو مصرع ثانی کے حروف معجمہ کے ساتھ جمع کریں تو ان کے مجموعی اعداد میں بھی تاریخ ہے۔ اگر مصرع اول شعر اول کے حروف مہملہ کے اعداد مصرع دوم کے اعداد حروف مہملہ کے ساتھ جمع ہوں تو تاریخ نکلتی ہے اور یہی صنعت بیت دوم میں بھی ہے۔

تاریخ میلاد میر غلام نبی بن سید محمد باقر طبعزاد جناب میر عبدالجلیل بلگرامی

نورچشم میر باقر گفت با من　　چوں گل خورشید در عالم دمیدم
سال تاریخ تولد خود بگفتم　　نورچشم باقر عبدالحمیدم
۱۱۱۱ھ

(نوٹ) میر غلام علی آزاد بلگرامی نے سرو آزاد میں لکھا ہے کہ یہ مادہ خود مولود نے عالم رویا میں شاعر سے کہا۔ یجوز للشاعر مالا یجوز لغیرہ کا مصداق پورا ہوا۔
(مؤلف)

تاریخ ولادت دختر طبعزاد جناب مومن مغفور

دخت روشن رواں ہوئی پیدا　　کیا ہی چمکا ہے اختر مومن
نال کٹنے کے ساتھ ہاتف نے　　کہی تاریخ دختر مومن
۱۲۵۹ ہجری

(نوٹ) "دختر مومن" کے عدد (۱۳۴۰) ہیں جن میں سے لفظ (نال) کے عدد (۸۱) کا تخرجہ ہوا ہے اور سنہ (۱۲۵۹) حاصل کیا گیا۔

تاریخ میلاد فرزند سید محمد رضا بلگرامی طبعزاد جناب قدر بلگرامی

بسید محمد رضا خانِ من — خداداد پورے باقبال جفت
نشاندم ز ہے نخل تاریخ او — گل نور سید از نہال شگفت

۱۲۷۴ ہجری

تاریخ میلاد صاحبزادہ مرزا عباس بیگ دہلوی طبعزاد قدر بلگرامی

خان ذی رتبہ وذی حوصلہ مرزا عباس — پسرے تام خدا یافتہ عالی نسبی
نازکی ناز فروشی صنمی عشوہ گری — گلرخی گلبدنی سرو قدی غنچہ لبی
لب لعلیں یمنی خال سیاہش حبشی — موی مشکیں ختنی چہرۂ صافش حلبی
بشگفان غنچہ تاریخ ولادت اے قدر — بر ومید ایں گل عباس ز نخل عجبی

۱۲۷۶ ہجری

تاریخ میلاد سید مصطفےٰ بن ابن علی برادر مؤرخ طبعزاد جناب قدر بلگرامی

بہ صنعت ترصیع

گردیدہ ولادت سعادت آمیز — از عیش پسر شادہ جہانے لبریز
۱۲۷۷ ہجری — ۱۲۷۷ھ
از قدر شود مادّہ ہر مصرع — ایں نجم جمالست صباحت انگیز
۱۲۷۷ھ — ۱۲۷۷ھ

تاریخ ولادت اطفال توام بخانۂ ڈپٹی مرزا خداداد بیگ طبعزاد جناب قدر بلگرامی

ساتھ دو طفل خدادا دان دنوں پیدا ہوئے — ایک لڑکی ایک لڑکا حورو ش رضواں شیم
اک صدف سے نکلے دو گوہر وہ دونوں آبدار — اک کلی سے نکلے دو نغمے وہ دونوں تازہ دم
عیسوی سال ولادت قدر نے یوں لکھ دیے — مشتری و ماہ نکلے برج سے توام بہم

۱۸۸۱ء

تاریخ میلاد صاحبزادۂ نواب سر آسماں جاہ مغفور طبعزاد جناب داغ دہلوی

دیا آسماں جاہ کو حق نے بیٹا — یہ عالی نسب فخر ہے خانداں کا
اس اختر سے ہے برج اقبال روشن — یہ ہے روشنی بخش کون و مکاں کا

یہ بحر کرم کا دُرِ بے بہا ہے   یہ ہے پھول امید کے گلستاں کا
کِھلا غنچۂ آرزوئے خلائق   کُھلا عقدۂ بخت پیر و جواں کا
ملے اس کو عمر ابد یا الٰہی   یہ لوٹے مزا عشرت جاوداں کا
پھلے پھولے یہ نونہال اعادت   ترو تازہ جب تک ہے گلشن جہاں کا
جب اے داغؔ ہاتف سے تاریخ پوچھی   ندا آئی خورشید ہے آسماں کا
۱۳۱۸ھ

تاریخ ولادت شاہزادۂ بلند اقبال سرکار نظام دام ظلہم طبعزاد جناب داغؔ دہلوی

شاہزادے کی ولادت کا ہمایوں سال ہے   یا فروغ دیدہ لکھوں یا چراغ دودماں
۱۳۰۹ھ   ۱۳۰۹ھ
مجھ سے ہاتف نے کہا اے داغؔ یہ تاریخ لکھ   چاند سا بیٹا مبارک اے شہ کیواں مکاں
۱۳۰۹ھ

تاریخ ولادت فرزند ڈپٹی علی حسن خاں طبعزاد جناب امیرؔ مینائی

ہر دم ہو ترقیاں خدا دن وہ دکھائے   ماں باپ کا دل بڑھ کے یہ فرزند بڑھائے
اس طفل جواں بخت کا ہے سال امیرؔ   اقبال کے ساتھ عمر روز افزوں پائے
۱۳۱۰ھ

تاریخ ولادت فرزند آنریبل رائے جے پرکاش لال بہادر مدار المہام ریاست ڈمراون طبعزاد جناب امیرؔ مینائی

ہوا فرزند پیدا خانۂ فرزند ذی شان میں   مبارک ہو دھن دولت کی مورت راج جوگ آیا
امیرؔ اچھی ولادت کی ہے یہ تاریخ سمت میں   بکرماجیت کے گھر نیک صورت راج جوگ آیا
۱۹۵۲ سمت

تاریخ ولادت فرزند نواب مزمل اللہ خاں بہادر رئیس بھیکم پور طبعزاد جناب امیرؔ مینائی

ہو مبارک ولادتِ فرزند   جس سے روشن ہوا یہ گھر سارا
نور کی ہے امیرؔ یہ تاریخ   دل کی ٹھنڈک ہے آنکھوں کا تارا
۱۳۱۳ ہجری

تاریخ ولادت صاحبزادی مرزا بہبود علی طبعزاد مؤلف حقیر کتاب ہذا بصنعت ترصیع

درسرائے آں محب مہر دوست — نوگلے از باغ لطفِ کبریاست
۱۲۹۱ فصلی — ۱۹۳۹ سمت
خامۂ ما اے ولاؔ سالش نوشت — بنتِ بہبود علی میرزاست
۱۸۸۲ عیسوی — ۱۲۹۹ ہجری

تاریخ میلاد صاحبزادگان بلند اقبال سرکار نظام ادام اللہ اقبالہم طبعزاد مؤلف کتاب

نظام الملک آصف جاہ محبوب علی خاں کو — کیے حق نے عطا دو دُرّۃ التاجِ شہنشاہی
سرور راحتِ جاں نورِ عینین شہ ذی شان — یہ وہ نعمت ہے جس سے بامرادوں کو ہے آگاہی
ملی ہے نعمت عظمیٰ مرے آقائے نعمت کو — غلاموں کی خوشی ہے اپنے دولت کی ہی خواہی
ولی عہد خلافت کے ہیں دونوں قوت بازو — ہمیشہ اُن کی قسمت میں ہو تائید یداللّٰہی
ولاؔ گلدستۂ سال ولادت نذر دو شاہ کو — گرامی ہیں یہ دونوں نونہال گلشنِ شاہی
۱۳۲۵ ہجری

تاریخ میلاد نبیرۂ باوقار سرکار عالی تبار حضرت بندگان عالی مدظلہ العالی طبعزاد مؤلف کتاب

حق نے جب بیٹا ولی عہد ریاست کو دیا — ہو گئے مسرور اعلیٰ حضرت ظل اللّٰہی
عیسوی تاریخ اس کی عرض کی میں نے ولاؔ — آپ کو پوتا مبارک ہو حضور آصفی
۱۹۰۷ء

ایضاً ولہ

سپہر تمکنت شاہ دکن آقائے نعمت کو — دیا اللہ نے اپنے کرم سے چاند سا پوتا
اسی سے جان میں جان آگئی ارباب دولت کی — کہیں گے خضر اسے آب بقا کا چھوٹتا سوتا
بڑا ہنس مکھ ہے چہرہ حسن صورت اس کو کہتے ہیں — کبھی بھولے سے بھی ننھا سا شہزادہ نہیں روتا
ولاؔ سال ولادت بارگاہ شاہ آصف میں — کہو سرکار کو ہوئے مبارک چاند سا پوتا
۱۳۲۵ ہجری

بر الفت میں جب شہ نے لیا ہاتف نے فرمایا مبارک شاہ آصف جاہ کو ہو گود میں پوتا
۱۳۲۵ ہجری
ادب سے عیسوی تاریخ اس کی عرض کی میں نے جہاں پرور مبارک ہو میرے سرکار کو پوتا
۱۹۰۷ عیسوی

(ج) تواریخ بسم اللہ خوانی

تاریخ تسمیہ خوانی فرمانروائے دکن دام اقبالہم طبعزاد جناب مولوی عبدالقادر طاہر

در تقریب بسم اللہ عالم شاد و خرم ماند
سال ہمایوں گفت خرد اقراء بسم ربک خواند
۱۲۸۸

تاریخ تسمیہ خوانی میر ابرار حسین طبعزاد جناب تسلیم سہسوانی

خواند بسم اللہ چو ابرار حسین سرو قد خواست دل بسم اللہ
کرد تسلیم بتاریخ رقم شادی مشتمل بسم اللہ
۱۲۹۳

تاریخ تسمیہ خوانی شہزادہ والا تبار ولی عہد سلطنت دکن دام اقبالہم طبعزاد جناب داغ دہلوی

شہزادہ ہوا ہے زیب مکتب سحبان نہ ہو ثانی ولی عہد
سورۃ اقراء کی آج سن لی سلطان نے زبانی ولی عہد
اللہ کرے کہ شاہ دیکھے پیری و جوانی ولی عہد
اس رسم کی داغ تو بھی تاریخ لکھ تسمیہ خوانی ولی عہد
۱۳۰۷ ہجری

تاریخ تسمیہ خوانی نورالحق ابن لطف حسن طبعزاد مؤلف کتاب ہذا

نورالحق ابن لطف حسن چار سالہ شد الشکر والثناء لرب الذی خلق
سال سعید تسمیہ اس زد رقم دلا اقراء بسم ربک فرمود نور حق
۱۳۲۱ ہجری

(و) تواریخ تقریب ختان

تاریخ ختان سید مصطفےٰ برادر زادۂ مؤرخ طبعزاد جناب قدر بلگرامی

چوں ختنۂ مصطفےٰ شد از چالاکی — گلچیں شدہ حجّام بفرخ ناکی
ما سال ختاں او نوشتیم ای قدر — شد سنت مصطفےٰ ادا در پاکی

۱۲۸۶ ہجری

تاریخ ختان صاحبزادۂ یکے از اعزاے لکھنؤ طبعزاد جناب مرزا محمد جعفر اوج لکھنوی

منت خدائے راکہ دریں ختنہ ہائے سعد — گل گل حدیقۂ دلِ تلمیذ ما شگفت
تاریخ طبع اوج سخنور بقلب صاحب — حجّام گل گرفت ز شمع ہلال گفت

۱۲۸۵ ہجری

تاریخ ختان میاں الطاف احمد ابن مولوی نعمت اللہ طبعزاد مؤلف کتاب ہذا

لو مبارک ہو میاں الطاف کو ختنہ کی رسم — جس کی خاطر دھوم سے کنبہ کی جماتی ہوئی
رسم گلپوشی کا جلسہ ہم بھی لیں گے عنقریب — خاطر احباب یہ تقریب ہے مانی ہوئی
عرض کردوا ے ولا سالِ بیانِ واقعی — نور عین نعمت اللہ کی مسلمانی ہوئی

۱۳۰۴ ہجری

(ہ) تواریخ شادی کدخدائی

قصیدہ تاریخی طولی شاہزادہ داراشکوہ بصنائع مختلفہ طبعزاد جناب آقا طہماسپ قلی

ب۔ بحمداللہ کہ شد دیگر ز سعی نائب سلطان — رواج الیتام افزوں حد و د وصل آباداں ۔مد
۱۰۴۳ — ۱۰۴۳

ص۔ صلاے امن در دادند بہر طوی شاہزادہ — قبول یکدلی یابی ازیں جشن عماد ارکاں ۔ق
۱۰۴۳ — ۱۰۴۳

د ۔ دریں دولت کہ یارب جاوداں باداز وجود او — مزین شد دلم گل گل زلطف داور سبحان ۔ م

۱۰۴۳ — ۱۰۴۳

ت ۔ تعالی اللہ زہے گردوں مآبی ہادی کامل — دلیل دموہردو دانا بعہد و دانش و عرفاں ۔ د

۱۰۴۳ — ۱۰۴۳

ز ۔ زہے شاہانکو آئین کہ ماندہ پائے اقبالش — یمین عہد را بازو یسار جود را ساماں ۔ ی

۱۰۴۳ — ۱۰۴۳

ی ۔ یم از صیت عطاے او کند از مفلسی نالہ — دُر از قید نوام او بیم اندر صدف نالاں ۔ د

۱۰۴۳ — ۱۰۴۳

ے ۔ یقیں دانم کہ قصد او کند حل ہمہ مشکل — مدیح جود او دار دلا ہر مشکلے آساں ۔ م

۱۰۴۳ — ۱۰۴۳

ن ۔ نوید جشن شہزادہ زوصل آمد بحمد اللہ — قرین فکر کہ ریزد باد عہد حاجب دوراں ۔ ق

۱۰۴۳ — ۱۰۴۳

ب ۔ برود در سایۂ شاہ جہاں طالب لقائے او — رہین شادی جہاں جاوید و عدل ایمن محیط ایماں ۔ ر

۱۰۴۳ — ۱۰۴۳

ل ۔ لوائے جود او ہر جا بمقصد سایہ افگن شد — اہل آنجا رسد کامل کشادہ دل بکف داماں ۔ ا

۱۰۴۳ — ۱۰۴۳

و ۔ وجود جاہ او باد اصفائے حکم را قیمت — نوّے بزم او سازد دل پژمردہ را شاداں ۔ ن

۱۰۴۳ — ۱۰۴۳

ح ۔ حسود بدگوے او را نحوست مائل طالع — مربیہ کلک او باد اسعادت ازیں دنداں ۔ م

۱۰۴۳ — ۱۰۴۳

م ۔ مراد و مقصد مادح شہاب الدین والدنیا — ہمہ زیب و ہمہ برنا ہمہ ہمت ہمہ احساں ۔ ہ

۱۰۴۳ — ۱۰۴۳

ح ۔ حصول سروری قائم بآں طوبی لقا یادوں — رواج عدل باقی باد زیں جشن نکو بنیاں ۔ ر

۱۰۴۳ — ۱۰۴۳

ل ۔ لوا راجیش او قائد جہاں را داد ۔ ادا نجم — ابد با جود او ہمدم ستم را عدل از دنداں ۔ ا

۱۰۴۳ — ۱۰۴۳

ش۔ شبے کرناز لطف وے کندچوں شاہے دائم — میح آید چو بیماراں بعظار از پے درماں۔م

۱۰۴۳ — ۱۰۴۳

ا۔ الٰہی تاابد باد الوائے جیش وے برپا — قیام ملک او ہر رنگ باد الطف راساماں۔ق

۱۰۴۳ — ۱۰۴۳

ہ۔ ہمیشہ فرّ با اقبال او با وقع وبا آئیں — ہمیشہ حاسد احوال او بیچارو سرگرداں۔ہ

۱۰۴۳ — ۱۰۴۳

بصد تزئین بلوح محمل شاہ (نتیجۂ توشیح) رقم دیدم قران مہرو ماہ

۱۰۴۳ — ۱۰۴۳

(نوٹ) اس قصیدۂ تاریخی کو باعتبار صنائع مختلف مجمع الصنائع کہنا چاہیے۔

(۱) ہرایک مصرع سے مادّہ تاریخ حاصل ہوتا ہے اور یہ صنعت ترصیع ہے۔

(۲) ہرایک مصرع کے اعداد حروف مہملہ کو دوسرے مصرع کے اعداد معجمہ کے ساتھ جمع کرنے سے بصنعت اعجام تاریخ نکلتی ہے۔

(۳) اسی طرح ایک شعر کے دونوں مصرعوں سے حروف مہملہ کے اعداد کی میزان دیں تو سنۂ مطلوب حاصل ہوتا ہے۔

(۴) ہرایک مصرع کے حروف اول کو بصنعت توشیح جمع کریں تو ایک تاریخی شعر حاصل ہوتا ہے جو آخر قصیدہ پر لکھا گیا ہے۔ اس شعر میں بھی صنائع ترصیع واعجام وایہام موجود ہیں۔

(افادہ) (۱) شعر سوم کے پہلے مصرع میں (کہ) کے عدد ۲۰ محسوب ہوئے ہیں حسب مسلک دوم۔ اسی طرح شعر پنجم کے پہلے مصرع میں اور باقی تمام قصیدے میں (کہ) کے عدد حسب مسلک اول ۲۵ محسوب ہوئے ہیں۔ ایک قصیدہ میں ایک ہی مورّخ کی دو عملی قابل غور ہے۔ ہماری رائے میں مورّخ کا تسامح ہے۔

(۲) شعر ہشتم کے دوسرے مصرع میں (کہ) کے عدد ۲۰ محسوب ہوئے ہیں حسب مسلک دوم۔

سہرہ تاریخی بتقریب عروسی صاحبزادہ ڈپٹی مرزا عباس بیگ طبعزاد جناب قدر بلگرامی

رشک شاہانہ دکھاتا ہے چمک کر سہرا
۱۸۷۷ء

آئینہ منہ سند بخت سکندر سہرا
۱۸۷۷ء

حلقۂ شوق ہے یہ ہاتھ میں کنگنا دلخواہ
۱۸۷۷ء

دامن حسن ہے فیاض کے سر پر سہرا
۱۸۷۷ء

جس نے دیکھا نہ ہو خورشید زمیں کرنوں میں
۱۸۷۷ء

دیکھے ان کا رخ نایاب ہٹا کر سہرا
۱۸۷۷ء

مثل تار نگہ شوق ہوا جو صدقے
۱۸۷۷ء

کیا ہی حیران ہے گرد رخ انور سہرا
۱۸۷۷ء

سرخ جوڑا ہے شفق وہ قد طناز فلک
۱۸۷۷ء

سب جبیں صبح ہے منہ چاند ہے اختر سہرا
۱۸۷۷ء

ناز والفت کا بہت دام تو پھیلایا ہے
۱۸۷۷ء

صید اخلاص کرے سر کے نچھاور سہرا
۱۸۷۷ء

سب کے تار نگہ شوق ہیں پلٹے معکوس

۱۸۷۷ء

ہے سجا رخ پہ یہ سہرے کے برابر سہرا

۱۸۷۷ء

تاج ہے روشنی الفت مرزا عباس

۱۸۷۷ء

دامن ظل علمدار دلاور سہرا

۱۸۷۷ء

ایک اک مصرع تاریخ مسیحی ہے ملا

۱۸۷۷ء

کہیں اس زور کا اے قدر سخنور سہرا

۱۸۷۷ء

تاریخ کدخدائی نواب اصغر علی خاں لکھنوی طبعزاد جناب قدر بلگرامی

سنو نواب اصغر خاں صاحب تمھارا گھر بسا شادی مبارک

کہا یہ قدر نے مصرع تاریخ نشاط خانہ آبادی مبارک

۱۲۹۷ھ

تاریخ کدخدائی دختر و پسر نواب شرف الدولہ بہادر وزیر سلطنت اودھ طبعزاد جناب امیر مینائی

نواب باحشم شرف الدولہ ذی ہمم

جن کی بہادری پہ ہے شمشیر تک گواہ

اچھے کے اچھے ہوتے ہیں سچ ہے جہان میں

وہ آسمان جاہ تو اولاد مہر و ماہ

ہیں رنگ و بوے باغ شرف دختر و پسر

دونوں دُر یگانۂ دریائے عزّ و جاہ

دونوں کی شادیاں ہوئیں ایوان نے پائی زیب

گلشن کا رنگ جشن سے محفل پر اشتباہ

تاریخ خامۂ دو زبان نے لکھی امیر
یہ مہ قرین بزہرہ و زہرہ قرین ماہ

۱۲۷۳ء

ایضاً

زمین و آسماں دونوں ہیں نازاں گہر دو پائے ہیں درج شرف نے
یہ سال عقد ہے نوڑ علی نور قمر دو آئے ہیں برج شرف میں

۱۳۱۱

(نوٹ) لفظ آئے میں مورخ نے ایک یا محسوب فرمائی ہے جس سے ہم کو اختلاف ہے۔ (مؤلف)

تاریخ عروسی صاحبزادہ مولوی عبدالقادر طاہر طبعزاد مؤلف کتاب ہذا

خجستہ عہدے خجستہ فصلے خجستہ سالے خجستہ ماہے
خجستہ روزے خجستہ صبحے خجستہ شامے خجستہ آواں

چہ عہد عہدے کہ شد مکرم زیمنت عہدیش بعالم
چہ فصل فصلیکہ شد مسلم بہار او جلوۂ گلستاں

چہ سال سالے کہ ماہ در روزش مثال نوروز دلفروزش
چہ ماہ ماہے کہ شمع روزش چراغ روزے کند فروزاں

چہ روز روزے کہ شاہ خاور بہ پیش نوشۂ شود برابر
بعارضش سہرۂ منور چو پنجۂ آفتاب تاباں

چہ صبح صبحے کہ در جوانی نسیم گلزار کامرانی
غلام محمود را تو دانی ز عقد او کردہ گل بداماں

چہ شام شامیکہ خوان نعمت بہ شمن و دوست شد بقسمت
چہ شام گاہے کہ زیب و زینت کند شب وصل را بہ ہجراں

خجستہ جشنے بود قران را عروس و نوشاہ جسم و جاں را
خجستہ ایں کہ ایں و آں را قریں کند در حضور قرآں

چہ عہد محبوب وفصل مرغوب وسال میمون مہ ہمایوں
چہ روز محمود صبح مسعود وشام امید وآن ارماں

خجستہ تاریخ حسب حالش ز روز وتاریخ وماہ وسالش
ولاؔ رقم زد کہ روز آدینہ بست وپنجم ز ماہ شعبان

۱۳۲۲ ہجری

تاریخ رسم عروسی صاحبزادی مولوی احمد حسین چیف سکرٹری ومعتمد پیشی سرکار نظام دام اقبالہ طبعزاد مؤلف کتاب

جشن دامادی مہر کرم است	بزم شادی شد از وجلوہ فروز
ہاتف سال عروسی ہست ولاؔ	نوشہ الطاف حسین مست امروز

۱۳۲۵ ہجری

ایضاً ولہ

لو میاں آج چڑھی بیل منڈھے	آرزو پوری ہوئی کیجیو چین
عقد ہوتے ہی کہا ہاتف نے	کتخدا ہو گئے الطاف حسین

۱۳۲۵ ہجری

سہرہ تاریخی بتقریب عروسی صاحبزادی مہاراجہ سرکشن پرشاد بہادر مدار المہام سلطنت آصفیہ طبعزاد

نہ پابستی گمر در رسم ایراں سہرہ بر عارض
نقابے بیش نبود اے سخنداں سہرہ بر عارض

بسفتم گوہر مضمون بتاز فکرتِ نازک
دہد تا جلوۂ لولوے غلطاں سہرہ بر عارض

اگر داری ہوائے موشگافی ہائے مضمونش
تواں دریافت از زلف پریشاں سہرہ بر عارض

سحرگاہاں شود صد عندلیب دل فدائے او
کہ سرتاپا بدارد گل بداماں سہرہ بر عارض

برخ دارد عروس نہ فلک زریں نقابے را
کشد از پنجۂ خورشید تاباں سہرہ بر عارض

رگ گل سلک گوہر می کشد از قطرۂ شبنم
عروس باغ دارد در گلستاں سہرہ بر عارض

زتار نغمۂ بلبل ز رگل گشتہ زر بفتی
بوصلت کتخدائی راست ساماں سہرہ بر عارض

عروسی خانۂ فانوس دارد شمع محفل را
گدامادی پروانہ پنہاں سہرہ بر عارض

بآب زر بود بر مصحف رو صد خط روشن
غلاف تارکش بر جلد قرآں سہرہ بر عارض

بچشم آنکہ خار آرزوے نشکند در دل
پسند و مردم چشمش زمژگان سہرہ بر عارض

چکد صد قطرۂ شرم از زخش در رو نمائیہا
ز سلک گوہریں کرد ابر نیساں سہرہ بر عارض

بر حل خط فروزد مصحف رو جلوۂ روشن
غلافے می کشد بالائے فرقاں سہرہ بر عارض

بتقریبے کہ باشد از رگ جاں ساز و سامانش
سزد تار نگہ با صد دل و جاں سہرہ بر عارض

دلا از ما خذ ایں رسم ہندوستاں خبر دارم
کہ دعوائے تفوق می کند زاں سہرہ بر عارض

بمشکوے مہاراجہ یمین السلطنہ بہ جشنے
کہ شد رونق فزا دامادِ دیواں سہرہ بر عارض

بیان واقعی ہم صنعت اعجام شد سالش
زہر دو مصرعِ نوشاہ ذیشاں سہرہ بر عارض

مبارک عقد صاحبزادی شاد است تاریخے ۱۳۲۶
ہمایوں باد یارب دست سلطاں سہرہ بر عارض ۱۳۲۶

(و) تواریخ سالگرہ وجوبلی

تاریخ سالگرہ ولی عہد حضور نظام دکن خلد اللہ ملکہ طبعزاد جناب داغ دہلوی

ہوئی ہے سالگرہ آج شاہزادے کی — رہے ہمیشہ الٰہی بہار سالگرہ
برائے نذر شہنشاہ داغ لکھ تاریخ — زیادہ تا بابد ہو شمار سالگرہ

۱۳۰۵ ہجری

تاریخ سالگرہ حضور نظام دکن ادام اللہ دولتہ طبعزاد جناب داغ دہلوی

ہوئی ہے سالگرہ آج شاہ والا کی — خجستہ فال ہے یہ اور نیک فال گرہ
یہ جشن وہ ہے کہ کہتی ہے ساری خلق اللہ — کھلے نصیبوں کی یارب ذوالجلال گرہ
ہزار دانۂ یاقوت کی بنے تسبیح — بڑھے کلاوہ میں ہر سال ایک لال گرہ
لکھا ہے داغ نے یہ اس کا مصرع تاریخ — ہزاروں سال مبارک یہ جشن سالگرہ

۱۳۰۷ ہجری

تاریخ سالگرہ چہل سالہ سرکار نظام دکن حضور بندگان عالی متعالی مدظلہ العالی طبعزاد مؤلف کتاب

خوشا جشنے کہ در عہد بہار از فضل یزدانی — گرہ بندان چل سال ست در ایوان سلطانی
رعایا راست درگاہ آصف حکم مہمانی — نواسنجان باغ مدح محو تہنیت خوانی
مہ و ناہید شد شمع شب افروز گلستانش
زمین تا آسماں محو تماشائے چراغانش
ہوا جویاں دولت در ہوائے سیر گلزارش — نواسنجان مدحت چشم بر دست گہر بارش
تمنائے مراتب در دل ارباب دربارش — بقدر ہمت خود فکر ہر کس در پئے کارش
دل یک عالمے شوق حصول مدعا دارد
دعا گویش سر نوک زبان ذوق دعا دارد

الٰہی تا بود دست و قلم از آستیں پیدا　　　شود تا حرف مشکیں بر بیاضِ کاغذیں پیدا
خط تقدیر عالم را بود تا بر جبیں پیدا　　　کند تا صنعت حکاک نقشے بر نگیں پیدا

کتابیں چہرۂ محبوب ما با خال و خط باشد
طراز نکتہ چیں محکوک چوں حرف غلط باشد

مدادیں حرف بر کاغذ کند تا عنبر افشانی　　　ز شنجرفیں رقم آتش خورد تا لعل رمّانی
بود تا حلیۂ بین السطور صبح نورانی　　　کشد تا پنجۂ خورشید از جدول پشیمانی

الٰہی تا بر اوراق جہاں نقشیست از صولت
بود شیرازہ بند مملکت شاہ جواں دولت

الٰہی تا بود نوک زباں را لذّت گفتن　　　ہمیں تا در نقاب لفظ معنی راست بنہفتن
سخن گفتن بود تا در مثال بکر جاں سفتن　　　الٰہی تا مضامیں راست رنگ و بو ز بشگفتن

نگار لفظ را تا جان معنی در بدن باشد
نظام الملک آصف جاہ محبوب دکن باشد

الٰہی تا بود مضمون رنگین در تہ فکرت　　　بتابد تا بر اوج طبع نورانی مہ فکرت
عروس نظم تا پنہانست در خلوتگہ فطرت　　　الٰہی تا بود اقلیم معنی را شہ فکرت

زبان خسرو ما طوطی شکر شکن باشد
کلام آصف ما آصف ملک سخن باشد

بسطح ارض تا نظم ممالک راست آئینے　　　ضوابط را بود تا در جہاں ترتیب و تدوینے
نوا سنجان مدحت راست تا مضمون رنگینے　　　زمین آسماں را تا بود تحریک و تسکینے

الٰہی شاہ معنی پرور ما در جہاں باشد
زمین نظم را فکر بلندش آسماں باشد

بظلّ ایزدی طوبائے ذاتت پر ثمر بادا　　　ولی عہد تو برخوردار در ظلّ پدر بادا
بزیر سایہ ات نخل مرادش بارور بادا　　　ز ابر قدرتت سیرابیش از آب زر بادا

ز مژگاں آب و جاروبے کشم بر سطح بستانت
ضیائے چشم عالم باد قندیل گلستانت

گرہ بر گوش بدخواہاں زپذیر فلک پیہم
بکوتاہی گراید رشتۂ عمر عدو ہردم

گرہ افتد بکار بدسگالان جفا توام
گرہ از کار یارانش کشاید خالق عالم

ولا سال گرہ بنداں بود دلخواہ آصف را
ہمایوں باد ایں جشن ہمایوں شاہ آصف را

۱۳۲۳ ہجری

(ز) تواریخ غسل صحت

تاریخ غسل صحت مہاراجہ دگھ وجے سنگھ والی ریاست بلرام پور طبعزاد جناب محمد قدر بلگرامی

دگھ وجے سنگھ آنریبل کے سی اس آئی خطاب
آنکہ اندر رزم بر شیراں زند صد دور باش

چشمہا برداشت اندر صید شیراں در کنام
شد زبوں چوں مرمان چشم تن سر تا بپاش

ہر یکے نخل دعا بنشاندش از بہر اثر
ہر یکے دست و زباں برداشت از بہر دعاش

غسل صحت کرد و آب رفتہ در جو آمدش
عمر عیسیٰ مژدہ گوے آمد زلب ہائے شفاش

قدر از دست دعا بنوشت سال عیسوی
بہر پاس جسم باد آب غسل آب بقاش

۱۸۸۰ء

تاریخ صحت نواب اعظم الدین خاں مدار المہام ریاست رام پور طبعزاد جناب داغ دہلوی

کرم گستر داغ جنرل بہادر
ترا منصب و جاہ و ثروت مبارک

شنیدم چو ایں مژدہ تاریخ گفتم
مبارک ہر آئینہ صحت مبارک

۱۳۰۵ھ

قطعہ تاریخ صحت اعلیٰ حضرت بندگان عالی متعالی حضور پرنور دکن دام اقبالہ طبعزاد جناب داغ دہلوی

رہے شاہ دکن یارب سلامت ضیا حاصل ہے جب تک مہر و ماہ کو
لکھی یہ داغ نے تاریخ صحت مبارک دور صحت بادشہ کو

۱۳۰۹ ہجری

ایضاً ولہ

مرے حضور الٰہی جئیں ہزار برس شفا سے جن کی سکون ہے دل زمانہ کو
لکھا ہے داغ نے یہ سال صحت سلطانی خدا نے دی ہے شفا عادل زمانہ کو

۱۳۰۹ ہجری

تاریخ جشن صحت نواب یوسف علی خاں بہادر والی رام پور بروز عید طبعزاد جناب امیر مینائی

مژدہ اے طالبان شاہد عیش کہ ہوئی صبح عید شام امید
یوسف عہد کو ہوئی جو شفا مرتبے میں ہوئی دو بالا عید
دھوم ہے ہر طرف مبارک ہو وصل میں وصل اور دید میں دید
فکر تاریخ کی جو میں نے امیر کیا ہی روح القدس نے کی تائید
ہوئی تاریخ جشن و عید بہم جشن میں جشن اور عید میں عید

۱۲۸۱ ہجری

ایضاً ولہ

شرف داں مہر کو ہے یاں عروج ماہ و دولت ہے عجب صحبت عجب جلسہ عجب شادی کی ساعت ہے
کسے سال ہمایوں ہاتھ آتا ہے امیر ایسا مہینا عید کا نوروز کا دن روز صحت کا

۱۲۸۱ ہجری

تاریخ غسل صحت منشی امتیاز علی خان وزیر ریاست بھوپال طبعزاد جناب امیر مینائی۔

عمر خضر نصیب مرے دستگیر کو چین آگیا ہر ایک صغیر و کبیر کو
لب پر امیر مصرع تاریخ آگیا اقبال شاہ سے ہوئی صحت وزیر کو

۱۳۱۰ھ

تاریخ غسل صحت جناب مولوی حسن الزماں محمد دام فیوضہم طبعزاد مولوی محمد ابراہیم سعد تخلص حیدرآبادی

شکر حق بازیافت بینائی | چشم حق بین شیخ پاک نہاد
سال آں فی البدیہہ سعد بگفت | چشم ماروشن ودل ماشاد

۱۳۲۶ھ

تاریخ غسل صحت حضرت اقدس و اعلیٰ حضور پرنور نظام دکن مدظلہ العالی طبعزاد مؤلف کتاب ہذا۔

کل تیرے دشمنوں کی ناساز تھی طبیعت | حامی ترا خدا ہے ملک دکن کے والی
شکوے زکوٰۃِ تن ہیں اور مصلح بدن ہیں | حکمت سے کب جدا ہے تقدیر لایزالی
منت منارہے ہیں صدقے بھی آرہے ہیں | اور مرکز دعا ہے درگاہِ ذوالجلالی
خیراتیوں کی کثرت داد و دہش کی شہرت | سب کچھ تری عطا ہے وجہ فراغ بالی
تیرے کرم کے صدقے تیری عطا کے قرباں | جیبیں وہ بھر رہا ہے تھا جس کا ہاتھ خالی
خوشیوں کے ہیں ترانے صحت کے شادیانے | موجود جابجا ہے رنگ خجستہ حالی
تاریخ غسل صحت لکھو ولا بہ عجلت | ردتیری ہر بلا ہے اے بندگان عالی

۱۳۲۶ ہجری

(ح) تواریخ جلوس وفرمانروائی

تاریخ جلوس شاہ جہاں بادشاہ طبعزاد جناب آقا امیر شوقی

بادشاہِ جہاں وشاہِ جہاں | خرم وشاد وکامران باشد
حکم او بر خلائق عالم | تاجہاں باد درجہاں باشد

۱۰۳۷ ہجری

(نوٹ) اس قطعہ تاریخ کے مصرع سوم میں کوئی اشارہ تاریخ کا نہیں ہے۔ یہ طرز متاخرینِ کے پاس جائز۔ ہماری رائے میں اشارہ تاریخی ضرور ہے۔

انتخاب از قصیدہ تاریخی ذکی مراد آبادی بتقریب جلوس نواب ناصر الدولہ والی حیدر آباد

جوہر ناطق ہنم مشہور راز حسن بیان ۔۔۔ وجہ اشعارم زدل بنید کنوں کو قدرداں
۶۲۲ - ۱۲۴۴ھ ۶۲۲ ۔۔۔ ۶۲۲ - ۱۲۴۴ھ - ۶۲۲

نیتنند از جوہر اہل دول گر بام قدر ۔۔۔ یاد دارم از دل عجب نکتہ ہا کو قدرداں
۶۲۲ - ۱۲۴۴ھ ۶۲۲ ۔۔۔ ۶۲۲ - ۱۲۴۴ھ ۶۲۲

دیدہ ام من در جہاں وقت بد از راہ ملال ۔۔۔ ہر کرمی دار دسند ساز د با وقات جہاں
۶۲۲ ۱۲۴۴ھ ۶۲۲ ۔۔۔ ۶۲۲ ۱۲۴۴ھ ۶۲۲-

قلب اورا کم شناسد از مدار جہائے نطق ۔۔۔ درک عاقل می دہد از جوہر قابل نشاں
۶۲۲ ۱۲۴۴ھ ۶۲۲ ۔۔۔ ۶۲۲ ۱۲۴۴ھ - ۶۲۲

(نوٹ) ہر ایک مصرع میں حروف معجمہ کے اعداد ۶۲۲ ہیں اور مہملہ کے اعداد ۶۲۲ اور دونوں کا مجموعہ ۱۲۴۴۔ اور یہی سنہ مطلوب ہے۔

اس میں صنعت ترصیع کے ساتھ صنعت ازدواج اور مجمع الصنائع بھی ہے۔

تاریخ جلوس مسند نشینی نواب محمد مشتاق علی خاں بہادر والی ریاست رام پور طبعزاد جناب داغ دہلوی

زہے نشاط زہے خرمی زہے عشرت ۔۔۔ بنا ہے غیرت فردوس مصطفیٰ آباد
جہاں جہاں ہے خوشی عیش و انبساط و سرور ۔۔۔ زباں زباں ہے ادا نغمۂ مبارک باد
نگہ نگہ سے ٹپکتا ہے بادۂ عشرت ۔۔۔ نفس نفس سے یہ آواز ہے کہ آئی مراد
دہن دہن سے دعائے بقائے دولت و عمر ۔۔۔ سخن سخن میں ہے شکر و سپاس حد سے زیاد
عروج و دولت و اقبال و شان و شوکت سے ۔۔۔ بنا ہے عالم بالا یہ عالم ایجاد
ہو او سادہ نشین روز جمعہ کو نواب ۔۔۔ نمازیوں نے دعا دے کے دی مبارکباد

زہے طراوت آب و ہوائے گلشن دہر
قدم جما کے سنبھلتا ہے باغ میں شمشاد

وہ جوش رنگ ہے ہو اب نیشتر بھی شہاب
جو فصد لے رگ شاخ نہال کی فصاد

مثال خاطر بشگفتہ ہر گل امید
برنگ غنچۂ نشگفتہ ہر لب فریاد

سب اعتدال سے ہیں اب عناصر اربع
سب اتفاق سے ہیں آب و خاک و آتش باد

مزاج اہل زمانہ میں ہے وہ یکسوی
مریض کے بھی مرض میں نہ جمع ہوں اضداد

چڑھا کے ساغر صہبائے عشق کو صوفی
پکار اٹھتے ہیں نشئے میں ہر چہ بادا باد

قضا قضا کرے لے لے کے ہچکیاں پیہم
کسی مریض کو بھولے سے بھی جو آئے یاد

شرار برق بھی دانتوں میں ڈر سے لے تنکا
ہوائے عدل سے ہو صرصر خزاں برباد

ترے سکون طبیعت قیام دولت سے
کہے نہ اب سے زمانے کو کوئی بے بنیاد

فروغ نیر اقبال سے عجب کیا ہے
پڑھے اگر خط تقدیر کور مادر زاد

ترے زمانہ میں دل ہو گئے ہیں آئینہ
ہوا تھا صاف سکندر کے عہد میں فولاد

گدا کو بھی وہ تحمل ہے عہد دولت میں
جو اس زمانے میں ہو خسروی کرے فرہاد

ترا اشارۂ ابرو کلید فتح امید
تری نگاہ دل آرزو ہے جان مراد

ڈلی ڈلی کو نمک کی ترستے ہیں اعدا
مٹا ہے عہد میں تیرے وہ نام شور و فساد

اب اس کو سہو کہیں ہم کہ حافظہ ٹھہرائیں
ہمیشہ تجھ کو رہا دے کے بھول جانا یاد

بہت قدیم نمک خوار معتمد ممتاز
یہ داغ مدح سرا ساکن جہاں آباد

جگر فگار و دل افگار و مضطر و غمناک
قتیل خنجر اعدا د کشتۂ حساد

اسے خدا نے باعزاز و آبرو رکھا
مدام شاد رہا یہ بفضل رب عماد

امیدوار ترحم ہے خواستگار کرم
نگاہِ لطف رہے خلد آشیاں سے زیاد

دعائیں دے کے یہ لکھتا ہے مصرع تاریخ
جلوس خسروِ عالم پناہ نیک نہاد

۱۳۰۴ ہجری

تاریخ فرماں روائی و سلطنت رانی حضور پر نور والیٔ دکن ادام اللہ اقبالہ طبعزاد عزیز جنگ ولاؔ

میر محبوب علی خاں شاہ والا منزلت
حکمراں شد شاد از احسان خلاق زمن

۱۹۴۰ سمت
۱۸۸۴ عیسوی

چارتا سالش نویسد پنجۂ کلک ولاؔ   مملکت رانی ہمایوں بادا ے شاہ دکن
۱۲۹۳ فصلی   ۱۳۰۱ ہجری

تاریخ دربار دہلی بتقریب تاجپوشی ملک معظم قیصر ہند طبعزاد عزیز جنگ ولاؔ مؤلف کتاب

آباد بود تا بقیامت سر ہند   شاہ انگلینڈ و قیصر کشور ہند
ہاتف چو نقیب زدند اماسال جلوس   جشن دربار نامے قیصر ہند
۱۳۲۰ ہجری

تاریخ مسند نشینی مہاراجۂ میسور طبعزاد عزیز جنگ ولاؔ مؤلف کتاب

زہے جشنے کہ اندر ملک میسور   سرور افزا ے ہر پیر و جواں شد
خہے رسمے کہ در ایوان شاہی   مسرت بخش قلب راجگاں شد
گورنر جنرل ہند از برایش   بکر و فر شاہی میہماں شد
مہاراجہ سریر آرا ے راج است   بحمد اللہ کہ ایں دولت جواں شد
ولاؔ سال ہمایونش چہ خوش گفت   مہاراجہ بدولت حکمراں شد
۱۳۲۰ ھ

(ط) تواریخ فتوح

تاریخ فتح ستارہ گڑھ بصنعت مقطعہ ترتیبی طبعزاد جناب مولوی عبدالجلیل بلگرامی

چو سیوا د سنبھا و راتا بہ گیتی   ز تیغ شہنشاہ گشتند پارہ
الف ہاے ایں ہر سہ را تا بے کجا   نوشتیم تاریخ فتح ستارہ
۱۱۱۱ ہجری

ایضاً ولہ

چو محی الدین محمد شاہ غازی	ستارہ فتح فرمود از اشارہ
رقم کرد بکلک فکر بیتے	کز و شد چار تاریخ آشکارہ
بود ہر مصرعش تاریخ منقوط	ہمان عاطل بہم شد در شمارہ
محمد شاہ اساس شطح راکند	بر آمد باطل از حصن ستارہ
۱۱۱۱ ہجری	۱۱۱۱ ہجری

(نوٹ) شعر چہارم کے دونوں مصرے حامل تاریخ ہیں اور یہ صنعت ترصیع ہے اور انھیں دونوں مصرعوں کے حروف معجمہ سے تاریخ نکلتی ہے جس کا نام صنعت اعجام ہے اور اس طرح دونوں مصرعوں کے حروف مہملہ میں بھی تاریخ ہے بصنعت اہمال۔

(ی) تواریخ وزارت

قصیدہ تاریخی وزارت نواب مختار الملک وزیر اعظم حیدر آباد دکن طبعزاد جناب وجہ الدین خاں معنیؔ

بحمد اللہ از افضال عزیز واہب سبحان	۱	بشد سالار والاشاں باقبال عجب دیواں
۱۲۶۹ ہجری		۱۲۶۹ ہجری
خہے سالار کز منسوبی اسم جنرل وئے	۲	مباہاتے بیک عالم کند سالاری دوراں
۱۲۶۹ ہجری		۱۲۶۹ ہجری
ز گوہر باری دست عطاے بامرادوے	۳	بجوش دل شدہ گریاں بس از بے مائگی نیساں
۱۲۶۹ ہجری		۱۲۶۹ ہجری
ز برق دانش عالم فروز لمعہ زیب او	۴	بگردد در حجاب ابر مہر نوردہ پنہاں
۱۲۶۹ ہجری		۱۲۶۹ ہجری
مدارا کردہ با حجاب عالی منزلت الحق	۵	بشد دارا باں درگاہ آصفی جاہ او درباں
۱۲۶۹ ہجری		۱۲۶۹ ہجری

فدائے وجہ او جانم کہ در عزّ نثار او ۶ لآلی را حصول آب و جانی یافتہ مرجاں

۱۲۶۹ھ ۱۲۶۹ھ

ز برّ او فزودہ دیگر آبے جوہر منّت ۷ ز جود او گرفتہ حُسن دیگر ہیکل احساں

۱۲۶۹ھ ۱۲۶۹ھ

ہدایت می دہد بس مقتدان جبر کاسب را ۸ شود در عہد او چوں پیر صاحب سلسلہ زنداں

۱۲۶۹ھ ۱۲۶۹ھ

بگنج جود او چوں لعلے از رنگ ہوا رفتہ ۹ بمال بذل او گوہر بیاید از بن دنداں

۱۲۶۹ھ ۱۲۶۹ھ

جہاں آزاد گشت از بند رنجی بس بعہد او ۱۰ بطوق قمریاں بس سرو از برگی زند سوہاں

۱۲۶۹ھ ۱۲۶۹ھ

دریں قحط الرجال از قدر افزائی او قصداً ۱۱ بود ہر حال اہل علم با قدر گراں ارزاں

۱۲۶۹ھ ۱۲۶۹ھ

ز جود ے معیّن مُد برات رزق عالم ہا ۱۲ باد گر دید دیوانی بایں رو در مہ شعباں

۱۲۶۹ھ ۱۲۶۹ھ

رمہ در ہر چرا گر میچرد چالاک بے بیمے ۱۳ دہان گرگ بر بستہ ز عدل عام وے چوپاں

۱۲۶۹ھ ۱۲۶۹ھ

سجود آستاں او ز دشواری حصول آید ۱۴ بپائے رفعت ایوان سراز جہد نہد کیواں

۱۲۶۹ھ ۱۲۶۹ھ

ریاست اوّلاً بودہ بدید مرگ بیمارے ۱۵ کہ در درمان وے درماند دعوے ہمہ درماں

۱۲۶۹ھ ۱۲۶۹ھ

کنوں از طبّ تدبیر بسیط آں فلاطون عقل ۱۶ بیک دار و ز صحت آمدہ در جسم وے صد جاں

۱۲۶۹ھ ۱۲۶۹ھ

چہ دارد آبروی یابی ہوس از آتش دلہا ۱۷ بباد از خاکپائے کوکب وے کحل چار ارکاں

۱۲۶۹ھ ۱۲۶۹ھ

بود زیں بوم نیکو بوم حیواں خانہ ویرانی ۱۸ کہ بس ایں مملکت از سعی او شد جملہ آباداں

۱۲۶۹ھ ۱۲۶۹ھ

ز حیرانی دید او دہد پشتی بدیوارے ۱۹ بہ پیش مہ نور روے او آئینہ حیراں

۱۲۶۹ھ ۱۲۶۹ھ

بنزد عقل او سہل آمدہ دشوار از ہر فن ۲۰ بہ پیش طبع او از علم ہر مشکل بود آساں

۱۲۶۹ھ ۱۲۶۹ھ

سر اعدا بپائے وے بہر سو می فتد چوں گوئے ۲۱ میانِ جنگ آں شمشیر وے گویا زند چوگاں

۱۲۶۹ھ ۱۲۶۹ھ

بر ایوانِ بلند وے کہ بادلا تناہی شد ۲۲ ز اہلِ حکمت الحق نامسلّم سلّمی برہاں

۱۲۶۹ھ ۱۲۶۹ھ

عجب نبود اگر معنیؔ ہم از دولت برد زر کہ ۲۳ جہانے آمدہ بر خوانِ جود وے کنوں مہماں

۱۲۶۹ھ ۱۲۶۹ھ

الٰہی تا بود ساکن چو مرکز ایں زمیں یکرہ ۲۴ بگرد او بود مانندِ پرکار آں فلک گرداں

۱۲۶۹ھ ۱۲۶۹ھ

سکون ایں ریاست از وجودِ او ہمیشہ باد ۲۵ بیاد ادولت و جہاں ابد در گردوی فرقاں

۱۲۶۹ھ ۱۲۶۹ھ

(نوٹ) استادی معنیؔ مغفور نے (کہ) کے اعداد ۲۰ محسوب فرمائے ہیں اور شعر (۱۹) میں لفظ آئینہ میں یاے اول کو ہمزہ قرار دے کر اس کا عدد ایک لیا ہے۔ ہماری رائے میں یہ تسامح ہے اور خلاف قاعدہ۔

تاریخ وزارت ایضاً طبعزاد جناب وجہ الدین خاں معنیؔ

صد شکر ز تائید عمیم یزداں   دیوان دکن چو گشتہ سالار زماں

۱۲۶۹ھ ۱۲۶۹ھ

زاں سال بگو چنیں نوشتہ معنیؔ   سالار زماں بگشت نیکو دیواں

۱۲۶۹ھ ۱۲۶۹ھ

(نوٹ) اس رباعی کے مصرع اول میں حضرت معنیؔ نے لفظ تائید میں ہمزہ کا ایک عدد محسوب فرمایا ہے۔ یہ تسامح اور خلاف قاعدہ ہے۔

تاریخ وزارت نواب مختار الملک وزیر اعظم حیدر آباد دکن۔ جناب

وجہ الدین خاں معنیؔ

چوں بآں نواب دارا منزلت سالارِ جنگ — طرفہ دیوانی نفیب از لطف رحمانی بشد

۱۲۶۹ھ — ۱۲۶۹ھ

معنیؔ از سال جلوس انبساط او نگاشت — جلوۂ سالار کل برصدر دیوانی بشد

۱۲۶۹ھ — ۱۲۶۹ھ

(نوٹ) حضرت معنیؔ نے اس قطعہ تاریخ میں بھی کاف کے عدد ۲۰ محسوب فرمائے ہیں اور یہ یا تو تسامح ہے یا مسلک دوم کی پیروی۔

واضح ہو کر اس تاریخ میں صنعت ترصیع کے سوا عامتہ الورود سے بھی کام لیا گیا ہے۔

تاریخ وزارت معتمد الدولہ وزیر غازی الدین حیدر بادشاہ لکھنؤ از جناب ناسخؔ

تاریخ سعید کرد ناسخؔ تحریر — شد اسکندر روزیر ارسطا طالیس

۱۲۴۳ھ

تاریخ مدار المہامی جنرل اعظم الدین خاں بہادر طبعزاد جناب داغؔ دہلوی

اعظم الدین خاں بہادر کو — جاہ و منصب ملا بآسانی

یہ مدار المہام، عالی جاہ — مستقل ہے بحکم سلطانی

کیوں نہ ہوتا یہ فوج کا جنرل — ہے شجاعت میں رستم ثانی

عدل و انصاف و داد فیض و کرم — عہد دولت میں یا فراوانی

داغؔ آشفتہ ہو گیا مجبور — ہے یہ آزار دشمن جانی

تن ہے آلودۂ ہزار امراض — دل ہے مجموعۂ پریشانی

مانگتا ہے دعائیں صحت کی — پھلو پھولو بفضل ربانی

اپنے جرنیل کو دیا عہدہ — ہے یہ نواب کی ہنر دانی

اس نیابت کی یہ کہی تاریخ — آصف اعظم جہاں بانی

۱۳۰۴ ہجری

تاریخ وزارت نواب سر آسمان جاہ وزیر اعظم حیدر آباد طبعزاد جناب داغؔ دہلوی

پہلے سلطان ابن سلطان خسرو ملک دکن — پھر بشیر الدولۂ عادل امیر ابن امیر

قابل مدح و دعا ہیں لائق وصف و ثنا — بادشاہت بے بدل ہے تو وزارت بے نظیر
یہ دلاور ہے سکندر وہ بہادر تہمتن — شاہ عالم گیر دستور معظم شیر گیر
حبذا خاقان دوراں مرحبا نواب عہد — اس سے جان آرام میں ہے اس سے دل راحت پذیر
یہ ہے شمع سلطنت تو وہ چراغ آبہت — مالک اقبال روشن صاحب رائے منیر
یہ اگر ابر کرم ہے وہ ہے دریائے نوال — کیوں رہے ملک دکن میں نام کو بھی اب فقیر
داغ تاریخ وزارت اتفاق شہ سے لکھ — مہر و ماہ آسمان نور ہیں شاہ و وزیر

١٣٠٥ ہجری

ایضاً — ولہ

ملا آج نواب کو خاص خلعت — ہوئی دھوم سے دھوم ماہی سے تا ماہ
کہی داغ نے خوب تاریخ اس کی — وزیر شہنشاہ سر آسمان جاہ

١٣٠٥ ہجری

تاریخ سرفرازی خلعت وزارت بہ سالار جنگ ثانی طبعزاد جناب طاہر نائطی

وزیر داد ور مختار دوراں — بہ گیتی تا ابد باشد باقبال
١٩٤٠ سمت — ١٢٩٣ فصلی
چناں خامہ مبارک سنہ نوشتہ — جواں بخت جواں پایہ جواں سال
١٨٨٤ عیسوی — ١٣٠١ ہجری

تاریخ وزارت نواب عماد السلطنۃ سر سالار جنگ ثانی وزیر سرکار نظام خلداللہ ملکہ طبعزاد ولا مؤلف کتاب

رفیق باوفا کو شہ نے تشریف وزارت دی — ہوئی حاصل بلندی پایۂ عز و تفاخر کو
ولا جوش مسرت میں پے تاریخ بول اٹھا — کہ دیوانی ملی لائق علی خان بہادر کو

١٣٠١ ہجری

تاریخ وزارت نواب سر وقار الامراء وزیر سلطنت آصفیہ طبعزاد عزیز جنگ ولا مؤلف کتاب ہذا

چوں مہر کرم خلعت دستوری خود را — بخشید بیالائے مہ برج امارت
برجستہ رقم زد سنہ اش معتمداو — زیبد بوقار الامرا بس وزارت

١٣١١ ہجری

(ک) تواریخ خطابات

تاریخ خطاب میجری بہ نواب افسر الملک بہادر طبعزاد جناب داغ دہلوی

قدرداں ہے قیصر ہندوستاں | کر دیا میجر زراہ معدلت
ہو مبارک یہ خطاب میجری | تجھ کو اے نواب والا منزلت
اے بہادر پاک دل پاکیزہ خوے | مدح کے قابل ہے تیری ہر صفت
قدرداں تیرا رہے شاہ دکن | شاہ کیسا شاہ فخر سلطنت
مصرع تاریخ لکھا داغ نے | میجر افسر جنگ عالی منزلت

۱۳۰۵ ہجری

تاریخ خطاب بہ معتمد صرف خاص حضور نظام طبعزاد جناب داغ دہلوی

اک خطاب آصف نواز الدولہ آج | شاہ نے بخشا نہایت انتخاب
دوسرا آصف نواز الملک ہے | جس کی قدر و منزلت ہے بے حساب
ان خطابوں کے تھے شایاں آپ ہی | سید والا حسب عالی جناب
داغ نے تاریخ اس کی یہ کہی | معتمد صاحب ہوئے زیبا خطاب

۱۳۰۸ ہجری

تاریخ خطاب شمس العلمائی بہ نواب عزیز جنگ ولا مؤلف کتاب ہذا طبعزاد
جناب صبغۃ اللہ مدراسی رافت تخلص

نواب فلک جناب شمس العلما | سب ذرے ہیں آفتاب شمس العلما
رافت لکھی ہے میں نے اس کی تاریخ | اعلیٰ ہے یہ خطاب شمس العلما

۱۳۲۵ ہجری

ایضاً طبعزاد جناب میر دلاور علی حیدر آبادی دانش تخلص

گردید عزیز جنگ والا ایدوں | شمس العلما بفضل رب بے چوں
دانش برخواند مصرع سال خطاب | شمس العلما عزیز جنگ ست کنوں

۱۳۲۵ ہجری

ایضاً طبعزاد سید سجاد علی سوم تعلقدار حیدرآباد اثر تخلص

شمس العلما خطاب دادہ بولا شاہ برطش / بایوسف مصر ما سزد و مجد و علا دارد آرش
درمصرعۂ مستزاد فصلی سنہ اش بنوشت اثر / نواب عزیز جنگ شمس العلما یوسف بنیش

۱۳۱۷ فصلی

تاریخ سرافرازی خطاب کے سی آئی ٹی بہ نواب کرنل افسر الملک بہادر طبعزاد عزیز جنگ ولا مولف کتاب ہذا

افسر فوج دکن آج ہیں کے سی آئی ٹی / جن کے اعزاز سے مسرور ہے سارا لشکر
کہدیا میں نے ولا مصرع تاریخ خطاب / افسر الملک کو قیصر نے کیا کیواں سر

۱۳۲۶ ہجری

ایضاً ولہ

افسر الملک کو برٹش نے دیا سرکا خطاب / یاالٰہی ہو مبارک یہ خطاب افسر کو
پئے تاریخ یہ کہتے ہیں ولا رتبہ شناس / افسر الملک سے زینت ہو خطاب سر کو

۱۹۰۸ عیسوی

(ل) تواریخ جانشینی و تقرر خدمت

تاریخ جانشینی چودھری طالب علی بجائے پدر طبعزاد جناب قدر بلگرامی

طالب علی اے قدر دلی بود بحق / بر جائے پدر جلوس فرمود بحق
بر کرسی سال نقش تاریخ نشست / حق بر مرکز قرار بنمود و بحق

۱۲۹۰ ہجری

ایضاً ولہ

بہر کار ع معتمد گردید مرد باوقار / آں وقار الدولہ ما افتخار الملک شد
سال تاریخش ولا بر صفحۂ گیتی نوشت / جانشین جائز محسن وقار الملک شد

۱۳۲۵ ہجری

ایضاً ولہ

وقار الملک سے دنیا میں ناواقف نہیں کوئی فقیرانہ روش رکھتے ہیں آگاہ حقائق ہیں
پسندان کو ہمیشہ سے رہی مذہب کی پابندی جفاکش ہیں بڑے محتاط ہیں اچھوں پہ فائق ہیں
لیاقت قابلیت تجربہ ہے ان کا لاثانی غرض ہر طرح سے مشتاق ممدوح خلائق ہیں
کریں گے وہ بہت کچھ آنریری معتمد ہوکر سُنا ہے قوم کی خدمت کے وہ پہلے سے شائق ہیں
بیان واقعی تاریخ ہے ان کے تقرر کی وقار الملک حق جو یا اسی خدمت کے لائق ہیں

۱۳۲۵ ہجری

(م) تواریخ خیر مقدم

تاریخ خیر مقدم نواب مختار الملک وزیر اعظم حیدر آباد طبعزاد جناب قدر بلگرامی

کیا مقدم نواب کی بس شہرت ہے حقا نازل یہ آیۂ رحمت ہے
۱۲۸۶ھ ۱۲۸۶ھ

ذی الحجہ میں ہے نزول اول اے قدر جب تو حج اکبر میں نہیں حجت ہے
۱۲۸۶ھ ۱۲۸۶ھ

تاریخ مراجعت اعلیٰ حضرت حضور پر نور ادام اللہ اقبالہم از ہنمکنڈہ طبعزاد جناب داغ دہلوی

ہوئے زیب بلدہ جو شاہ دکن ملا دیدۂ دل کو نور و سرور
کہو خیر مقدم کی تاریخ داغ ہنمکنڈہ سے آگئے اب حضور

۱۳۰۲ ہجری

تاریخ خیر مقدم سرکار نظام ادام اللہ اقبالہم از کلکتہ طبعزاد عزیز جنگ ولا مؤلف کتاب ہذا

ہنئیا ہنئیا لکل البرایا کہ از مقدم شہ دکن شد منور
ولا سال تاریخ او عرضہ دارد زکلکتہ آمد شہ بندہ پرور

۱۳۰۱ھ

خمسۂ تاریخی متعلق بہ خیر مقدم پرنس آف ویلز بہ حیدرآباد طبعزاد عزیز جنگ ولاؔ مؤلف کتاب ہذا

اے نگین خاتم وکٹوریا خوش آمدی　　وے جلا افزائے تخت انڈیا خوش آمدی
اے در رخشندۂ بحر عطا خوش آمدی　　اے سہیل آسمانِ اعتلا خوش آمدی
اے فروغ مطلع فکر رسا خوش آمدی

اے ارسطوے زماں لقمان و افلاطوں شیم　　وے تہمتن تن نریمان نیر دو گشتاسپ دم
اے سکندر بخت و دارا منزلت جمشید جم　　وے مظفر فر سلیماں تخت و افریدوں حشم
اے با کلیات پر و بال ہما خوش آمدی

خدمت ہندوستانت را بجا آوردہ ام　　تا ز تالیفات خود ایں پنجتا آوردہ ام
من بدرگاہِ عمیمت التجا آوردہ ام　　عمر و اقبال ترا دست دعا آوردہ ام
اے پذیرا ے مقالِ مدعا خوش آمدی

بر عذارِ نازکِ مہتاب عکسِ خالِ تست　　در دلِ آئینہ مہر فلک تمثال تست
مطلع ہفت آسماں تشخانۂ اقبال تست　　خمسۂ فکر ولاؔ رونق پذیر سال تست
اے مہ برج شہنشاہی بیا خوش آمدی

۱۹۰۶ عیسوی

(ن) تواریخ شکار

تاریخ صید افگنی حضرت بندگان عالی متعالی مدظلہٗ، طبعزاد جناب داغؔ دہلوی

میر محبوب علی خاں خسروِ آفاق کو　　بخت اسکندر دل رستم دیا اللہ نے
داغؔ اس شیر افگنی کا سال اگر پوچھے کوئی　　کہدے اچھا شیر مارا شاہ آصف جاہ نے

۱۳۰۸ ہجری

ایضاً ولہ

ایک ہفتہ کا ہے حساب شکار　　داغؔ کی تم زبان سے سن لو
کہا گنتی کی ایک ہی تاریخ　　شاہ آصف نے شیر مارے دو
۱۳۰۸ ہجری

ایضاً ولہ

سلطان دکن رستم دوران و دلیر — ایسا ہے زبردست کرے شیر کو زیر
لکھا سرِ آغاز یہ داغ نے سال — بالفعل جہاندار نے مارے دو شیر

۱۳۰۸ ہجری

(س) تواریخ تالیف و تصنیف کتب وغیرہ

تاریخ اجرائے اخبار شعلۂ طور کانپور۔ طبعزاد جناب قدر بلگرامی

غش ہیں بشر بیان پہ ہی ارنی زباں پر — شعلۂ طور کانپور نورفشاں ہے دور دور
قدر شروع سال ہے مصرع عیسوی لکھو — سرمہ چشم فکر ہے شعلۂ طور کانپور

۱۸۶۲ عیسوی

تاریخ کتاب مفتاح الہند مولفہ غلام محمد خاں واصل طبعزاد جناب قدر بلگرامی

اے قدر نوشت واصل ایں طرفہ کتاب — نام پاکش نہاد مفتاح الہند
مفتاح قلم کشود قفل ابجد — صد قفل دل کشاد مفتاح الہند

۱۲۸۲ ہجری

(نوٹ) وزن رباعی میں پہلا مصرع بدوں التزام ردیف و قافیہ مکروہ ہے۔ (مؤلف)

تاریخ مثنوی لوح محفوظ طبعزاد جناب قدر بلگرامی

چھوٹے ماموں مرے فیروز علی — فکر سے کر گئے امداد قلم
شعر لکھنے کو لگایا جو شگاف — کھل گئی خاطر ناشاد قلم
لوح محفوظ لکھی صل علیٰ — اس قلمرو میں ملی داد قلم
کیا حدیثوں کو بنایا تصویر — حبذا صنعت بہزاد قلم
مثنوی ہے خدا کی قدرت — دیکھئے زور خدا داد قلم
نغمہ بلبل معنی معنےٰ — لفظ ہیں قمری شمشاد قلم
نہ ہوئی خلق کبھی ایسی کتاب — جب سے قائم ہوئی بنیاد قلم
یاد کر کے انھیں سر دھنتا ہے — یہ صریریں ہیں فریاد قلم

جم گیا سال کا نقشہ اے قدر   لوح محفوظ ہے ایجاد قلم

۱۲۸۲ھ

تاریخ آغاز مخزن الاخبار طبعزاد جناب امیر مینائی

مخزن الاخبار کو پایا جو مالا مال حسن   لوٹنے کا دُرِّ غلطاں کو بہانہ مل گیا
سال ہے اوج نجم مشتری روشن امیر   جس کو پرچہ مل گیا سمجھا خزانہ گیا

۱۲۷۳ ہجری

تاریخ رسالہ اردوے منشی قادر علی بھوپالی طبعزاد جناب امیر مینائی

اس رسالہ کی قدر ہوگی ضرور   رائیگاں جائے گی نہ یہ محنت
فال ہے نیک امیر کی تاریخ   پائے گا یہ قبول کا خلعت

۱۳۰۸ ہجری

تاریخ طبع دیوان اول نواب کلب علی خاں بہادر والی ریاست رام پور طبعزاد جناب امیر مینائی

جب اہل فہم سنتے ہیں ایسے کلام کو   آتی ہے چار سمت سے آواز مرحبا
تاریخ ہے یہ خاتمۂ طبع کی امیر   دیوان شاہ ملک سخن طبع ہو چکا

۱۲۹۳ ہجری

تاریخ ناول تصویر مؤلفۂ ریاض طبعزاد جناب امیر مینائی

نطق تو مخصوص انساں ہے امیر   ہے اسی کا خاصۃ تصویر بھی
لیکن اس ناول نے ثابت کر دیا   بولتی تصویر ہے تصویر بھی

۱۸۹۲ عیسوی

تاریخ رسالہ سلوک مؤلفہ حضرت شاہ معصوم نقشبندی طبعزاد جناب امیر مینائی

ہدایت میں اس کے مضامین عالی   خضر ہیں پے کاروانِ طریقت
امیر اس کی تاریخ میں نے یہ لکھی   زہے رہبر سالکانِ طریقت

۱۳۱۰ ہجری

تاریخ دیوان نواب عبدالعزیز خاں دہلوی طبعزاد جناب امیر مینائی

یکتا ہے فصاحت میں بلاغت میں یہ دیوان تعریف کرے اس کی یہ کیا منھ ہے دہن کا
زیبا ہے امیر اس کے لیے مصرع تاریخ ہر صفحہ نیا آئینہ ہے بزم سخن کا

۱۳۱۰ہجری

تاریخ دیوان فارسی نواب کلب علی خاں بہادر والی ریاست رام پور طبعزاد جناب امیر مینائی

در انجمن معنی سلطان سخن را شمعے عجبے افروخت از شعلہ زبانیہا
آں شمع بود دیواں آں شعلہ بود مضموں پیداست ز لمعانش رنگ ہمہ دانیہا
از ہند با ایراں شد وز پارس بہ ہند آمد ہر ملک معطر گشت از عطر فشانیہا
در پارس ہمی بالد زیں نظم زباندانی در ہند ہمی جوشد زیں بحر روانیہا
مطبوع شد وگفتم تاریخ امیر آں را چوں ہند عجم نازید از شوخ زبانیہا

۱۲۹۶ہجری

تاریخ دیوان نایاب مرحوم طبعزاد جناب امیر مینائی

نایاب نے کیا کھلائے ہیں پھول اللہ رے یہ باغ شاداب
تاریخ بھی ہے امیر نادر کس حسن کی ہے یہ نظم نایاب

۱۳۱۲ہجری

تاریخ طبع کلیات میاں منیر طبعزاد جناب داغ دہلوی

جب یہ دیوان ہو چکا مطبوع ہو گئی نظم و نثر عالم گیر
داغ نے اس کی یہ کہی تاریخ آفتاب منیر و بدر منیر

۱۲۹۶ہجری

تاریخ ناول منشی ریاض احمد خیر آبادی طبعزاد جناب داغ دہلوی

یہ فسانہ کس قدر رنگیں ہوا ہو سکے کیا ہم سے تعریف ریاض
داغ لکھ دو اس کا حال عیسوی ناول نادر ہے تالیف ریاض

۱۸۸۹عیسوی

تاریخ اشاعت اخبار ہزار داستان طبعزاد جناب مولوی سید علی کامل لکھنوی

درمجلس ما بیا کہ اینجا | خوش انجمنے زداستان است
بشنو نغمات نغز اخبار | ایں بزم ہزار داستان است

۱۳۰۰ ہجری

تاریخ طبع رسالۂ معین الشعرا، مؤلفہ میر محمد علی خاں طبعزاد جناب مولوی محمد یحییٰ نائطی قاصد تخلص

آپ نے حضرت ناظم اکثر | قاعدے جمع کیے بے تخفیف
عام لوگوں کی سہولت کے لیے | آپ نے اس کی اٹھائی تکلیف
جب ہوئی ختم کہا قاصد نے | ہے معین الشعرا یہ تالیف

۱۳۲۳ ہجری

تاریخ تالیف کتاب قانون فارسی مؤلفہ میرزا کمال الدین سنجر طبعزاد عزیز جنگ ولا مؤلف کتاب ہذا

چہ سنجر آں چمن آرائے بوستان کمال | دریں زمانہ کہ شیریں مقال گردیدہ
فلک نیافتہ چوں وے بروے صفحۂ دہر | اگرچہ در طلبش ماہ و سال گردیدہ
ببیں بہ نسخۂ قانون رقم نمودۂ او | میان خلق عدیم المثال گردیدہ
بدیں صراحت و خوبی و اختصار بیاں | وجود نسخۂ دیگر محال گردیدہ
ولائے ماسنۂ طبع او نمودہ رقم | پسند خاطر اہل کمال گردیدہ

۱۲۹۶ ہجری

قطعہ تاریخ آغاز پیسہ اخبار روزانہ طبعزاد عزیز جنگ ولا مؤلف کتاب ہذا

بجان و دل ستایم مولوی محبوب عالم را | بزور بازوش بنیاد ایں اخبار محکم شد
بحمد اللہ کہ حسن صورت اخبار روزانہ | جلا افزائے چشم قدر دانان مکرم شد
طراز معنیش تسکیں دہ دلہاست عالم را | سواد خط بیاض کاغذش حسن مجسم شد
قلم بشکست در دست خرد مضموں نگاریہا | گروہ خردہ گیراں را سواد دیدۂ پر نم شد
چہ تصویر یکہ از خال و خطش بر صفحۂ گیتی | تجلائے نگار صورت معنیٰ امسلم شد
زروز افزونی قدرش ہمیں یک نکتہ تصدیقے | کہ نقد قیمت سالانہ از وہم و گماں کم شد

زبان معترض اندر دہن کیفیتے دارد | تحریک نہاں پہلونشیں حرف مدغم شد
پے سالش ہمی گوید ولا برجستہ تشبیہے | کہ حسن شاہد رنگیں بیاں محبوب عالم شد

۱۳۲۴ ہجری

تاریخ تالیف کتاب حیوۃ الحمام مؤلفہ مؤلف طبعزاد نواب عزیز جنگ ولا مؤلف کتاب ہذا

شکر خدا راست کہ تالیف من | یافت بآداں نکوا ختتام
بندۂ دیرینہ نمک خوار او | پیش کشیدش بحضور نظام
مایہ نازست کہ حسن قبول | نامورم ساختہ در خاص و عام
خسرو ما بر فلک مملکت | نیر اقبال تو تا بد مدام
تا ابد بر سر ما زندہ باش | با ہمہ اقبال و ہمہ احتشام
برورق دہر بود دفترت | از قلمت ملک تو گیرد نظام
ساقی تقدیر تو بزم ترا | بادۂ اُمید بریزد بجام
فکر بلند تو شود اوج سائے | طائر اقبال درافتد بدام
کام روا باد ولی عہد تو | آصف ما باد الٰہی بکام
بلبل فکرست نوا سنج سال | نسخۂ نایاب حیوۃ الحمام

۱۳۲۳ ہجری

تاریخ تالیف کتاب عطیات سلطانی مؤلفہ مؤلف طبعزاد نواب عزیز جنگ ولا مؤلف کتاب

نوشتم دریں نامہ مضمون خاصے | کہ از لطف عام ملوک است قسمے
چہ قسم آں کہ منعم کند مفلسے را | در آئینہ دل بہ بندد طلسمے
طلسمے کہ آبے دہد از سرابے | چو جان آفرینے برکن از خاک جسمے
چہ جسم آنکہ یک لفظ و صد معنی او | عطیات سلطانیش کردم اسمے

۱۳۲۵ ہجری

(ع) تواریخ تعمیر و تیاری عمارات و چاہ و باغ ہا و حوضہا

تاریخ تیاری باغ فرح بخش طبعزاد نعمت خاںؔ عالی

در باغ فرح بخش گزر کن شاہا   بر حُسنِ گُل و سبزہ نظر کن شاہا
نعمت خاں را برائے سال تاریخ   از باغ فرح بخش بدر کن شاہا

۲۱۹۳   ۱۲۱۱

(نوٹ) باغ فرح بخش کے اعداد ۲۱۹۳ ہیں جن میں سے اعداد نعمت خاں (۱۲۱۱) کا تخرجہ کیا جائے تو سنہ ۹۸۳ حاصل ہوتا ہے اور یہی سنہ مطلوب ہے۔

نعمت خاں عالی نے خداداد محل کی تاریخ یوں لکھی ہے

ایں قصر کہ ہست رشک افزائے بہشت   ایام بہ آب زندگانیش نوشت
تاریخ مرتب شد نقش کلک قضا   بر لوح بقا بنائے جاں بخش نوشت

تاریخ تعمیر مسجد غضنفر خاں در شہر گنجی طبعزاد جناب ناصر علی سرہندی

آں خان غضنفر جگر دشمن کاہ   مسجد آراست نقش بت کردہ تباہ
تاریخ بنائے او علی می گوید   اینک شدہ حُسن مطلع بیت اِلٰہ

۱۱۰۵ ہجری

حیدرآباد کے قدیم پُل کی تعمیر کے آغاز کی تاریخ صراطِ مستقیم (۹۸۱ھ) ہے اور تکمیل کی تاریخ یہ ہے۔ ع

زتحت اوگذرد ماء و ما براوگذریم
ازیں سبب شدہ تاریخ اوگذرگہ ماہ

۹۸۶ ہجری

تاریخ تعمیر پُل رود موسٰی واقع حیدرآباد طبعزاد جناب وجہ الدین خاں معنیؔ

بعہد افضل الدولہ بہادر   نظام الملک آصف جاہ دوراں
الٰہی تا بود تاباں مہ و خور   بود خورشید اقبالش درخشاں
نکو دیوان او مختار ملک است   کہ نیکی را بود ہر حال خواہاں

بود کرنیل ڈیوڈسن بہادر — سفیر نیک دل ذی شوکت وشاں
بحسن رائے مسٹر میارٹ ایں پل — بنا شد، ہمچو طاق ہفت ایواں
صراطِ مستقیم رود موسیٰ — ز معنی مصرع تاریخ برخواں

۱۲۷۶ ہجری

تاریخ بنائے چاہ در بلگرام طبعزاد جناب قدر بلگرامی

چو ساخت چاہ سرِ رہ محمد اسماعیل — مثال زمزم ازو آب کرد طغیانی
پے کتابہ نوشتیم قدر تاریخش — بنا نمودہ سرِ راہ زمزم ثانی

۱۲۷۹ ہجری

تاریخ تعمیر مسجد آغا علی خاں لکھنوی طبعزاد جناب قدر بلگرامی

جناب آغا علی خاں اور الطاف حسن خاں نے — عبادت کو خدا کی راہ میں تعمیر کی مسجد
کہی یوں قدر نے تاریخ ہجری ایک مصرع میں — حرم کی رشک ہے اللہ اکبر یہ نئی مسجد

۱۲۹۴ ہجری

تاریخ ختم تعمیر کیننگ کالج واقع لکھنؤ طبعزاد جناب قدر بلگرامی

گورنر جنرل عالی روش لارنس صاحب نے — بجد و جہد کل اٹھارہ سو سٹھ نومبر میں
۱۸۶۷ء — ۱۸۶۷ء
قوی ڈالی بنائے خیر خود کیننگ کالج کی — مگر سدِ سکندر جس طرح وقت سکندر میں
۱۸۶۷ء — ۱۸۶۷ء
عمارت بن چلی وہ بنتے بنتے بن گیا کالج — زمان عدل ورز بیرونٹ سر جارج کوپر میں
۱۸۶۷ء — ۱۸۶۷ء
جو با تمکیں ہیں کرنل ریڈ صاحب مہتمم لائق — ملک پہلو نشیں ہیں اس رواق عرش پیکر میں
۱۸۶۷ء — ۱۸۶۷ء
سخی دل سر مہاراجہ بہادر منصف واقف — ہے زیبائے شجاعت دگبجے سنگھ اسم دفتر میں
۱۸۶۷ء — ۱۸۶۷ء
پریسیڈنٹ مہر برج طاقت کے سی اس آئی — کفیل حال کالج ہیں یہ دانا بخشش زر میں
۱۸۶۷ء — ۱۸۶۷ء

سعید الملک امیر الدولہ والانجم ذی ہمت — یہ عالی رکن امیر محسن ہیں فتح مکرر میں

۱۸۶۷ء — ۱۸۶۷ء

یہ عثمان سخا وائس پریسیڈنٹ سابق ہیں — کوئی ہمسر نہیں جاہ و عروج و شوکت فر میں

۱۸۶۷ء — ۱۸۶۷ء

ہے زیبا پایہ از بس اوج شنکر بخش رانا کا — ہیں یہ وائس پریسیڈنٹ داخل اہل جوہر میں

۱۸۶۷ء — ۱۸۶۷ء

ہمایوں بہر ڈپٹی میرزا عباس خاں صاحب — ہیں سرکاری یہ ممبر بحر دانش جملہ ممبر میں

۱۸۶۷ء — ۱۸۶۷ء

ہوئے میر عمارت نیکدل کرنل ہوش اس میں — دل افزا ہے صفائی خوب ہر دیوار و ہر در میں

۱۸۶۷ء — ۱۸۶۷ء

ہیں نعمان خرد ولمور صاحب نامی انجنیر — لکھی تھی قطع صنعت ان کے کالج کے مقدر میں

۱۸۶۷ء — ۱۸۶۷ء

نکو خوام جی ہوائٹ صاحب ام اے اس میں افسر ہیں — سراپا فرد ہے کینگ کالج ہفت کشور میں

۱۸۶۷ء — ۱۸۶۷ء

سلامت یا خدا حکام منصور اور یہ کالج — ہیں جب تک نجم و مہ افلاک پر موتی سمندر میں

۱۸۶۷ء — ۱۸۶۷ء

مکمل نظم وہ لکھی ہے قدر بلگرامی نے — ہیں سال عیسوی مقصود ہر ایک مصرع تر میں

۱۸۶۷ء — ۱۸۶۷ء

تاریخ تعمیر دولت سرائے حاجی بادشاہ سفیر ترکی بمقام مدراس طبعزاد جناب ولا مؤلف کتاب

گرامی منزل و فرخ مکانے — کہ قصر آسماں شد پیش او پست

بیان واقعی شد سال تعمیر — ہمایوں قصر حاجی بادشاہ است

۱۲۹۸ ہجری

تاریخ تعمیر دولت سرائے نواب عماد جنگ مرحوم میر مجلس مجلس عالیہ عدالت حیدر آباد طبعزاد مؤلف کتاب ہذا

مہ برج امارت میر مجلس — کہ عالی پایہ خیلے ہوشمند است
سخن سنجے کہ طول باغ فکرش — فراز بام معنی را کمند است
بنا فرمود نورانی بنائے — کہ چوں بانی بعالم سربلند است
ولا تاریخ تعمیرش چہ خوش گفت — تعالے اللہ مکاں دلپسند است

۱۲۹۹ ہجری

تاریخ تعمیر مسجد بنا فرمودہ نواب صدیق یار جنگ بہادر ناظم دفتر ملکی حیدرآباد دکن طبعزاد مؤلف کتاب ہذا

اینک از احساں رب حسن عمارت گرفت — خانۂ رب العباد سجدہ گہ مسلمین
۱۹۴۰ سمت — ۱۲۹۳ فصلی
کلک سروش ولا سال بنایش نوشت — معبد قدسی مقام مسجد اقصی است ایں
۱۸۸۴ء — ۱۳۰۱ ہجری

تاریخ تعمیر الگن محل در ریاست نابھا طبعزاد نواب عزیز جنگ ولا مؤلف کتاب ہذا

ہمایوں راجہ بھگوان سنگھ ذی مراتب نے — بنا کی اک عمارت دلکشا دربار نابھا میں
ہوئی تکمیل اس کی راجہ ہیرا سنگھ یکتا سے — جو لعل بے بہا ہیں معدن کہسار نابھا میں
یہ راجہ راجگان ہند کے ہیں اور مہاراجہ — شجیع نامور ہیں لشکر جرار نابھا میں
اسی میں نائب قیصر کی مہمانی کا ساماں تھا — اسی سے نام پایا یہ مکاں امصار نابھا میں
بڑھائی آبرو فیض قدم سے لارڈ ایلجن نے — اسی سے آبرو ہے گوہر شہوار نابھا میں
انھیں کے نام سے روشن ہوا نام اس عمارت کا — بشکل ماہ تاباں گنبد دوّار نابھا میں
ولا نے عرض کی تاریخ سمت بر محل اس کی — بنا الگن محل پر فضا سرکار نابھا میں

۱۹۵۵ سمت

تاریخ تعمیر مسجد سلطان پورہ حیدرآباد طبعزاد مؤلف کتاب ہذا

مسجد صرف خاص سلطانے — تن سلطان پورہ را جان است
راست می گویمش علو منار — قامت سرو در گلستان است
سد اسکندر یست دیوارش — فاصل حد کفر و ایمان است
چہرہ اش را کماں چو قوس قزح — خم طاق ابروے حسینان است

رکن ایماں بود ستون بلند — سقف عالیش ظل سبحان است
زینۂ ممبرش تعالی اللہ — ارتفاعش عروج ایمان است
بارک اللہ پر فضا صحنش — در فراخی دل کریمان است
نہر او سلسبیل باغ جناں — آبرو بخش بحر عمان است
صف آویزش قنا دیلش — سلک سیارہائے تابان است
فرش گلرنگ جا نمازی او — پردۂ چشم عندلیبان است
حافظ او ست اوستادِ ازل — مکتبش درس گاہ قرآن است
سال تعمیر از سروش ولا — مسجد صرف خاص سلطان است

۱۳۱۸ ہجری

(ف) تاریخ سزا

تاریخ حکم میل کشیدن بچشم شاہزادہ شہریار طبعزادش

زنرگس گلاب ارچہ نتواں کشید — کشیدند از نرگس من گلاب
اگر از نو پرسند تاریخ من — بگو کور شد دیدۂ آفتاب

(ص) تاریخ فراغ حج

تاریخ فراغ از حج بیت اللہ شریف طبعزاد جناب شیریں سخن خاں راقم

چو فارغ گشتم از حج و زیارت — بلطف دستگیر شفقت افزا
دعایش خواستم در ضمن تاریخ — جزاہ اللہ فی الدارین خیرا

۱۲۷۹ ہجری

(ق) تاریخ رہائی

تاریخ رہائی میر مہدی علی بلگرامی از قید فرنگ طبعزاد جناب قدر بلگرامی

سید عالی نسب والا حسب مہدی علی — فرش راہ آل احمد خاک پائے بوتراب
پھر گئے طالع ہوئے وہ قیدی قید فرنگ — تین سال آخر یونہیں نازل رہا اُن پر عذاب
قید خانہ برج عقرب تھا تو وہ اُس میں قمر — اُف رے گردش ہے کہیں ایسی نحوست کا جواب
قید خانہ اک گہن تھا اُس میں وہ خورشید تھے — اُف رے اندھیر اہل عالم سب تھے با چشم پر آب
آنکھ میں آنسو دعا لب پر دلوں میں داغ و درد — دفعتہً یوں ہوگئیں سب کی دعائیں مستجاب
قید سے اُس یوسف ثانی کا چھٹکارا ہوا — آیا پھر آیا زلیخا ئے مسرت پر شباب
پھر وہی جلسے وہی چہلیں وہی ہیں جمگھٹے — پھر وہی ساقی وہی مینا وہی چنگ و رباب
برسر فرزند آدم ہر چہ آید بگذرد — چپ رہو اے قدر ہے داستاں گونگے کا خواب
کوکبِ تاریخ چمکا دو سمائے فکر پر — ماہ اس عقرب سے نکلا یا گہن سے آفتاب

۱۲۹۰ ہجری

(ر) تواریخ وفات

تاریخ شہادت حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہ طبعزاد عبد الغفور خاں نسّاخ

برید ابن ملجم چو فرقِ ولیؑ — عیاں گشت تاریخ فوت علیؑ

۴۰ ہجری

(نوٹ) اگر فرق ولی (و) کو نکال دیں تو سنہ مطلوب حاصل ہوتا ہے۔ یا فرق ولی سے لفظ علی کا عین لیں تو عین کے جدا ہونے سے (لی) کے عدد ۴۰ باقی رہ جاتے ہیں جو سال شہادت ہے۔

تاریخ شہادت حضرت امام ہمام علیہ السلام طبعزاد مولانا روم علیہ الرحمۃ

من چہ گویم کربلا را واقعات — آہ بیرون آمدہ از اسم ذات

۶۱ھ ہجری

(نوٹ) اسم ذات سے لفظ اللہ مراد ہے جس کے عدد مورخ نے ۶۶ لیے ہیں اور پھر ان میں سے اعداد لفظ (آہ) یعنی (۶) کا تخرجہ کیا ہے۔ واضح ہو کہ اللہ میں الف ثانی از روئے رسم الخط فرقانی کھڑا زبر ہے نہ الف اور کھڑے زبر کا عدد جمل بقاعدۂ جمل محسوب نہیں ہوتا۔ اہل جمل کے پاس اللہ کے عدد (۶۶) معین ہیں

ع۔ اللہ بود یک الف و ہا و دو لام۔ پس مولانا سے حساب اعداد میں تسامح ہوا ہے۔

تاریخ وفات شیر شاہ طبعزاد یکے از متأخرین

شیر شاہ ہےکہ از صلابت او — شیر و بز آب را بہم می خورد
چوں برفت از فنا بدار بقا — سال تاریخ او ز آتش مرد

۹۵۲

تاریخ وفات ہمایوں بادشاہ طبعزاد یکے از متاخرین

ہمایوں بادشاہ آں شاہ عادل — کہ فیض خاص او بر عام افتاد
بنائے دولتش چوں یافت رفعت — اساس عمرش از انجام افتاد
چو خورشید جہاں تاب از بلندی — بپایاں در نماز شام افتاد
جہاں تاریک شد در چشم مردم — خلل در کار خاص و عام افتاد
قضا از بہر تاریخش رقم زد — ہمایوں بادشہ از بام افتاد

۹۶۱ ہجری

تاریخ وفات کلیم ہمدانی طبعزاد غنی کاشمیری

گفت تاریخ وفات او غنی — طور معنی بود روشن از کلیم

۱۰۶۱ ہجری

تاریخ وفات ناصر جنگ شہید آفتاب تخلص طبعزاد جناب آزاد بلگرامی

نواب عدل گستر عالی جناب رفت — فرصت نداد تیغ حوادث شتاب رفت
در ہفدہم زماہ محرم شہید شد — تاریخ گفت نوحہ گرے آفتاب رفت

۱۱۶۴ ہجری

تاریخ شہادت بزرگے طبعزاد جناب شمس الدین مظہر جانجاں رحمۃ اللہ علیہ

آں قبلۂ ارباب تقی عاشق حمیدا — واں قدوۂ ارباب سخا مات شہیدا
۷۶۱ — ۴۳۴

مجموعۂ ہر دو صفت سال وفاتش   مظہر رضی اللہ لقد کان سعیدا

۱۱۹۵ ہجری

تاریخ رحلت حضرت شاہ محی الدین قطب ویلور قدس سرہ طبعزاد جناب افضل مدراسی

شیخ دوراں ز دار فانی شد   در بقیع مدینہ سوے جناں
گفت تاریخش افضل مہجور   رفت ہیہات محی دیں زجہاں

۱۲۸۹ ہجری

تاریخ رحلت نواب میر جعفر علی خاں طبعزاد جناب غالب دہلوی

گردید نہاں مہر جہاں تاب دریغ   شد تیرہ جہاں بچشم احباب دریغ
ایں واقعہ را ز روے زاری غالب   تاریخ رقم کرد کہ نواب دریغ

۱۲۸۰ ہجری

تاریخ رحلت قاضی شیخ محمد تلمانی طبعزاد جناب باقر آگاہ نائطی

مقتدائے شریعتِ غرّا   شد بدرگاہ قاضی الحاجات
گفت آگاہ غم رسیدۂ او   رضی اللہ عنہ سال وفات

۱۲۰۱ ہجری

تاریخ رحلت نواب افضل الدولہ بہادر مغفرت مکان نور اللہ مرقدہ طبعزاد جناب حبیب اللہ ذکا

اے طبیب جانستاں نادر علی   صحت از رائے تو دانم نا رضا
کردۂ با افضل الدولہ جناں   کابن ملجم با علی مرتضیٰؓ
ماجرا بس عبرت انگیز یک   حاصلے نبود بذکر ما مضیٰ
در گزر کردم ازیں تاریخ آنست   چوں طبیب ابلہ شود آید قضا

۶۱   ۱۳۴۶ ـ ۶۱ = ۱۲۸۵ ہجری

تاریخ رحلت مولوی سید غلام جیلانی مودودی طبعزاد جناب حبیب اللہ ذکا

اے رونق دودمان مودود   کز عہد شباب برنخوردہ
رفتہ ز جہاں و رفتن او   نور نظر از قبیلہ بردہ

کلفت زدہ خاطرم سنش گفت ہے ہے سر شام شمع مردہ
۱۲۹۰ہجری

تاریخ وفات سید محمد ابراہیم مغفور طبعزاد جناب قدر بلگرامی

وفات کردہ زدنیاے دوں ہزار افسوس رئیس ناموے عمدہ نامدار و کریم
۱۲۷۸ہجری ۱۲۷۸ہجری

زقدر سال چہارم بمرگ او بشنو سفر نمودہ زہستی محمد ابراہیم
۱۲۷۸ہجری ۱۲۷۸ہجری

تاریخ وفات مولوی صدر عالم تھانوی طبعزاد جناب قدر بلگرمی

صدر عالم کے بود بدر عالم در دہر ہے فزود قدر عالم
تاریخ وصال او نوشتیم اے قدر رحلت بجناں نمود صدر عالم
۱۲۷۹ہجری

تاریخ وفات خواجہ بدر الدین دہلوی طبعزاد جناب قدر بلگرامی

خواجہ بدر الدین ہوے تربت میں دفن نور آیا یا کہ چشم کور میں
قدر نے تاریخ کا مصرع کہا آہ بدر آیا خسوف کور میں
۱۲۹۶ہجری

تاریخ رحلت فرزند راجہ گردھاری پرشاد باقی طبعزاد جناب داغ دہلوی

راجہ بنسی نغز گو باقی تخلص نیک خو ذی چشم ذی رتبہ عالی منزلت عالی دماغ
اے فلک افسوس یوں ہو مبتلاے حادثات اس طرح برباد ہو جائے یکایک اس کا باغ
سال بھر میں دونوں فرزند آگے پیچھے اُٹھ گئے آفتاب خانداں وہ تھا تو یہ گھر کا چراغ
سچ ہے ہستی کے لیے لازم ہوئی ہے نیستی تنگناے دہر میں حاصل نہیں ہوتا فراغ
ایک دن عشرت کدہ چالیس دن ہے غم کدہ اس جہان پر الم میں کوئی کیا ہو باغ باغ
آدمی کو چاہیے صبر و شکیبائی کرے جو خدا کے بھید ہیں ملتا ہے کب ان کا سراغ
داغ نے یہ عیسوی سنہ میں کہی تاریخ آج آہ باقی کو ہوا اب دوسرے بیٹے کا داغ
۱۸۸۸ء

تاریخ رحلت سعادت میر خاں طبعزاد جناب مولوی محمد یحییٰ قاصدؔ تخلص

چوں فتاد از آسماں مجد آں سعد السعود گشت تیرہ از غم اندوہ آں تا بندہ دل
خامۂ قاصدؔ رقم زد سال تاریخش چنیں روح رفتہ از سعادت میر خانِ زندہ دل

۲۱۴ ۱۵۳۶

(نوٹ) سعادت میر خاں زندہ دل کے اعداد ۱۵۳۶ ہیں جن میں سے روح کے ۲۱۴ عدد خارج کیے جاویں (۱۳۲۲) حاصل ہوتے ہیں اور یہی سنہ مطلوب ہے۔

تاریخ رحلت مولوی محمود نواز خاں عم مؤلف کتاب ہذا طبعزاد عزیز جنگ ولاؔ مؤلف کتاب

کریم النفس از دنیا سفر کرد مقامش منزل مقصود بادا
دعائے مغفرت شد سال رحلت خدایا عاقبت محمود بادا

۱۲۹۵ہجری

تاریخ وفات محمد جہانگیر مہتمم انعامات حیدرآباد طبعزاد عزیز جنگ ولاؔ مؤلف کتاب ہذا

خدایا ایں چہ نافرجام روز یست کہ از شام بلا افزوں بہ تحذیر
زبان گردیدہ با فریاد ہمدم تنفس را تحیر شد گلو گیر
الم پشتِ جہاں شکل کماں کرد رساند از آہ دل بر سینہ ہا تیر
ز تار نالہ و فریاد عالم مسرت را بپا افتادہ زنجیر
کف افسوس می مالد پئے ہم ز حسرت ہر جوان و کودک و پیر
سروشم داد تاریخی جوا نے جہان بگزاشت بیچارہ جہانگیر

۱۲۹۹ہجری

تاریخ وفات مشفقی مولوی نیاز احمد وکیل ہائی کورٹ حیدرآباد دکن طبعزاد عزیز جنگ ولاؔ مؤلف کتاب ہذا

پاک باطن آسمان علم و فضل از قضا زین دار فانی شد رواں
۱۲۹۳ فضل ۱۸۸۳ء
گفت رضوا نم ولاؔ از بہر سال شد نیاز احمد بگلگشت جناں
۱۹۴۰سمت ۱۳۰۱ہجری

تاریخ رحلت نواب احمد حسین خاں بہادر رفعت یار جنگ صوبہ دار حیدرآباد دکن طبعزاد مؤلف کتاب ہذا

جب ہوئے دنیا سے رخصت دولت ایماں کے ساتھ قصر جنت میں ہوئے ممتاز رفعت یار جنگ
کہدیا فکر ولاؔ نے سال رحلت فی البدیہہ چلدیے دنیا سے با اعزاز رفعت یار جنگ

۱۳۱۵ ہجری

مرثیہ تاریخی رحلت نواب سر سالار جنگ مختار الملک وزیر اعظم حیدرآباد دکن طبعزاد عزیز جنگ ولاؔ مؤلف کتاب ہذا

مختار ملک دادگر کشور دکن ظلمت سرائے کون و مکاں از قضا گزاشت
تا زیست کرد ہمسر خود در جہاں نداشت ہر گہ کہ مرد نام نکو در قضا گزاشت
در روزگار ہر کہ جفا بود پیشہ اش از ہیبتش سجیۂ جور و جفا گزاشت
آئینہ کرد ملک دکن وانمود عدل خود از جہاں گزشت و بر دلش جلا گزاشت
واحسرتا کہ بر ورق دہر کس نماند دور زمانہ ہیچو کسے را چو وا گزاشت
واحسرتا کہ فرد فرید از زمانہ رفت رفت آنچناں کہ عقل و دل خلق جا گزاشت
واحسرتا کہ ہیچو گلے را خزاں ببرد بر داں چناں کہ طاقت صبر ش ولاؔ گزاشت
باخود نبرد ہیچ مگر نیکی عمل بر روے دہر شہرۂ جود و سخا گزاشت
رحمت بروح پاک وزیرے کہ ہیچو زیست احساں نمود و مزد عمل بر خدا گزاشت
افسردہ خاطرم سنۂ انتقال گفت سالار جنگ وائے جہان فنا گزاشت

۱۳۰۰ ہجری

در قطعہ تاریخ

راہی دار الجناں گردید زیں دیر خراب صاحب ہمت وزیر با خبر سالار جنگ
۱۸۷۸ء ۱۹۳۹ سمت
سال او گوید ولاؔ ے دردمند جاں نثار سیر گلزار جناں بگزید سر سالار جنگ
۱۲۹۲ فصلی ۱۳۰۰ ہجری

مرثیہ تاریخی رحلت خیر النساء بیگم محل خاص نواب غلام غوث خاں بہادر رئیس کرناٹک طبعزاد مؤلف کتاب ہذا

حیف از جہاں کہ مالک دیرینۂ وطن زیں خاکداں گذشت و بملک بقا رسید

حیف اے فلک کہ بیگم خاص امیر ہند
رخت سفر بہ بست و بدار الجزا رسید

فریاد ازاں زماں کہ نشانے نماند از و
در ساعتیکہ نعرۂ وا حسرتا رسید

وا حسرتا کہ در چمنستان زندگی
در موسم نسیم چہ بادِ فنا رسید

گویم مگر کہ مادر گیتی خبر نداشت
زیں صدمۂ کہ آہ ز دستش بمارسید

چشم جہانیان بغمش اشک خوں گریست
گوئی کہ ناوکے بدل اندر فرا رسید

دل بے قرار گشت و جہاں تیرہ در نظر
چوں ایں خبر بہ پردۂ گوش ولا رسید

ہے ہے ازیں دلم کہ طپیدن نہاں نداشت
زاں خنجرے کہ بر جگرم بر ملا رسید

کو مصرعے کہ بلبل شیراز زد نفیر
از گلستان دہر بگوش آشنا رسید

آں پیر لاشہ را چو سپردند زیر خاک
خاک از زمیں بدامن پیر سما رسید

سیارگان دور فلک منتشر شدند
شور غمش ببیں ز کجا تا کجا رسید

تاریخ او بتدخلہ گوید سروش غیب
خیر النسا حضور شہ انبیا رسید

۹۵۲ + ۳۶۹ = ۱۳۲۱ھ

روح الامیں بگفت کہ بنگر مرا تبش
خیر النسا بہ درگہ جل وعلا رسید

۹۵۲ + ۳۶۹ = ۱۳۲۱ھ

تاریخ رحلت نواب شمس الامرا امیر کبیر خورشید جاہ مرحوم طبعزاد نواب عزیز جنگ ولا مؤلف کتاب ہذا

وہ محی الدین خان تیغ جنگ
صاحب اقبال عالی پائگاہ

آصفی دربار کے میر کبیر
مطلع پاگاہ کے تابندہ ماہ

تھے دکن میں وہ بزرگی کے نشاں
اور ریاست کے نہایت خیر خواہ

رہگرا ئے جنت الماوٰی ہوئے
قصر فردوس بریں ہے خوابگاہ

شمس دیہیم امارت چھپ گیا
ابر غم سے روز روشن ہے سیاہ

تیر اندوہش بدلہا جا گرفت
تیرہ و تار است در چشماں نگاہ

سال رحلت ہے بیان واقعی
ہائے دنیا سے گئے خورشید جاہ

۱۳۲۰ ہجری

تاریخ رحلت مولوی سید محمود بیرسٹرات لاج ہائی کورٹ الہ آباد طبعزاد مؤلف کتاب ہذا

چوں حامی قوم وافتخار ملت — فرمود ازیں جہان فانی رحلت
گفتہ سنۂ وفات او فکر ولا — سید محمود شد بقصر جنت

۱۳۲۱ہجری

تاریخ رحلت مولوی سید علی لکھنوی کامل تخلص طبعزاد مؤلف

دنیا سے گیا ملک سخن کا والی — اقلیم سخن کی ہے یہ بد اقبالی
افسوس جہاں میں فرد کامل نہ رہا — استاد سے ہو گیا زمانہ خالی

۱۳۲۲ہجری

تاریخ رحلت استادی نواب افصح الملک مرزا خاں داغ دہلوی طبعزاد مؤلف

میرے استاد داغ نام آور — جو مرجع تھے ہر مقابل پر
اس زمانے میں ان کی فکر بلند — آسمان تھی زمین مشکل پر
بلبل ہند تھی زباں اُن کی — مستند تھی لب عنادل پر
آج دنیا سے کر گئے وہ سفر — واصل حق ہیں پہلی منزل پر
ہو گیا آج ان کا بیڑا پار — رہ گئے ہم تڑپ کے ساحل پر
مصرع سال ہے فغان ولا — ہائے وہ داغ دے گئے دل پر

۱۳۲۲ہجری

تاریخ رحلت استادی مولوی نجم الدین حسن افضل طبعزاد مؤلف

کرد تیر آہ ہجراں کار یک دیگر تمام — زانکہ از بار غمش پشت جہانے قوس شد
چشم گریاں را ولا ساعی شود سال وفات — جائے نجم الدین حسن بر مطلع فردوس شد

۱۳۲۵ہجری

تاریخ رحلت نواب محسن الملک طبعزاد مؤلف

محسن قوم کزیں ملک فنا ہجرت کرد — تا دم زیست بغم خواری ما دعوت کرد
فکرت من بسر لوح دل از سال وفات — نقشہا یافت کہ گوئی قلم قدرت کرد
رحلت محسن ملک آہ چہ کلفت زدہ است — مایہ صبر و دوائے دل ما رخصت کرد
۱۹۰۷ء — ۱۹۶۴ بکرماجیت

ما فرو ماندہ بماندیم دریں غم کدہ | ہادی صادق ازیں ملک فنا ہجرت کرد
۱۹۰۷ عیسوی | ۱۳۳۶ محمدی
ما بر نجوری و تاریکی خود جاں بلبیم | سید القوم مسیحا دم ما رحلت کرد
۱۹۰۷ عیسوی | ۱۲۱۷ فصلی
حیف ہنگام خبر گیری مانیست کسے | ہاتف قوم بگلزار جناں راحت کرد
۱۹۰۷ عیسوی | ۱۸۲۹ شالیواہن
داشت کارے مگر آنجا پئے قوم ممتاز | محسن الملک بزودی سفر جنت کرد
۱۹۰۷ عیسوی | ۱۳۲۵ ہجری

تاریخ وفات نواب محسن الملک طبعزاد مؤلف

الٰہی یہ ہے قوم پر کیا مصیبت | ہوا محسن قوم دنیا سے رخصت
ارے ہائے مہدی علی خاں بہادر | ترے دم سے کالج کی تھی خیر و برکت
نہ اس طرح مرنے کا وہم و گماں تھا | زمانہ سے اچھی نہ تھی گرچہ صحت
گئے جب وہ شملہ پہ اچھے بھلے تھے | گذشتہ مرض کی تھی تھوڑی نقاہت
مسافر بنے خاطر قوم لیکن | طبیبوں نے ان کو نہ دی تھی اجازت
یکایک ہوا سرخ بادہ کا دورہ | بدلنے لگی دمبدم اُن کی حالت
مقامی حکیموں نے کی فکر ساری | مگر کچھ نہ کام آئی اُن کی حذاقت
خبر پاکے پہنچے طبیب اپنے جلدی | ولیکن گئی رائیگاں اُن کی محنت
شب چارشنبہ میں محسن سدھارے | جہان فنا سے ہوئی اُن کی ہجرت
امادے کو لے کر چلے لاش اُن کی | علی گڑھ کی مٹی میں تھا جذب الفت
وہ قسمت سے غافل تھے دنیا کے بندے | رہی دیر تک دفن محسن میں حجت
عزیزوں نے چاہا کہ لے جائیں گھر پر | رفیقوں نے کی خرچ اپنی رفاقت
اُدھر حسن تدبیر پر تھا بھروسہ | اِدھر حکم تقدیر نے کی حمایت
ٹرسٹی ہوئے جس گھڑی جمع سارے | وصیت کی ظاہر ہوئی سب حقیقت
مگر روح سید کا مقصد یہی تھا | بنے اپنے پہلو میں محسن کی تربت
ہوا فیصلہ قوم کے حق میں جس دم | چلے لے کے تابوت تب اہل ملت

نماز جنازہ پڑھی جمعہ کے دن　　غرض دفن سے اس کے پائی فراغت
چھپے۔ محسن الملک ١٠٩٩ مہدی علی خاں　　کھلی گور میں تعمیہ کی حقیقت
عجب بندۂ پاک باطن تھا محسن　　کرے تجھ ۲۲۶ پہ نازل خدا اپنی رحمت
دم مرگ بھی قوم کا تعلقہ تھا　　نہ کی اپنے گھر کے لیے کچھ وصیت
رہا عمر بھر قوم کا تو فدائی　　نہ چھوڑی کسی وقت کالج کی خدمت
تجھی سے بڑھی اپنے کالج کی رونق　　تجھی سے گھٹی بدگمانی کی شہرت
تنزل کو روکا ترے دم قدم نے　　ترقی رہی ساری تیری بدولت
اولوالعزمیاں تیری مخفی نہ تھیں کچھ　　زمانہ میں ممتاز تھی تیری فطرت
وہ خلق مجسم تھا محسن ہمارا　　مثل تھی زمانہ میں اس کی مروّت
زمانہ میں اس کا نہ تھا کوئی شاکی　　عجب اس کی فطرت میں تھی آدمیت
امارت تھی اس کی خداداد لیکن　　پسند اس کو ہرگز نہ تھی شان شوکت
غریبوں کا مونس فقیروں کا والی　　مصیبت زدوں پر رہی اس کی شفقت
امیروں کے دل میں جگہ اس نے پائی　　رئیسوں کی آنکھوں میں تھی اس کی عزت
کیا کام جو اپنی طاقت سے بڑھ کر　　غرض اس زمانہ میں تھا دم غنیمت
کریں جس قدر اس کی تعریف کم ہے　　زبان قلم کو نہیں اس کی طاقت
رہے گا زمانہ میں نام اس کا قائم　　کرے گی اُسے یاد تا حشر خلقت
لکھو اے ولاؔ مصرع سال ایسا　　کہ ذکر اس کا باقی رہے تا قیامت
پڑے تہلکہ کیوں نہ دنیا میں اس سے　　کہ اپنی جگہ سے ہٹا رکن ملت
پھنکا آج صور سرافیل گویا　　ہوا ہو کا میدان برستی ہے وحشت
عجب کیا جو قبروں سے اٹھ آئیں مردے　　کہ مُردوں سے بدتر ہے زندوں کی صورت
عجب کیا جو سورج ہو نیزے پہ قائم　　تفِ غم سے غرق عرق ہے جو خلقت
اُڑے خال و خط مصحفِ رخ سے ایسے　　کہ جس طرح فوٹو مٹے بعد مدت
یہ کہہ کر اتر آئے عیسیٰ فلک سے　　قیامت ہوئی ہائے مہدی کی رحلت

۱۳۲۵ ہجری

چند مشاہیر شعرائے اردو کے تاریخ ہائے وفات درج ذیل ہیں۔

مصرع تاریخ	نام مورخ	نام شاعر
سودا کجا و آں سخن دل فریب او ۱۱۹۵ ہجری	مصحفی	مرزا محمد رفیع سودا
گفتم سال وفاتش ناسخ شاعر ہندوستاں واویلا ۱۱۹۵ ہجری	ناسخ	مرزا محمد رفیع سودا
حیف دنیا سے سدھارا وہ خدا کا محبوب ۱۱۹۹ ہجری	نامعلوم	خواجہ میر درد
شاعر شیریں بیاں تاریخ یافت ۱۲۰۱ ہجری	مصحفی	میر غلام حسن حسن
واویلا مرد شہ شاعراں ۱۲۲۵ ہجری	ناسخ	میر تقی میر
مصرع تاریخ ناسخ نے کہا ہائے ہندوستان کا شاعر ہوں ۱۲۲۵ ہجری	شیخ امام بخش ناسخ	قلندر بخش جرأت
بے فوت قلندر بخش میں نے کہی تاریخ جرأت وائے جرأت ۱۲۲۵ ہجری	عبدالغفور خاں نساخ	قلندر بخش جرأت
دلا شعر گوئی اٹھی لکھنؤ سے ۱۲۵۴ ہجری	اشک	شیخ امام بخش ناسخ
لکھنؤ میں نام آتش کر گئے ۱۲۶۳ ہجری	ذوق	خواجہ حیدر علی آتش
دست و بازو بشکست ۱۲۶۸ ہجری	مومن	حکیم مومن خاں مومن

نام شاعر	نام مورخ	مصرع تاریخ
حکیم مومن خاں مومن	نسّاخ	نسّاخ فکر سال تاریخ میں تھے وہ تو کہہ ہائے ہائے مومن کیا خوب آدمی تھا ۱۲۶۸ ہجری
وزیر لکھنوی (شاگرد ناسخ)	شیخ محمد جان شاد لکھنوی	بے سروپا تمام شد پے سال مصرع۔ الفاظ۔ حرف شعر سخن ۱۲۷۰ ہجری
شیخ ابراہیم ذوق	ڈپٹی عبدالغفور خاں نسّاخ	کی طلب میں نے جو تاریخ وفات "ذوق ہے فردوس میں" دل نے کہا ۱۲۷۱ ہجری
مرزا اسد اللہ خاں غالب	حالی	تاریخ ہم بکمال چکے پڑھ بغیر فکر حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا ۱۲۸۵ ہجری
مرزا اسد اللہ خاں غالب	نامعلوم	آہ غالب بمرد ۱۲۸۵ ہجری
میر ببر علی انیس	نامعلوم	غم انیس میں ہے ہے دیا دبیر کا غم ۱۲۹۱ ہجری ۱۲۹۲ ہجری
میر ببر علی انیس	مرزا سلامت علی دبیر	سال تاریخش بہ زبر و بینہ شد زیب نظم طور سینا بے کلیم اللہ و منبر بے انیس ۱۲۹۱ ہجری
مرزا سلامت علی دبیر	میر اسماعیل حسین منیر	گفت تاریخ وفاتش را منیر اشک بار عقل بے دل سدرہ بے جبرئیل منبر بے دبیر ۱۲۹۲ ہجری
مولا بخش قلق میرٹھی	منشی گلاب سنگھ مشتاق	بولا مشتاق بے سر امید حیف ہے اب سخن یتیم ہوا ۱۲۹۷ ہجری

مصرع تاریخ	نام مورخ	نام شاعر
کہی جلال نے اس کے زوال کی تاریخ کہ آہ آہ بجھا یک بیک چراغ اودھ ۱۳۰۵ ہجری	میر ضامن علی جلال لکھنوی	واجد علی شاہ اختر (بادشاہ اودھ)
ہے دعا بھی داغ کی تاریخ بھی قصر عالی ہائے جنت میں امیر ۱۳۱۸ ہجری	داغ	امیر مینائی
امیر کشور معنی امیر مینائی خدا کے عاشق صادق درِ نبی کے فقیر گئے جو خلد بریں کو تو ان کی تربت پر جلیل نے یہ کہا" روضۂ جناب امیر" ۱۳۱۸ ہجری	جلیل مانکپوری	امیر مینائی
کر گئے رحلت امیر احمد امیر اب نشاط زندگی جاتا رہا مل گئی تاریخ دل سے داغ کے آہ لطف شاعری جاتا رہا ۱۳۱۸ ہجری	داغ دہلوی	امیر مینائی
دلی کا چراغ بجھ گیا آہ ۱۳۲۲ ہجری	سرکشن پرشاد شاد	داغ دہلوی
تاریخ انتقال کہوں احسن اور کیا بے کس سخن ہے مردہ وصال جلال سے ۱۳۲۷ ہجری	احسن مارہروی	میر ضامن علی جلال۔ لکھنوی
	(۲۰۔ اکتوبر ۱۹۰۹ء بمقام لکھنؤ)	
ملک معنی میں ہے بپا ماتم بے سروپا ہیں علم و فضل و اثر ۱۳۳۰ ہجری	سید قمر الدین احمد قمر سندیلوی۔	ڈپٹی نذیر احمد

نام شاعر	نام مورخ	مصرع تاریخ
محسن کاکوروی =	حسن مرتضیٰ شفق عمادپوری	از حروف معجمہ گفتم شفق شاعر شیریں سخن جادو کلام ۱۳۲۳ ہجری
محسن کاکوروی	حکیم محمد وصی علی وصی	نکلا یا ہو جو زباں سے تو کہا محسن نے کہ مری جان مدینہ کو جو چلتی ہے تو چل ۱۳۴۵ - ۲۲ = ۱۳۲۳ ہجری
فصاحت جنگ جلیل۔	احمد حسین امجد	پیش رب جلیل رفتہ جلیل ۱۳۵۵ فصلی
جگر مرادآبادی۔	رتن پنڈوروی	آہ چھایا ہے جگر کی موت کا غم ہند میں ۱۹۶۰ عیسوی
منشی تلوک چند محروم۔	رتن پنڈوروی	حضرت محروم دہلی میں نہیں ۱۹۶۶ء
منور لکھنوی	رتن پنڈوروی	حیف سونا ہو گیا باغ سخن ۱۹۷۰ء
عرش ملسیانی	رتن پنڈوروی	عرش دیکھو فرش میں اب مل گیا ۱۳۹۹ ہجری
جلیل مانکپوری۔	غلام حسن کسری منہاس	مرگ سخن ہے اصل میں رحلت جلیل کی ۱۹۴۲ء
جوش ملیح آبادی		میں شاعر آخر الزماں ہوں اے جوش ۱۹۸۲ء
منشی انوار حسین تسلیم سہسوانی۔	سید فرید احمد وفا مرادآبادی	کہتے تھے وہ مرتے دم کہ یارب تسلیم کو آج بخش دے تو ۱۳۹۱ھ

نام شاعر	نام مورخ	مصرع تاریخ
اسد اللہ خاں غالب =	میر مہدی مجروح	دیکھا جو مجھے فکر میں تاریخ کے مجروح ہاتف نے کہا "گنج معانی ہے تہہ خاک" ۱۲۸۵ ہجری

* * *

حواشی

صفحہ ۲۷

ص۱ کسی لفظ۔ فقرہ۔ عبارت مصرع یا شعر کے ذریعہ کسی واقعہ کی خبر دینے اور مکتوبی حروف کے اعداد سے بحساب ابجد اس واقعہ کا سال برآمد کرنے کو اصطلاح میں تاریخ کہتے ہیں اور گنتی کے اس قاعدہ کو جمل۔

بالفاظ دیگر تاریخ ایسا کلمہ یا کلام یا فقرہ نثر یا مصرع یا بیت ہے جو بامعنی ہو اور اس واقعہ سے مناسبت رکھے جس کی تاریخ مطلوب ہو اور اس کو بہ فکر و غور و تامل اس طرح موزوں کیا جائے کہ اس کے اعداد سے واقعہ کا سنہ ظاہر ہو اور مخاطب سمجھ جائے کہ یہ تاریخ فلاں واقعہ کی ہے۔ اگر الفاظ مہمل ہوں گے یا واقعہ سے مناسبت نہ رکھیں گے تو اس پر تاریخ کا اطلاق نہ ہو سکے گا۔ کسی نے ضامن علی جلاؔل لکھنوی کے دیوان اول کی تاریخ جس کا سنہ اشاعت ۱۳۰۰ ہجری تھا "غرق" برآمد کی جس کے اعداد بھی ۱۳۰۰ ہوتے ہیں لیکن اس مادہ کی دیوان کی اشاعت سے کوئی مناسبت نہیں اس لئے اس کو دیوان کا مادہ تاریخ قرار نہیں دیا جاسکتا کسی بزرگ نے لکھنؤ کی کسی مسجد کی بنا کی تاریخ جو ۱۲۱۱ ہجری میں تعمیر ہوئی لفظ "تاریخ" سے نکالی۔ اسی طرح مرزا غالب نے اپنے ایک دوست صاحب عالم مارہروی سے ان کا سال ولادت دریافت کیا تو انھوں نے لکھا کہ میرا سال ولادت لفظ "تاریخ" سے برآمد ہوتا ہے لیکن چوں کہ لفظ "تاریخ" سے مسجد کی تعمیر یا سنہ ولادت کا کوئی اشارہ نہیں ملتا اس لئے اس کو مسجد کی بنا یا سال ولادت کا مادہ تاریخ قرار نہیں دیا جاسکتا مومن تاریخ کی اس کمزوری کی جانب اشارہ کرتے ہوئے غالبؔ نے صاحب عالم مارہروی کو مزاحیہ انداز میں یہ شعر جواب میں لکھ بھیجا۔ ع

ہاتفِ غیب زور سے چیخا   تیری کی تاریخ میرا تاریخا

صفحہ ۲۷

صد۲ قطعیت کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ تاریخ کی ابتدا کب ہوئی۔ حروف اور اعداد کے درمیان مطابقت قائم کرنے کا خیال انسان کی فطری خواہش کے تحت پیدا ہوا ہوگا کہ وہ مرنے کے بعد بھی مرنا نہیں چاہتا اور اس کی خواہش ہوتی ہے کہ یاد رکھا جائے ۔ قدیم عمارات پر سنہ تعمیر کندہ ہوتے ہیں کہ تعمیر عمارت کی تاریخ دنیا کے سامنے باقی رہے۔ اس طرح یہ تحریک پیدا ہوئی کہ انسانی کارناموں کو تاریخ گوئی کے ذریعہ باقی رکھا جائے ۔ اسلامی دور کے مشہور تاریخی واقعات فتوحات سنین پیدائش ووفات۔ جلوس تصانیف کتب تاریخ گوئی کے ذریعہ محفوظ ہیں۔ قرائن سے پتہ چلتا ہے کہ عربی میں حروف کے لئے اعداد کا طریقہ بنی بویہ کے زمانہ سے شروع ہوا لیکن استعمال محدود رہا۔

ایک نظریہ یہ ہے کہ ابجد کی ایجاد فینقی قوم نے کی ۔ اس قوم نے جہاز رانی کے فن کو خوب ترقی دی۔ تو فاصلوں کی پیمائش کے لئے اصطلاحات وضع کرنے کے سلسلے میں حروف تہجی کو اس کام میں لایا۔ اور حروف کی قیمت مقرر کی ۔ اور مجموعہ حروف سے کلمے بنا کر فاصلوں کا حاصل جمع ظاہر کیا۔ فینقی اور سریانی زبانیں امتداد زمانہ سے مٹ گئیں۔ لیکن عربوں نے اس علم کو ترقی دی۔ پرانی زبانوں میں حروف تہجی کی قیمت ۴۰۰ سے زائد نہ تھی ۔ عربوں کے پاس بھی اولاً اس کا حساب قرشت تک یعنی ۴۰۰ تک ہی تھا ۔ بعد میں ثخذ اور ضظغ کا اضافہ ہوا۔

صفحہ ۲۸ ۔ صد۳ صنعت بینات کو سمجھنے کے لئے بینات یعنی حروف ملفوظی (باطنی) اور زبر یعنی حروف مکتوبی کی صراحت ضروری ہے ۔

با ۔ تا ۔ ثا ۔ حا ۔ خا ۔ را ۔ زا ۔ طا ۔ ظا ۔ فا ۔ ہا ۔ اور یا میں ا اور جیم میں ی م ۔ اور دال ۔ ذال میں ا ۔ ل اور سین شین میں ی ۔ ن ۔ صاد ۔ ضاد میں ا ۔ د

عین غین میں ی ن قاف کاف میں ا ف لام میں ا م میم۔ میں ی م نون میں و ن
واؤ میں ا و بینات ہوتے ہیں۔ اور بینات کو اسم کہتے ہیں۔ اور زبر کو مسمیٰ۔ صنعت
بینات یہ ہے کہ کلمہ اور مصرع کے حروف باطنی یعنی بینات کو لے کر تاریخ برآمد کی
جائے اور حروف ملفوظی یعنی زبر کو ترک کر دیا جائے۔

ضامن علی جلال لکھنوی افادہ تاریخ میں صنعت زبر و بینات کے ذیلی عنوان
کے تحت لکھتے ہیں۔ "چوتھی صنعت یہ ہے کہ زبر و بینات یعنی مسمیٰ اور اسم حروف دونوں
کے (مجموعی) اعداد لے کر تاریخ نکالتے ہیں۔ جیسے مولف کے ایک شاگرد یاس تخلص
نے مولف کے دیوان اول کے ختم کی تاریخ اس صنعت میں کہی ہے۔ سالش بہ زبر
و بینات است دیوان جلال باکمال این مگر اس میں یہ شرط ضروری ہے کہ جس طرح زبر
تمام الفاظ تاریخ میں محسوب ہوتے ہیں اسی طرح بینات بھی تمام لیے جائیں"۔

زبر و بینات کی ایک سادہ صورت تو یہ ہے کہ مسمیٰ اور اسم حروف دونوں
کے مجموعی اعداد لے کر مصرع سے تاریخ نکالی جائے۔ دوسری اشکال تکلفات کی ہیں
کہ کچھ حروف کی تاریخ زبر سے نکالی جائے اور کچھ کی بینات سے اور کچھ کی زبر و بینات
سے ایسا کرنا کوئی آسان بات نہیں اور یہی بات تاریخ کی خوبی پر دلالت کرتی ہے۔

صفحہ ۳۰ ص۱۴ سنسکرت کے حروف تہجی میں مفرد حروف کے علاوہ مخلوط حروف بھی
ہیں۔ اور ان میں سے ہر ایک کے عدد الگ الگ ہیں یہی وجہ ہے کہ سنسکرت میں حروف
کے مقابل اعداد ایک سے لے کر ایک سنکھ تک ہیں۔

سنکیت ودیا میں سنسکرت حروف تہجی (تعداد ۳۶) کی قیمت متعین ہے یہ علم
اس عقیدہ پر قائم ہے کہ ہندسے پہلے ایجاد ہوئے اور پھر حروف
سندھ کے ایک حکیم گنگا منہکہ (مانک) نے جو فن جمل پر نظر رکھتے تھے

اور خلیفہ ہارون رشید کے متوسل تھے۔ایک سہ حرفی کلمہ جس کی بنیاد ،غیر عربی ہندی الاصل حروف پر تھی ایجاد کیا اس کلمہ کے پہلے حرف سے دس ہزار۔ دوسرے سے پچاس ہزار اور تیسرے سے ایک لاکھ منسوب کئے حالانکہ ابجد کے اصول کے مطابق غ کے بعد ٹ کے دو ہزار۔ ڈ کے تین ہزار اور ڑ کے چار ہزار ہونا چاہیئے تھا) اس وجہ سے کہ عملاً کسی ایسی تاریخ کی ضرورت مدتوں بھی پیش نہیں آسکتی۔جس میں حاصل اعداد زائد دو ہزار ہوں اس کلمہ کو رواج نہ ملا اور عربی حروف کے علاوہ زائد حروف فارسی (پ۔ چ۔ ژ اور گ) اور حروف اردو (ٹ۔ ڈ اور ڑ) کے لئے علیحدہ قیمتیں مقرر نہیں کی گئیں بلکہ ان کے لئے یہ حل نکالا گیا کہ ان ساتوں حروف کی قیمت اردو حروف تہجی میں ان حرفوں سے قبل آنے والے حروف ابجد کی قیمت کے برابر مقرر کی جائے یعنی

پ کی قیمت ب کے برابر

ٹ کی قیمت ت کے برابر

چ کی قیمت ج کے برابر

ڈ کی قیمت د کے برابر

ڑ کی قیمت ر کے برابر

ژ کی قیمت ز کے برابر

اور گ کی قیمت ک کے برابر

صفحہ ۲۲ صد ۵ حروف تہجی کی یہ ترتیب یعنی اب ت ث وہی ہے جسے ابن مقلہ (۲۷۲۔ ۳۲۸ ہجری) نے مقرر کی جو آج تک مروج ہے۔اور درسی کتابوں میں رائج ہے۔ یعنی ابجد آدم بہ اعتبار ترتیب عربی حروف تہجی سے مکمل مطابقت رکھتی ہے

ابجد آدم میں بھی حروف کی قیمت مقرر تھی ابجد آدم تاریخ گوئی میں متروک ہے اور تاریخ گوئی کی اساس ابجد نوحی پر قائم ہے۔

صفحہ ۳۲ ص۶ ابجد نوحی کو ابجد ادریسی بھی کہتے ہیں۔ تاریخی اعتبار سے اس مسئلہ کا جائزہ لیا جائے تو ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ ابو ادریس احمد بن احمد کوفی نے (جو ایک واسطے سے حضرت علی کے شاگرد ہوتے ہیں) یہ سوال اٹھایا کہ کیوں اہل روما کی تقلید میں صرف ۷ حروف کو ہندسوں کے مقابل رکھا جائے اور باقی ۲۱ حروف کو بیکار سمجھا جائے اور کیوں نہ سب ۲۸ حروف کیلئے ایک ایک ہندسہ مقرر نہ کیا جائے۔ انھوں نے اٹھائیس حروف کو باہم ترتیب دے کر آٹھ بامعنی کلمے وضع کئے ان کا نام ابجد ادریس رکھا۔

(سہ ماہی مجلہ صحیفہ (مجلس ترقی ادب لاہور) انتاسیواں شمارہ اپریل ۱۹۶۷ء تاریخ گوئی کی تاریخ از کسری منہاس معلم تاریخ از منشی اودھم سنگھ سردار امرتسری صفحہ ۱۲۔)

ص۶۱ حکیم نادر علی رعد نے ایک قطعہ میں ابجد کے حساب کو بیان کیا ہے۔ ع

توابجد سے حطی تک ایک ایک گن مگر تا بہ سعفص دے دس دس بڑھا

پھر آگے سے سو سو فزوں کر کے یار دل اپنا جمل پر لے نادر چڑھا

صفحہ ۲۸ ص۷ یہ فن مشرق میں پیدا ہوا اور رفتہ رفتہ مغرب میں رائج ہوا۔ دوسری صدی قبل مسیح سے قبل اہل مغرب کا تاریخ گوئی سے آگاہ ہونا ظاہر نہیں ہوتا۔

کرے ٹیسز جو منفرد علمی حیثیت کا مالک تھا اس کو اہل روما معلم اول کہتے تھے۔ عوام میں علم ہندسہ اس نے پھیلایا۔ اس دور میں اعداد کو ہندسوں کے بجائے رومن حروف میں لکھا جاتا تھا جیسا کہ اوپر بیان ہوا ہے۔ یہ دراصل اعداد کو ظاہر کرنے کا طریقہ تھا۔ ہر علامت کے بائیں جانب کوئی علامت لکھی جاتی تو وہ اس سے کم کی

جاتی مثلاً ۹ کو ظاہر کرنے کے لئے IX لکھا جاتا۔ اس طرح اگر دائیں جانب لکھی جاتی تو اضافہ کی جاتی مثلاً گیارہ کو ظاہر کرنے کے لئے XI لکھا جاتا۔

اس طرح رومن حروف تہجی کے سات حروف کی قیمت متعین ہو گئی۔

شمار اعداد کا یورپ میں ایک اور طریقہ بھی رائج رہا جو حسب ذیل ہے۔

۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹
A	B	C	D	E	F	G	H	I
J	K	L	M	N	O	P	Q	R
S	T	U	V	W	X	Y	Z	

یہ بھی اعداد کو ظاہر کرنے کا طریقہ تھا ان دونوں طریقوں میں فرق یہ ہے کہ اول الذکر طریقہ میں سات متعینہ حروف کے علاوہ بقیہ حروف کے اعداد مقرر نہیں ہیں موخرالذکر طریقہ میں J اور S کے لئے بھی ایک عدد مقرر ہے اور اس طرح K اور T کے لئے بھی ۲ عدد مقرر ہے۔

اس طریقہ میں ایک خرابی تو یہ ہے کہ ایک ہی قیمت کے تین تین حروف ملتے ہیں (سوائے عدد ۹ کے جس کے دو حروف ملتے ہیں) اور پھر اعداد کا شمار ۹ سے آگے نہیں پہنچتا اس لئے یہ طریقہ تاریخ گوئی کے لئے عملاً بیکار بھی ہے۔

مغربی ممالک میں تاریخ نکالنے کے لئے اول الذکر طریقہ ہی رائج رہا۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ تاریخ گوئی کا فن کسی نہ کسی صورت میں اہل روما میں رائج رہا ہوگا۔ قرون وسطی میں یہ فن یورپ میں رواج پا چکا تھا لیکن عام نہیں ہوا۔

تاریخ نکالنے کا طریقہ یہ تھا کہ ایک بامعنی عبارت واقعہ کی خبر دیتے ہوئے تحریر میں لائی جاتی۔ اور اس کے حروف متعینہ کے شمار سے تاریخ برآمد کی جاتی۔ غیر

ضروری حروف کو نظر انداز کر دیا جاتا۔ انگریزی میں فن جمل کو کرونو گرام [CHRONOG-RAM] کہتے ہیں۔ سات حروف تہجی کی رومنوں نے جو قیمت مقرر کی وہی قیمت انگریزی میں برقرار رکھی گئی[۱]

انگریزی شاعری میں تاریخ گوئی کو محض تفریحی مشغلہ کے طور پر اختیار کیا گیا۔ سنجیدگی کے ساتھ اس پر توجہ نہیں کی گئی۔ اس لئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس فن نے انگریزی میں کوئی خاص ترقی نہیں کی۔ صرف خال خال کوشش نظر آتی ہے۔ مثلاً پروفیسر براؤن، مصنف تاریخ ادبیات ایران نے الزبیتھ اول ملکہ انگلستان کی تاریخ وفات ۱۶۰۳ء یوں نکالی ہے۔

۱۰۰۰	۵۰۰	۱	۱۰۰	۱	۱
MY	DAY	IS	CLOSED	IN	IMMORTALITY

(آخری لفظ IMMORTALITY میں صرف پہلے حرف I کا ایک عدد لیا گیا ہے۔ بقیہ حروف کو نظر انداز کیا گیا ہے۔ حالاں کہ آخری لفظ میں اور بھی حروف متعینہ موجود ہیں) ان متعینہ حروف کے اعداد کی جمع ۱۶۰۳ ہوتی ہے۔

صفحہ ۳۸

ص " شمالی افریقہ و جزیرہ نمائے اسپین و پرتگال میں پانچویں چھٹے اور آٹھویں مجموعہ حروف کی ترتیب مختلف تھی مکمل فہرست بصورت ذیل تھی۔

ابجد۔ ہوز۔ حطی۔ صعفص۔ قرست۔ ثخذ۔ ظغش۔ مشرقی سلسلے کے پہلے چھ مجموعوں میں فینقی۔ زبان کے حروف ہجائیہ کی ترتیب بعینہ باقی ہے۔ آخر کے دو اضافی مجموعے ان حروف صامت (CONSONANT) پر مشتمل ہیں جو عربی سے مخصوص ہیں۔

"عربی حروف کی ابجدی ترتیب (پہلے بائیس حروف تک) ایک قدیم لوح میں محفوظ ہے۔ جو راس ثمرہ میں دستیاب ہوئی ہے۔ اس ابجدی ترتیب کا کنعانی الاصل ہونا ظاہر ہوتا ہے۔ عبرانی اور آرامی حروف ہجا میں یہ ترتیب قائم رہی۔ عرب ان کلمات کی جو ان کے لئے ناقابل فہم تھے توجیہات تلاش کرتے رہے انھوں نے اس موضوع پر جو کچھ لکھا ہے۔ محض افسانہ ہے" (اردو انسائیکلو پیڈیا آف اسلام جلد ۱)

صفحہ ۶۹

ص۸ ضامن علی جلال لکھنوی "افادۂ تاریخ" میں فرماتے ہیں کہ تاریخ گوئی میں حروف مکتوبی کا اعتبار کیا جاتا ہے۔ یعنی جو حرف کتابت میں آئے اس کے اعداد لئے جاتے ہیں۔ حروف ملفوظی معتبر نہیں ہوتے یعنی جس حرف کا تلفظ کیا جائے اور وہ کتابت میں نہ آئے اس کے عدد نہیں لئے جاتے۔ یہ اصول بخلاف عروض ہے۔ عروض میں حروف ملفوظی معتبر ہوتے ہیں مکتوبی کا اعتبار نہیں کیا جاتا۔

بقول ڈاکٹر فرمان فتح پوری تاریخ گوئی کے فن میں حروف کا شمار اصول تقطیع یا فن عروض کے بالکل برعکس ہے۔ عروض تقطیع کی بنیاد ملفوظ الفاظ پر ہے۔ یعنی وہ ساری آوازیں تقطیع میں شمار ہوں گی۔ جو کسی لفظ کے تلفظ میں شامل ہے خواہ املا میں ان کا اظہار ہوا ہو یا نہ ہوا ہو۔ اس کے برعکس تاریخ نکالنے میں وہ سارے حروف محسوب ہوں گے جو کسی لفظ کے املا میں آئے ہیں۔ خواہ تلفظ سے خارج ہی کیوں نہ ہوں۔ (اقتباس از مقالہ فن تاریخ گوئی اور اردو میں اس

کی روایت نقوش لاہور صفحہ ۶۷)

صفحہ ۷۱

صہ۹ ضامن علی جلال لکھنوی نے بھی افادہ تاریخ میں اس خیال کا اظہار کیا ہے کہ الف ممدودہ کا تاریخ میں ایک عدد محسوب ہوگا اس لئے کہ کتابت اس کی ایک الف کے ساتھ ہے۔ چنانچہ لفظ آزاد کے ۱۳ عدد لئے جائیں گے۔

ضامن علی جلال لکھنوی نے افادۂ تاریخ میں لکھا ہے کہ الف مقصورہ کے جو لفظ اعلیٰ۔ ادنیٰ وغیرہ کے آخر میں آتا ہے۔ دس عدد لئے جائیں گے۔ ایک عدد نہیں لیا جاتا ہے۔ کیوں کہ عربی رسم الخط مقصورہ بہ شکل یائے تحتانی لکھا جاتا ہے۔ اس کی کتابت بہ شکل یائے تحتانی مقرر کی گئی ہے۔

صفحہ ۷۳

صہ۱۰ ضامن علی جلال لکھنوی نے افادہ تاریخ میں اس بات کی تائید کی ہے۔ ان کا خیال ہے کہ عبارت فارسی میں الف وصل لکھا جائے گا تو تاریخ میں اس کا ایک عدد محسوب ہوگا۔ اور محذوف ہو کر کتابت میں نہیں آئے گا تو کوئی عدد اس کا نہیں لیا جائے گا۔

صفحہ ۷۸

صہ۱۱ ضامن علی جلال لکھنوی کی رائے میں تائے مدورہ کے عدد ۴۰۰ لینا ہر اعتبار سے ساقط ہے۔ موصوف نے اپنے رسالہ افادہ تاریخ میں لکھا ہے کہ حرف ت عربی رسم الخط میں طویل یعنی دراز لکھی جاتی ہے۔ تاریخ میں اس کے ۴۰۰ عدد لئے جائیں گے اور تائے تانیث رسمی اور تائے مصدری کے ۵ عدد لینا چاہیئے۔ کیوں کہ اس کو بشکل ہا لکھتے۔ پس جو عدد ہا کے ہوں گے وہی

عددۃ کے لینا چاہیئے۔ چنانچہ مورخین نے ۵ ہی عدد لئے ہیں اور محض کتابت کا اعتبار کیا ہے۔ چنانچہ امیر مینائی نے اپنے دیوان کا تاریخی نام مراۃ الغیب رکھا تو اس میں ۃ کے ۵ ہی عدد لئے خود جلال لکھنوی نے اپنے رسالہ زیر بحث کی مثال دی کہ اس کے آغاز تالیف کا تاریخی نام مادۃ التاریخ رکھا تو ۃ کے ۵ عدد ہی محسوب کئے جلال لکھنوی نے اعتراف کیا ہے کہ اکثر مورخین نے تائے مدورہ کے اعداد ۴۰۰ لئے ہیں۔

صفحہ ۹۰

صد ۱۲ ضامن علی جلال لکھنوی نے اپنے رسالہ افادہ تاریخ میں بھی یہی خیال ظاہر کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ کاف بیانیہ یعنی لفظ کہ جب علحدہ لکھا جائے گا تو اس کے ۲۵ عدد لئے جائیں گے اور ناسخ کے اس مصرع تاریخ کی سند پیش کی ہے ع

افسوس کہ موت نے گھسیٹا

صفحہ ۹۲

صد ۱۳ جیسا کہ اس مصرعہ سے ظاہر ہے ؎

اللہ بود یک الف وہا دو لام

دوسرا الف جو بعد لام کے تلفظ میں آتا ہے وہ معتبر نہ ہوگا۔ کیوں کہ تاریخ میں حروف مکتوبی معتبر ہوتے ہیں اور حروف ملفوظی کا اعتبار نہیں کیا جاتا۔

صفحہ ۹۳

صد ۱۴ ضامن علی جلال لکھنوی کا بھی یہی خیال ہے کہ لفظ اللہ کے ۶۶ عدد لینا چاہیئے۔

صفحہ ۱۱۲

ص ۱۵ تاریخ صوری میں الفاظ سے واقعہ کے سال یا اور روز کا ذکر ہوتا ہے ۔ اعداد حروف سے کچھ سروکار نہیں ہوتا۔ مثلاً ولی دکنی نے دہ مجلس میں واقعات کربلا کو نظم کیا ہے ۔ اس کتاب کی تاریخ یوں نکالی ہے ۔

ہوا ہے نظم جب یو درد کا حال   تھا گیارہ سو پہ اکتالیسواں سال

غالباً یہ اردو کا سب سے پہلا مادۂ تاریخ ہے ۔

میر امن دہلوی کی تصنیف باغ و بہار کی تاریخ ہے ۔ ع

مرتب ہوا جب یہ باغ و بہار   تھے سن بارہ سو سترہ در شمار

اسی طرح مثنوی فیل میں انشاء اللہ خان انشاء کے دو شعروں میں سنہ عیسوی اور مہینہ یوں ظاہر کیا ہے ۔ ع

تھے سترہ سو بیانوے سال   وہاں عیسوی اے بجاہ و اقبال

انگریزی کا مہینہ تھا ڈسمبر   جس میں ہوئی بات وہ مقرر

اسی طرح شورش کاشمیری کی تاریخ وفات نظیر لدھیانوی نے یوں نکالی ہے ۔ ع

پوچھے نظیر تجھ سے کوئی اگر تو کہدے
تاریخ مرگ شورش چوبیس دس پچھتر

صفحہ ۱۱۳

ص ۱۶ تاریخ معنوی میں الفاظ سے واقعہ کا سال ظاہر نہیں ہوتا (البتہ الفاظ کا بامعنی ہونا اور واقعہ سے مناسبت رکھنا شرط ہے) لیکن اعداد حروف مظہر تاریخ ہوتے ہیں یعنی مادۂ تاریخ کے حروف کو جوڑنے سے سنہ واقعہ برآمد ہوتا ہے ۔

صفحہ ۱۱۴

ص ۱۷ بقول ضامن علی جلال لکھنوی جس مادّہ تاریخ کے ظاہر و باطن دونوں سے تاریخ ظاہر ہو یعنی اعداد سے بھی واقعہ کی تاریخ معلوم ہو اور ان کے حروف کے جوڑنے سے بھی تاریخ برآمد ہو۔ جیسا کہ مرتب نے اپنے والد ماجد نواب دین یار جنگ کے تقرر معتمدی امور عامہ کی تاریخ نکالی

آپ کو مل گئی معتمدی — اس سے بڑھ کر کیا ہو خوشی
تیرہ سو باسٹ ہجری — ہم نے کہی تاریخ حسن

۱۳۶۲ ہجری

صفحہ ۱۱۸

ص ۱۸ تاریخ سالم الاعداد ہونا خود ایک صنعت ہے۔ تاریخ سالم الاعداد اس تاریخ کو کہتے ہیں جس کے اعداد پورے اور سنہ مطلوبہ کے برابر ہوں کم یا زیادہ نہ ہوں۔ یہ قسم زائد الاعداد یا ناقص الاعداد سے بہتر اور خوب تر مانی گئی ہے۔

صفحہ ۱۱۸

ص ۱۹ مادّہ تاریخ ناقص الاعداد ہو یعنی مادّہ تاریخ میں کچھ عدد سنہ واقعہ سے کم ہوں اور تاریخ گو اعداد کو پورا کرنے کے لئے بھرتی یا زیادتی کے اعداد معمہ کے طور پر مہیا کرے۔ یعنی کوئی مناسب لفظ جس کے اعداد حسب قاعدہ جمل اس کمی کو پورا کرنے کے لئے کافی ہوں پچھلے مصرع میں تجویز کرے اور مادّہ تاریخ میں اس لفظ کے داخل کرنے کا لطیف اشارہ کرے یا کسی اور طور سے کمی اعداد کو پورا کرنے کا اشارہ کرے تو اس کو تدخلہ یا تعمیہ داخلی کہتے ہیں۔ تدخلہ جتنے کم اعداد کا ہو بہتر ہے۔ مثلاً مومن نے شاہ عبدالعزیز کی وفات کی تاریخ تخرجہ

کے ساتھ لکھی۔ ع

دست بیدار اداجل سے بے سروپا ہو گئے   فقر و دین فضل و ہنر لطف و کرم علم و عمل

مصرع ثانی کے الفاظ کے سروپا (یعنی حروف اول و آخر) دور کرنے سے حروف ق۔ ی۔ ض۔ ن۔ ط۔ ر۔ ل اور م باقی رہے جن کے اعداد جوڑنے پر ۱۲۳۹ حاصل ہوئے اور یہی حضرت شاہ عبدالعزیز کی وفات کا سنہ ہجری ہے۔

اگر مادّہ تاریخ زائدالاعداد ہو یعنی مادّہ تاریخ میں کچھ عدد سنہ واقعہ سے زیادہ ہوں اور تاریخ گو اعداد گھٹانے سے معذور ہو تو وہ تاریخ کے پورا کرنے کے لئے زائد اعداد کی کمی معمہ کے طور پر کرتا ہے۔ یعنی کوئی مناسب لفظ ان زائد اعداد کا ہم عدد تجویز کرتا ہے اور مادّہ تاریخ میں سے اس لفظ کو خارج کر دینے کا اشارہ کرتا ہے یا اور کسی خوبی سے زائد اعداد کے خارج کرنے کا اشارہ کرتا ہے تو اس کو تخرجہ یا تعمیہ خارجی کہتے ہیں۔ تدخلہ کے مانند تخرجہ بھی جتنے کم اعداد کا ہو بہتر ہے۔ حضرت جلیل مانکپوری کے حسب ذیل قطعہ تاریخ کو مثال کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے جو نواب میر عثمان علی خان فرمانروائے دکن کے جلوس کی تاریخ کا قطعہ ہے۔

اول اول ہوئے حاکم جو یہاں آصفجاہ   کر گئے صاف وہ تلوار سے میدان دکن
بعد ازاں آصف ثانی جو ہوئے تخت نشین   ہفت اقلیم میں کہلائے وہ خاقان دکن
تیسرے شاہ کا ہے عہد سکندر جاہی   ان کے اقبال سے کچھ اور بڑھی شان دکن
ناصر الدولہ ہوئے آصف رابع مشہور   شان و شوکت نے کہا ان کو سلیمان دکن
دور پنجم کا رہا افضل دولہ پہ مدار   زور قوت میں جو تھے شیر نیستان دکن
میر محبوب علی آصف سادس کا تھا نام   تھے وہ محبوب دکن روح دکن جان دکن

اٹھ گئے چھ تو بفرمان خداوند جلیل	میر عثمان علی خان ہوئے سلطان دکن

آخری مصرع کے اعداد ۱۹۱۷ء برآمد ہوتے ہیں۔ یعنی چھ عدد زائد ہیں شاعر نے چھ کا ہم عدد لفظ تحریر کئے بغیر چھ کے اخراج کا اشارہ اس خوبصورتی سے کیا ہے کہ اس تاریخ کو تخرجہ کے نادرات میں شمار کیا جاسکتا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اگر کسی مصرع تاریخ میں اعداد زیادہ یا کم برآمد ہوں تو ایک طباع شاعر کس طرح اس میں خوبی پیدا کر دیتا ہے اور ساتھ ہی اس عام خیال کی نفی ہوتی ہے کہ تعمیہ ایک طرح کا عجز بیان ہوتا ہے۔

داغ دہلوی نے ایک تخرجہ یوں کیا ہے ع

سرِ اخلاص سے تاریخ ہے داغ	مزار اشرف عبدالنبی خان

آخری مصرع کے اعداد کا مجموعہ ۱۳۰۴ ہوتا ہے۔ شاعر نے پہلے مصرع میں اشارہ کر دیا کہ سرِ اخلاص سے تاریخ کہو۔ سر اخلاص یعنی اخلاص کا پہلا حرف الف ہے اس کا ایک عدد بڑھا دیا تو ۱۳۰۵ ہو گئے اور یہی تاریخ مطلوب تھی۔

صفحہ ۱۲۷

صنٓ تاریخ سرفرازی وزارت مہاراجہ کشن پرشاد شاد خود حضرت ولاؔ نے اس صنعت میں نکالی۔

پیشکار دکن کشن پرشاد	شد وزیر حضور شاہ دکن

اے ولاؔ سال سرفرازی اوست	دل ما شاد چشم ما روشن

۱۳۲۰ ھجری

حکیم محمد وصی علی وصیؔ نے محسن کاکوروی (۱۸۲۷ء۔ ۱۳۲۳ ھجری) کی تاریخ وفات خود ان کے مشہور مصرع سے ۲۲ کے تخرجہ سے یوں نکالی ہے ع

نکلا یا ہو جو زباں سے تو کہا محسن نے — کہ مری جان مدینے کو جو چلتی ہے تو چل

۲۲ ۱۳۴۵ - ۲۲ - ۱۳۲۳ ھجری

امیر احمد علوی کاکوروی نے مولوی محمد احسن احسن کے فرزند نظیر الحسن کی تاریخ وفات امیر مینائی کے ایک شعر میں ترمیم کر کے نکالی ہے ؎

نہ تھے تیرے مرنے کے یہ دن نظیر — خدا جانے کس کی نظر کھا گئی

۱۳۰۶ ھجری

جوش ملیح آبادی کی تاریخ وفات نصیر ترابی نے خود ان کے کلام سے ڈھونڈ نکالی ؎

میں شاعر آخر الزماں ہوں اے جوش

۱۹۸۲ء

نواب میر عثمان علی خان فرمانروائے دکن کے ایک صاحبزادہ جواد جاہ پانچ ماہ کی عمر میں ۱۳۴۵ف میں انتقال کر گئے علاج کے دوران حکیم منیر الدین نے جواہر مہرہ مقررہ خوراک سے زیادہ مقدار میں دے دی جو ہلاکت کا باعث ہوا۔ میر نصرت علی ناظم عدالت ضلع رائچور نے تاریخ لکھی ؎

بہر سنہ از آہ نصرت سر بزن — چوں قضا آید طبیب ابلہ شود

۱۳۴۵ف

اس طرح مثنوی مولانا روم کے مشہور مصرع سے تاریخ نکالی۔

صفحہ ۱۴۲

صد ۲۱ نواب سید مظفر الدین خاں صاحب حیدر آبادی نے اپنے نبسہ سید الطاف محی الدین قادری کی تاریخ ولادت یوں نکالی ہے ؎

ہے طلوعِ رشکِ صد مہرِ منیر — کر رقم اے خامۂ زریں نگار
اس کی پیدائش کا سنہ مل جائے گا — منبع الطاف کہہ دے سات بار

۲۸۳ × ۷ = ۱۹۸۱ء

صفحہ ۱۶۸

صـ۲۲ میر مہدی حسن الم نے داغ کے دیوان " مہتاب داغ " کی تاریخ زبر و بینات

بں اس طور پر کہی ہے ۔

چھپ چکا استاد کا دیوان جب — عیسوی تاریخ الم نے یوں کہی
بیّنات و زبر میں دیکھو عدد — گلشن بے خارہ ہے دیوان بھی

ضامن علی جلال لکھنوی بھی افادۂ تاریخ میں زبر و بیّنات کے بیان میں لکھتے ہیں

" اس میں شرط یہ ہے کہ جس طرح تمام زبر تاریخ میں محسوب ہوتے ہیں اسی طرح تمام بیّنات بھی لئے جائیں یہ جائز نہیں کہ بعض بیّنات کو لے لیں اور بعض کو ترک کر دیں

مرزا سلامت علی دبیر نے میر ببر علی انیس کی وفات کی تاریخ زبر و بیّنات میں فرمائی ہے ع

طور سینا بے کلیم اللہ و منبر بے انیس

یہی کیا ہے کہ بعض بیّنات کو اخذ کیا ہے اور بعض کو ترک یہ کسی طرح جائز نہیں اساتذہ میں ایسا کبھی کسی نے نہیں کیا ، لطف کی بات تو یہ ہے کہ منشی انوار حسین تسلیم سہوانی نے ملخص تسلیم کا ایک حصہ جلال لکھنوی کی تردید میں لکھا ہے لیکن اس غیر معمولی تاریخ کی ناروا مخالفت میں دونوں متفق ہیں ۔

صفحہ ۱۸۹

صـ۲۳ فضل حق خادم خاص کا نام تھا جس نے آقا کو گرتے ہوئے تھام لیا تھا ۔

کتابیات

ذیل میں ہم نے ایک فہرست ان کتابوں کی لکھی ہے جن سے ہم کو اس کتاب کی تالیف میں ایک حد تک ضرور مدد ملی۔

سلسلہ نشان	ردیف	نام کتاب	نام مصنف
۱	۲	۳	۴
۱	الف	ارمغان (مقیاس الاشعار)	مرزا محمد جعفر اوج لکھنوی
۲	〃	افادہ تاریخی	جلال لکھنوی
۳	〃	الفتاوی الخیریہ	خیر الدین رملی
۴	〃	المطابع النصریہ للمطابع المصریہ	نصر ہورینی
۵	〃	الواح الجواہر	حکیم افلاطون
۶	ت	تاج العروس من جواہر القاموس	امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ
۷	〃	تاریخ	امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ
۸	〃	تفسیر درّ منثور	امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ
۹	ج	جفر جامع	لا ادری
۱۰	〃	جواہر خمسہ	محمد غوث گوالیاری رحمۃ اللہ علیہ

۱۱	ح	حاشیہ تحفۃ المنہاج	شروانی
۱۲	〃	حاشیہ تفسیر بیضاوی	حافظ اسمٰعیل قنوی
۱۳	〃	ایضاً	عبدالحکیم سیالکوٹی
۱۴	خ	خزانہ عامرہ	میر غلام علی آزاد بلگرامی
۱۵	ر	رسائل عبدالجلیل	میر عبدالجلیل بلگرامی
۱۶	س	سبحۃ المرجان فی آثار ہندوستان	میر علی آزاد بلگرامی
۱۷	〃	سیرۃ	ابو محمد عبدالملک بن ہشام
۱۸	〃	ایضاً	امام محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ
۱۹	ش	شرح الورد السحری	بکری
۲۰	〃	شرح جواہر خمسہ	شنّاوی
۲۱	〃	شمس المعارف	شیخ احمد بونی رحمۃ اللہ علیہ
۲۲	〃	شواہد الافکار	امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ
۲۳	ص	صراح من الصحاح	ابو الفضل محمد بن عمرو بن خالد
۲۴	ع	عقد الجواہر	شلی باعلوی

۲۵	غ	غزلان الهند	میر غلام علی آزاد بلگرامی
۲۶	〃	غیاث اللغات	مولوی غیاث الدین رامپوری
۲۷	ف	فتح الجواد بشرح الارشاد	ابن حجر مکی
۲۸	〃	فرہنگ رشیدی	رشید تتوی
۲۹	ق	قاموس المحیط	مجد الدین محمد فیروزآبادی شیرازی
۳۰	〃	قوانین دستگیری	مولوی غلام دستگیر مدراسی
۳۱	ک	کتاب المداخل	لا ادری
۳۲	〃	کلمات الشعراء	سرخوش
۳۳	〃	کلیات داغ	نواب فصیح الملک داغ دہلوی
۳۴	〃	کلیاتِ قدر	میر غلام حسین قدر بلگرامی
۳۵	م	محاضرۃ الاوائل ومسامرۃ الاواخر	علی دده
۳۶	〃	معدن الجواہر	مولوی نجم الدین حسن افضل مدراسی
۳۷	〃	مغنی المحتاج بشرح المنهاج	خطیب شربینی
۳۸	〃	مفتاح الاستخراج در جفر	لا ادری
۳۹	〃	ملخص تسلیم	منشی انوار حسین سہوانی
۴۰	〃	منتخب اللغات شاہجہانی	میر عبدالرشید تتوی

۴۱	م	مویدالفضلا	مولوی محمد لاد
۴۲	ن	نتایج الافکار	قدرت علیخان گوپاموی
۴۳	"	نقش خاطر درتکسر	لاادری
۴۴	ہ	ہامش مقدمہ تاریخ ابن خلدون	نصر ہورینی
۴۵	"	ہفت قلزم	مولوی قبول محمد۔